بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

شمار	مضامین		صفحہ
۱	عرض مرتب		۹
۲	امام ابوحنیفہؒ کے حالاتِ زندگی : نام ونسب اور ولادت		۱۰
۳	کیا امام صاحب موالی میں سے ہیں ؟		۱۱
۴	ولاء عتق یا ولاء اسلام یا ولاء موالاۃ		۱۳
۵	امام اعظمؒ کیلئے ایک عظیم بشارت (حدیث): علم یا ایمان ثریا ستارہ پر ہو		۱۵
۶	کیا مصنفین حدیث بھی اس حدیث کی فضیلت میں داخل ہیں؟		۱۷
۷	بخاری اور ابن ماجہ کے سوا کسی کا فارسی ہونا ثابت نہیں		۱۹
۸	امام ابوحنیفہؒ نے کتنے صحابہ کو پایا ؟		۱۹
۹	حافظ عراقیؒ کا فتوی		۲۰
۱۰	حافظ ابن حجرؒ کا جواب		۲۱
۱۱	امام صاحبؒ کی تابعیت		۲۱
۱۲	صحابۂ کرام سے امام صاحب کی روایتیں	ایک تنبیہ	۲۴
۱۳	امام صاحب کے اساتذہ و مشائخ		۲۶
۱۴	اعتراض : امام صاحب کے بعض مشائخ ضعیف یا مجروح ہیں ؟		۲۹
۱۵	کوفہ کی اہمیت اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی محنت و جانفشانی		۳۰
۱۶	امام صاحب کے بعض اساتذہ کے نام		۳۴
۱۷	چند (۱۸) اساتذہ کا مختصر تذکرہ		۳۵

۱۸	**اساتذہ** : (۱) حماد بن ابی سلیمان		۳۵
۱۹	(۲) ربیعۃ الرائے	(۳) سماک بن حرب	۳۶
۲۰	(۴) شعبی عامر بن شراحیل		۳۷
۲۱	(۵) عبدالعزیز بن رفیع	(۶) عطاء بن ابی رباح	۳۸
۲۲	(۷) عکرمہ مولی ابن عباسؓ		۳۹
۲۳	(۸) عمرو بن دینار		۴۰
۲۴	(۹) قتادہ بن دعامہ		۴۱
۲۵	(۱۰) محمد باقر		۴۲
۲۶	(۱۱) ابن شہاب زہری محمد بن مسلم		۴۳
۲۷ ۲۸	(۱۲) نافع مولی ابن عمرؓ		۴۶
۲۹	(۱۳) ہشام بن عروہ		۴۷
۳۰	(۱۴) یحی بن سعید انصاری		۴۸
۳۱	(۱۵) سبیعی ابو اسحاق عمرو	(۱۶) محمد بن منکدر	۴۹
۳۲	(۱۷) ابو الزبیر مکی		۵۰
۳۳	(۱۸) ابراہیم نخعی		۵۱
۳۴	وہ (۵) اساتذہ جنھوں نے آپ سے تلمذ حاصل کیا		۵۳
۳۵	حلیہ مبارک اور پوشاک		۵۶
۳۶	امام صاحب کی پوشاک (کرتا، ٹوپی، عمامہ اور جبہ)		۵۷
۳۷	صلوۃ اللیل کیلئے خاص لباس		۵۸
۳۸	عبادت کیلئے عمدہ لباس پہننے کی وجہ		۵۹

۳۹	امام صاحب کے ابتدائی حالات اور تعلیم کی ابتداء	۶۰
۴۰	علم کلام سے فقہ کی طرف	۶۱
۴۱	فن حدیث میں امام صاحب کا کمال	۶۳
۴۲	امام ذہبی نے امام صاحب کا تذکرہ' حفاظ میں کیا :	۶۵
۴۳	خطیب بغدادی نے بھی	۶۶ و ۷۰
۴۴	امام ابوداود، امام حاکم، ابن تیمیہ، ابن کثیر، ابن القیم	۶۷ تا ۷۱
۴۵	امام شعرانی، امام سرخسی، امام کاسانی	۷۲ و ۷۳
۴۶	بہت سے محدثین نے امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا	۷۳
۴۷	ابن عبدالهادی، ابن ناصرالدین، ابن رستم بدخشی، سیوطی، صالحی، عجلونی	۷۳ تا ۷۸
۴۸	عبد اللہ بن مبارک کے اشعار	۸۰
۴۹	امام ابوحنیفہ امامِ جرح وتعدیل بھی ہیں	۸۱
۵۰	ابن تیمیہ، ذہبی، سخاوی، عبدالقادر قرشی کی شہادت	۸۱
۵۱	امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت وعدالت: ابن عبدالبر مالکی کا کلام	۸۵
۵۲	شعبہ کی توثیق ، یحی بن سعید قطان کا ارشاد	۸۶
۵۳	علامہ تاج الدین سبکی کا ارشاد اور ابن عبدالبر کی بات پر اضافہ (ایک اہم قاعدہ)	۸۷
۵۴	علما کا کلام علماء کے بارے میں معتبر نہیں	۸۸
۵۵	امام ابوحنیفہ مظلوم تھے، اور محسود تھے	۹۰
۵۶	امام صاحب پر کی گئی جرحوں کا اجمالی جواب	۹۵
۵۷	میزان الاعتدال میں امام ذہبی کا ذکر الحاقی ہے	۹۵
۵۸	ذہبی اور مزی نے امام صاحب پر کی گئی جرحوں کا اعتبار نہیں کیا	۹۶
۵۹	امام بخاری اور امام ابوحنیفہؒ (تاریخ کبیر)	۹۷

۶۰	امام صاحب کا ارجاء	۱۰۱
۶۱	امام بخاری کے قول (سکتوا عنہ) کا جواب	۱۰۳
۶۲	تاریخ صغیر: جہمیہ عورت کا قصہ	۱۰۴
۶۳	حلاّق کا قصہ اور اس پر حمیدی کا اعتراض اور اس کا جواب	۱۰۵
۶۴	سفیان ثوری کے کلام کا جواب	۱۰۶
۶۵	نعیم بن حماد کا حال : مولانا ظفر احمد عثمانی اور شیخ عبدالفتاح کے اقوال	۱۰۴ تا ۱۰۷
۶۶	دوسری روایت کا جواب	۱۰۹
۶۷	امام ابوحنیفہؒ اور امام نسائیؒ	۱۱۲
۶۸	امام نسائیؒ اور امام طحاویؒ	۱۱۴
۶۹	**تنبیہ** : عاصم سے کون مراد ہے (نسائی کا وہم)	۱۱۴
۷۰	دوسری جرحیں	۱۱۵
۷۱	امام اعظم کی اور ان کے فقہ کی تعریف اور تعظیم کرنے والے ائمۂ کرام	۱۱۶
۷۲	امام اعظم کی کثرتِ عبادت (صلوۃ اللیل کی کثرت اور کثرت تلاوت)	۱۳۷
۷۳	کثرتِ عبادت پر اشکال اور اس کا جواب	۱۴۵
۷۴	اقامة الحجة على أن الاكثار في التعبد ليس ببدعة للكهنويؒ	۱۴۶
۷۵	امام صاحب کا خوف خداوندی، مراقبۂ رب تعالی اور لایعنی سے زبان کی حفاظت	۱۴۷
۷۶	ایک واقعہ	۱۵۰
۷۷	امام اعظم کی سخاوت اور غمخواری	۱۵۴
۷۸	امام اعظمؒ کا زہد وتقوی اور آپ کی امانتداری	۱۶۰
۷۹	امام صاحب کی تعریف میں اشعار	۱۶۵
۸۰	امام ابو حنیفہؒ کی عقلمندی اور تیز فہمی	۱۶۵

۸۱ امام اعظم کی ذہانت وذکاوت اور حیران کرنیوالے سوالات کے مُسکِت جوابات ۱۶۸

۸۲ امام اعظمؒ کے مکارم اخلاق کے کچھ اور نمونے ۱۷۴

۸۳ امام اعظم تجارت کا پیشہ کرتے تھے، امراء وخلفاء کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے ۱۷۷

۸۴ امام اعظم کی وہ خصوصیات جو اور کسی امام میں نہیں پائی جاتیں ۱۷۹

۸۵ امام صاحب کی تصانیف کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۸۳

۸۶ امام صاحب کے وہ اصول جن پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے ۱۸۳

۸۷ ایک حکایت (قیاس سے استدلال پر اعتراض اور اس کا جواب) ۱۸۶

۸۸ صحابہ کے اقوال بھی قیاس پر مقدم ہیں ۱۸۸

۸۹ امام اعظم کی دیگر تصنیفات ۱۸۹

۹۰ فقہ اکبر کے بارے میں علماء کی رائیں (مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ کی تحقیق) ۱۹۳

۹۱ امام اعظم کے زمانہ میں سیاسی حالات ۱۹۴

۹۲ ابوالعباس سفاح بنو عباس کا پہلا خلیفہ ۱۹۵

۹۳ ابوجعفر منصور ۱۹۶

۹۴ امام صاحب کے ساتھ ابن ھبیرہ کا معاملہ ۱۹۹

۹۵ ابن ھبیرہ کے ساتھ ایک دوسرا واقعہ ۲۰۱

۹۶ ابوجعفر منصور کے ساتھ امام ابوحنیفہ کا واقعہ ۲۰۲

۹۷ وفات کا واقعہ اور جگہ، نیز دفن کی جگہ، زہر دیا جانا ۲۰۴

۹۸ امام صاحب کا انتقال سجدہ کی حالت میں ہوا ۲۰۵

۹۹ وفات کے بعد ۲۰۶

۱۰۰ قبر پر قبہ کی تعمیر، قبر کی زیارت ۲۰۷

۱۰۱ امام ابوحنیفہ کے متعلق لوگوں کے خواب ۲۰۸

۱۰۲ امام صاحب کے تلامذہ اور مسترشدین ۲۱۰

۱۰۳ صحیح بخاری میں مذکور حنفی روات (تلامذہ امام اعظمؒ) ۲۱۱

۱۰۴ امام صاحبؒ کے چند شاگردوں کا مختصر تذکرہ : امام ابو یوسفؒ ۲۱۱

۱۰۵ امام محمدؒ ۲۱۴

۱۰۶ امام زفرؒ ۲۱۹

۱۰۷ امام عبداللہ بن مبارکؒ ۲۲۴

۱۰۸ امام حسن بن زیادؒ ۲۳۱

۱۰۹ امام داود طائیؒ ۲۳۵

۱۱۰ امام وکیع بن الجراحؒ ۲۳۹

۱۱۱ امام حفص بن غیاثؒ ۲۴۵

۱۱۲ امام یحی بن زکریا بن ابی زائدہؒ ۲۴۸

۱۱۳ امام یحی بن سعید قطانؒ ۲۵۰

۱۱۴ صحیح بخاری میں مذکور حنفی روات (تلامذہ امام اعظمؒ) کے اسماء گرامی ۲۵۲

۱۱۵ مسانید امام اعظم ابوحنیفہؒ ۲۶۱

۱۱۶ اسلام میں مسند امام اعظم کا علمی مقام ۲۷۰

۱۱۷ امام صاحب کی وصایا اپنے شاگردوں کے نام ۲۷۲

۱۱۸ مآخذ و مصادر کتاب ۲۷۷

۱۱۹ مشہور علماء کرام کے سنین ولادت و وفات ۲۸۱

۱۲۰ مصنف مدظلہ کے مختصر حالات ۲۸۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوة والسلام علی رسول رب‌العالمین

وعلی آله وصحبه وأمته أجمعین الی یوم الدین أما بعد !

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی شخصیت ایک عظیم شخصیت ہے، فضل وکمال میں اور مقبولیت و شہرت میں بے مثال ہے، عبادت، زہد وتقوی اور ایثار و ہمدردی میں بھی اعلی کمال تک پہونچے ہوئے تھے، اسی طرح کتاب وسنت کے علم اور اجتہاد و استنباط میں بھی ائمہ کے امام تھے .

پہلے شخص ہیں جنھوں نے حدیثوں کو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر جمع کیا اور مسند یا آثار لکھی، اور پہلے شخص ہیں جنھوں نے اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی اور فقہی مسائل کو ابواب پر جمع کیا، اور ان کو ایسے لائق شاگرد ملے جو امام الائمہ اور استاذ الاساتذہ بنے، اور امام صاحب کے علوم کو عام اور تام کیا.

اسکی وجہ سے امام صاحب کے حاسدین بھی زیادہ ہوئے، جھوٹے الزامات لگائے گئے اور تردید میں کتابیں لکھی گئیں، پھر اللہ تعالی نے بہت سے علماء کرام کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس مظلوم امام کی طرف سے مدافعت کی جائے، أنصر أخاک ظالما أو مظلوما (الحدیث)، بہت سے غیر احناف (مالکیہ، شوافع، حنابلہ) نے امام صاحب کے مناقب وفضائل میں کتابیں لکھیں اور جھوٹے الزامات کو دفع کیا.

یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس کا بنیادی ماخذ تو عقود الجمان شیخ محمد یوسف صالحیؒ ہے، لیکن دوسری بہت سی کتابوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک خاص ترتیب سے اس کو مرتب کیا گیا ہے، اختصار بھی پیش نظر ہے، امید ہے کہ تھوڑے وقت میں اس کے مطالعہ سے امام اعظم کی حیات طیبہ سامنے آئیگی، ان کے فضائل وکمالات کا علم ہوگا اور غلط فہمیاں دور ہوں گی.

بعض اساتذہ اور تلامذہ کا بھی مختصر تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے امام صاحب کی شخصیت کو سمجھنا آسان ہوگا، بخاری شریف میں امام اعظم کے جن تلامذہ کی روایتیں آئی ہیں ان کو بھی ذکر کردیا گیا ہے .

اللہ تعالی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اس کے ذریعہ اپنے مخلص بندوں میں شامل فرمائے، اور نجات و کامیابی کا ذریعہ بنائے . آمین

فضل الرحمٰن اعظمی غفرلہ ولوالدیہ آزادول ۶/جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ ۱۹/۳/ ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی جعل العلماء ورثةَ الأنبیاء و اختار منهم الأئمة المجتهدین فی فروع الشریعة الأولیاء فمن أحبهم کلَّهم فقد فاز ودخل فی زمرة الأتقیاء ، ومن انتقص أحدا منهم فقد ظلم نفسه وهو من الأغبیاء ، و أشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له خالق الظلام والضیاء ، و أشهد أن سیدنا محمدا عبده و رسوله سید الأصفیاء ، صلی اللّٰه علیه وسلم وعلی آله و صحبه السادة الأذکیاء .

أما بعد ! [1]

امام ابوحنیفہ امام اعظمؒ کے حالاتِ زندگی

نام ونسب اور ولادت: امام صاحبؒ کا اسم گرامی بالاتفاق نعمان ہے، اور کنیت ابو حنیفہ، کنیت ابوحنیفہ رکھنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ حنیفہ اہل عراق کی لغت میں دوات کو کہتے ہیں اور امام صاحبؒ ہر وقت دوات ساتھ رکھتے تھے، اسکو شیخ بدرالدین علائی نے شیخ محی الدین محمد بن سلیمان کافیجی سے نقل کیا، یا اسلئے کہ امام صاحب کی ایک بیٹی حنیفہ نام کی تھی، لیکن تذکرہ نگاروں کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ امام صاحب کے صرف ایک بیٹے حماد تھے، کوئی اور مؤنث یا مذکر اولاد نہیں تھی . (عقود الجمان ۴۱)

---

[1] خطبۂ عقود الجمان للصالحی محمد بن یوسف الدمشقی الشافعیؒ متوفی ۹۴۲ھ

نسب میں اختلاف ہے:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نسب نعمان بن ثابت بن زُوطیٰ بن ماہ ہے، زُوطی زاء کے ضمہ، واو کے سکون اور طاء کے فتحہ کے ساتھ مشہور ہے، صاحبِ قاموس نے زَوطی سَکریٰ اور سَلمیٰ کی طرح ضبط کیا ہے، طبقات الحنفیہ میں بھی ایسا ہی ہے. (عقود الجمان للصالحی ۳۶)

نسب کے بارے میں یہ قول امام صاحب کے پوتے عمر بن حماد بن ابو حنیفہؒ سے مروی ہے، اس کو خطیب بغدادی نے ذکر کیا ہے. (تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۴)، آگے لکھا ہے کہ زُوطی کابل کے تھے، بنو تیم اللہ کے غلام تھے، پھر مسلمان ہوئے اور آزاد کئے گئے، انکی ولاء بنو تیم اللہ کو حاصل ہوئی، ثابت مسلمان پیدا ہوئے. (تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۴ وعقود الجمان ۳۶)

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہیں، فارس کے ہیں، آزاد ہیں، کبھی ان پر غلامی طاری نہیں ہوئی، امام صاحبؒ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، ثابت بچپنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت علیؓ نے ان میں اور ان کی اولاد میں برکت کی دعاء فرمائی، یہ روایت امام صاحبؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی ہے، اسماعیل فرماتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالی سے امید ہے کہ حضرت علیؓ کی دعا ہمارے حق میں قبول ہوئی. (تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۶)، ثابت کے والد نعمان بن مرزبان نے حضرت علیؓ کی خدمت میں نوروز کو فالودہ پیش کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: ہمارا نوروز ہر دن ہے، یا مہرجان کے دن پیش کیا تو فرمایا: ہمارا مہرجان ہر دن ہے. (ایضا)

نوروز یا نیروز فارسی لفظ ہے جو عربی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اس کا مطلب ہے نیا دن، یہ ان کی عید کا دن تھا، مہرجان بھی فارس کے لوگوں کی عید کا دن تھا.

ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہوا، پہلے میں ثابت کے والد کا نام زوطی اور انکے والد کا نام ماہ بتایا گیا اور دوسری میں ثابت کے والد کا نام نعمان اور ان کے والد کا نام مرزبان بتایا گیا، تو ہوسکتا ہے کہ ثابت کے والد کے دو نام ہوں، ایک زُوطی دوسرا نعمان، یا یہ کہ ایک لقب ہو دوسرا نام، اسی طرح ثابت کے دادا کا نام دو ہو، ماہ بھی مرزبان بھی، یا ایک لقب اور دوسرا نام، یا زُوطی کا معنی عربی میں نعمان ہو اور ماہ کا معنی مرزبان. واللہ اعلم (عقود الجمان ۳۷)

علامہ شبلی نعمانیؒ نے جزم کے ساتھ فرمایا: کہ ماہ اصل میں مَہ تھا جس کا معنی ہے سردار، مرزبان کا معنی بھی ہے رئیس خاندان فارسی لفظ ہے. (دیکھئے سیرتِ نعمان ص ۱۳) ۱

پہلی اور دوسری روایت میں یہ اختلاف ہے کہ پہلی روایت بتاتی ہے کہ امام صاحب کا خاندان غلام خاندان ہے، اور دوسری روایت بتاتی ہے کہ وہ فارس کے آزاد لوگوں میں سے ہیں کبھی ان پر غلامی طاری نہیں ہوئی اور دونوں روایتیں امام صاحبؒ کے پوتوں سے مروی ہیں، دونوں میں تطبیق یا کسی کو ترجیح دینا مشکل معلوم ہوتا ہے، صاحبِ عقود الجمان شیخ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ نے اس پر کوئی بحث نہیں کی (عقود ۳۷)، خطیب نے دونوں روایتوں کو اپنی سند سے بیان کیا ہے (۱۳/۳۲۵ و ۳۲۶)، ایک کو واہیات کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ بعض نے کیا.

اگر غلام خاندان سے بھی ہوں تو کوئی عیب کی بات نہیں، بہت سے بڑے بڑے علماء، فقہاء، محدثین، مفسرین، موالی میں سے تھے، لیکن ان میں علم وعمل اور تقوی تھا تو امت مسلمہ نے انکو اپنی آنکھوں میں اور سروں پر جگہ دی، انّ أكرمكم عند الله أتقاكم شریعت کا اصول ہے، اس کیلئے مقدمہ ابن الصلاح نوع (۶۴) دیکھنی چاہئے، اس میں بہت سے موالی اور غلاموں کا ذکر ہے جو شہروں کے سردار تھے جیسے عطاء مکہ میں، طاووس یمن میں، یزید بن حبیب

---

۱ یہ امام اعظمؒ کی سیرت پر پہلی اردو کتاب ہے جو انیسویں صدی کے آخر میں اعظم گڈھ میں لکھی گئی، ۱۵/دسمبر ۱۸۹۳ء میں مکمل ہوئی، دوسری "غرائب البیان فی مناقب النعمان" ہے جو مئوناتھ بھنجن میں مولانا عبدالغفار عراقی نقشبندیؒ تلمیذ حضرت گنگوہیؒ اور استاذ حضرت محدث اعظمیؒ نے لکھی. (دیکھئے مآثر امام اعظمؒ تالیف حکیم عزیز الرحمٰن مئویؒ ص ۹)

مصر میں، مکحول شام میں، میمون بن مہران جزیرہ میں، ضحاک بن مزاحم خراسان میں، حسن بصری بصرہ میں، امام زہری نے یہ نام عبدالملک بن مروان کو بتائے تھے اور بتایا تھا کہ انکو یہ سیادت اور سرداری دیانت اور روایت کی وجہ سے ملی ہے. (مقدمہ ابن الصلاح ۴۰۲ بتحقیق نور الدین عتر)

امام کوثریؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کو تیمی تیم اللہ بن ثعلبہ سے مولی الموالاۃ اور دوستی کا رشتہ ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے، آزادی یا اسلام کی وجہ سے نہیں، اور اس کی دلیل طحاوی کی مشکل الآثار کی روایت ہے: ابوعبدالرحمٰن مقری فرماتے ہیں: میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے پوچھا آپ کون ہیں؟ میں نے کہا ایک آدمی ہوں جس کو اللہ تعالی نے اپنے فضل واحسان سے اسلام کی دولت دی، امام صاحبؒ نے فرمایا: ایسے مت کہو لیکن بعض قبیلوں سے دوستی کرلو اور انکی طرف اپنی نسبت کرو، میں بھی ایسا ہی تھا. (مشکل الآثار ۵۴/۴ (۳۸/۴ ہمارا نسخہ. فضل)

اسی طرح کی بات ابن اعین کی روایت میں ہے، وہ اس کو احمد بن منصور رمادی سے نقل کرتے ہیں، وہ مقری سے، ابن ابی العوام کے یہاں یعقوب بن شیبہ کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ میں نے ان کو اچھا قبیلہ پایا. (حاشیہ کوثری امام ذہبی کے جزء مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ پر ص ۱۵)

لیکن عمر بن حماد کی روایت میں خطیب کے یہاں یہ الفاظ آئے ہیں: **وكان زوطى مملوكا لبنى تيم الله بن ثعلبه فأُعتق فولاؤه لبنى تيم الله بن ثعلبه ثم لبنى قفل.** (تاریخ بغداد ۳۲۵/۱۳)، زوطی بنو تیم اللہ بن ثعلبہ کے غلام تھے، پھر آزاد کئے گئے تو ان کی ولاء بنو تیم اللہ کو ملی پھر بنو قفل کو.

اس سے ولاء کا پتہ چلتا ہے نہ کہ مولی الموالاۃ کا. واللہ اعلم بالصواب

امام صاحبؒ کے نسب کے بارے میں اور بھی متعدد اقوال ہیں جو تاریخ بغداد اور دوسری کتابوں میں مذکور ہیں، اوپر کے دونوں قول زیادہ مشہور ہیں، زیادہ تذکرہ نگاروں نے دوسرے قول کو لیا ہے کہ آپ آزاد خاندان کے ہیں، کبھی غلامی میں نہیں رہے.

طاش کبری زادہ احمد بن مصطفیؒ نے مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ میں لکھا ہے کہ: ''میں نے ایک قابلِ اعتماد شخص سے سنا جو بعض کتابوں سے یہ نقل کرتا تھا کہ امام صاحبؒ کے والد ثابت کا انتقال ہوگیا تو امام صاحبؒ کی ماں نے حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے شادی کرلی، اس وقت امام صاحب چھوٹے تھے، جعفر صادقؒ کی گود میں بڑے ہوئے اور ان سے ان کے علوم حاصل کئے''... یہ اگر ثابت ہوجائے تو اس میں امام صاحبؒ کی بڑی منقبت ہے. (مفتاح السعادۃ ۱۸۱/۲)

حدائق الحنفیہ میں مولانا فقیر محمد جہلمیؒ متوفی ۱۳۳۴ھ نے امام صاحبؒ کا نسب یہ تحریر کیا ہے: '' نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیروان عادل'' ص ۴۲ آگے لکھتے ہیں:

اور ملا علی قاریؒ نے رسالہ [نسب نامۂ رسول اللہ ﷺ بجواب قفال مروزی] میں لکھا ہے: '' ہم کو دنیا کے بادشاہوں سے ابراہیم بن ادہم کافی ہیں جو علم وعمل اور دنیا سے اعراض کرنے اور عقبی کی طرف متوجہ ہونے اور اور مولی کے ساتھ حاضر رہنے میں ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں، ہر زمانہ اور ملک کے بادشاہ جیسے روم، ہند وسندھ، اور ماوراء النہر کے بادشاہ بر وبحر میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر قائم رہے ہیں، شاید اس میں یعنی بادشاہوں کے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر ہونے میں یہ حکمت ہے کہ ابوحنیفہؒ نوشیرواں عادل بادشاہ فارس سے ہیں. انتہی (حدائق الحنفیہ ص ۴۲)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے ایک عظیم بشارت

پہلے قول کے رو سے امام اعظمؒ کا فارسی النسل آزاد ہونا معلوم ہوا، اسلئے متعدد تذکرہ نگاروں نے آپ کیلئے رسول اللہ ﷺ کی یہ بشارت تسلیم کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر علم ثُریا ستارے پر بھی ہوتو فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے، امام سیوطی شافعیؒ م ۹۱۱ھ نے **تبییض الصحیفة** میں اس کو ذکر فرمایا، پھران کے شاگرد محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ م ۹۴۲ھ نے **عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم أبی حنیفة النعمان** میں اور دوسرے بہت سے لوگوں نے اس کو ذکر کیا ۔

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں: ''آنحضور ﷺ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس حدیث میں بشارت دی ہے جس کو ابونعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : **لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من أبناء فارس .** (دیکھئے حلیہ ۶۴/۶)، اگر علم ثریا پر بھی ہوتو فارس کے لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے، شیرازی نے القاب میں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا: **لو كان العلم معلقا بالثريا لتناوله قوم من أبناء فارس .**

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی اصل صحیحین میں بھی ہے، اس میں اس طرح ہے: اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتو (بھی) فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ (بخاری تفسیر سورۂ جمعہ) [1]

اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے: اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتو (بھی) فارس کے بیٹوں میں سے ایک شخص اس کو جا کرلے گا۔ (باب فضل فارس ۳۱۲/۲)

۱؎ سلمان فارسی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس علم کو حاصل کرلیں گے۔ (بخاری ۷۲۷/۲)

معجم طبرانی میں قیس بن سعد کی حدیث میں اس طرح ہے : اگر ایمان ثریا پر معلق ہو، عرب لوگ نہ پاسکیں تو (بھی) فارس کے کچھ لوگ اس کو پالیں گے .

معجم طبرانی ہی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: اگر دین ثریا پر معلق ہو تو (بھی) اس کو فارس کے بیٹوں میں سے کچھ لوگ حاصل کرلیں گے .

یہ اصل صحیح حدیث ہے جس پر امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت اور بشارت میں اعتماد کیا جاسکتا ہے جیسے پہلی دو حدیثوں پر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی فضیلت میں (سیوطیؒ نے اس سے قبل دو اور حدیثیں بیان کی ہیں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی فضیلت میں)، اس کے بعد موضوع حدیث کی ضرورت نہیں''. (تبییض الصحیفة ص۶-۷)

ابن حجر ھیثمی مکی شافعیؒ ''الخیرات الحسان'' میں لکھتے ہیں کہ ''جلال الدین سیوطیؒ کے بعض شاگردوں نے فرمایا [1] کہ ہمارے شیخ یقین کے ساتھ جو فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد ابوحنیفہؒ ہی ہیں، یہ ظاہر ہے اس میں کوئی شک نہیں، اسلئے کہ ان کے زمانہ میں کوئی فارسی النسل ان کے اور ان کے شاگردوں کے درجۂ علم کو نہیں پہنچا، اس میں آنحضرت ﷺ کا کھلا ہوا معجزہ ہے کہ آپ نے جیسا فرمایا تھا ایسا ہی ہوا، فارس سے مراد خاص شہر نہیں بلکہ اس سے مراد عجمیوں کی جنس ہے جو فارس کے لوگ ہیں .

ہمارے شیخ نے جس موضوع حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کو بعض تذکرہ نگاروں نے جن کو حدیث کا علم نہیں امام صاحب کی منقبت میں ذکر کیا ہے، اس کی سند میں جھوٹے، حدیثیں گھڑنے والے لوگ ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں : **يكون في أمتي رجل يقال له أبو حنيفة النعمان هو سراج أمتي الى يوم القيامة،** اس میں اور بھی الفاظ ذکر کئے جاتے ہیں، میری امت میں ایک شخص ہوگا اس کا نام ابوحنیفہ نعمان ہوگا

۱؎ اس سے مراد عقود الجمان کے مصنف شیخ محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی مورخ ہیں. دیکھئے عقود ص ۴۴ تا ۴۹

وہ قیامت تک میری امت کا چراغ ہوگا.

اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے، اور اسکے مختصر میں ذہبیؒ اور سیوطیؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی لسان المیزان میں اور حافظ قاسم حنفیؒ نے بھی ان سے موافقت کی ہے، جو اپنے زمانہ کے حنفیوں کے سردار تھے،، اسی وجہ سے جن ائمہ حدیث نے امام صاحبؒ کے مناقب میں کتابیں لکھی ہیں انھوں نے اس کا تذکرہ نہیں کیا، جیسے امام طحاویؒ اور عبدالقادر قرشیؒ '' الجواهر المضيئة فى طبقات الحنفية '' کے مصنف نے، یہ لوگ حنفی ثقہ ثبت لوگ ہیں. یہاں تک جلال الدین سیوطیؒ کے شاگرد کی بات پوری ہوئی. (الخیرات الحسان ص ۱۴-۱۵، از حاشیہ تبییض الصحیفہ مولانا عاشق الٰہی برنیؒ ص ۲۱) الخیرات الحسان عقود الجمان کا خلاصہ ہے. (سیرت نعمان ۱۳)

(کیا صحاح ستہ کے مصنفین بھی اس حدیث کی فضیلت میں داخل ہیں؟)

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اپنی نفیس کتاب [ابن ماجہ اور علم حدیث] میں بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ:

نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب [عون الباری لحل ادلۃ البخاری] میں لکھا ہے کہ: '' یہ رجال ' بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ ہیں اور وہ لوگ جو ان کے طریقہ پر چلے'' اور اپنی دوسری کتاب [اتحاف النبلاء المتقنین] میں لکھا کہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داود، ابن ماجہ اور ان جیسے حضرات اسکا مصداق بننے کیلئے زیادہ موزوں اور زیادہ حقدار ہیں کیونکہ یہ سب کے سب عجم اور سرزمین فارس سے ہوئے ہیں''، نواب صاحب نے اس کو صرف محدثین تک محدود رکھا، لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے [ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء] میں اس بشارت میں محدثین کے ساتھ فقہاء کو بھی شامل فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

'' آنحضرت ﷺ نے خبر دی کہ فارس سے علماء پیدا ہوں گے، چنانچہ بڑے بڑے محدثین بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، حاکم، بیہقی وغیرہ سب فارس سے پیدا ہوئے، اور فقہاء میں ابوالطیب، شیخ ابوحامد، شیخ ابواسحٰق شیرازی، جوینی، امام الحرمین اور امام غزالی وغیرہ سب فارس ہی سے پیدا ہوئے، بلکہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحابِ ماوراء النہر اور اصحاب خراسان بھی اہلِ فارس سے ہیں اور اس بشارت میں داخل ہیں''.

اور شاہ صاحب کے مشہور شاگرد بیہقیِ وقت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے اس کو اور عام کیا اور مشائخ صوفیہ کو بھی اس میں داخل کیا.

تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں: ''میں کہتا ہوں غالباً ان احادیث میں اشارہ ماوراء النہر کے مشائخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی اور ان جیسے بزرگوں کی طرف ہے، کیونکہ یہ حضرات وطن کے اعتبار سے عجمی ہیں گو نسب کے لحاظ سے ان میں سے بیشتر آنحضرت ﷺ کی آل و اصحاب کی اولاد ہیں، ان حضرات نے آنحضرت ﷺ کی سنت کو مٹ جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور بدعت سے راضی نہیں ہوئے اگرچہ وہ بدعت حسنہ ہی کیوں نہ ہو، نیز اس حدیث میں علماء ماوراء النہر امام بخاری اور انکے ہم پایہ محدثین وفقہاء کی طرف بھی اشارہ ہے. (تفسیر مظہری ۳ / ۲۵۸ سورۂ نساء)

ان سب اقوال کو نقل کرنے کے بعد مولانا نعمانیؒ لکھتے ہیں:

'' بہرحال جب کہ حدیث میں رجال من هؤلاء بصیغۂ جمع آیا ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کو علماء کے کسی خاص گروہ اور طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے اور فقہاء، محدثین اور صوفیہ سب کو داخل سمجھا جائے تو اس میں کیا حرج ہے، گو یہ ظاہر ہے کہ عجم کی خاک سے جتنے بھی بڑے لوگ پیدا ہوئے خواہ وہ اہل سیف ہوں یا اہل قلم، صوفیہ ہوں یا علماء ان میں اکثریت احناف ہی کی رہی ہے، وللاکثر حکم الکل، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس بشارت میں داخل ہونے کیلئے صرف

توطن کافی نہیں جیسا کہ قاضی صاحب موصوف کا خیال ہے بلکہ نسلِ فارس سے ہونا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ابناء فارس کی صاف تصریح موجود ہے اور ظاہر ہے کہ توطن سے نسل نہیں بدلا کرتی۔

تعجب ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور نواب صدیق حسن خاںؒ نے مصنفین صحاح ستہ کو اہلِ فارس میں شمار کیا حالانکہ تاریخ سے بجز امام بخاریؒ اور امام ابن ماجہؒ کے اور کسی کا فارسی النسل ہونا ثابت نہیں۔

امام مسلمؒ کے متعلق خود علامہ نووی کی تصریح موجود ہے : القشیری نسبا ، نیسابوری وطنا عربی صَلبیة ، اور امام ابوداود ازدی ہیں، امام ترمذی سُلمی، محدث حاکم ضّبی اور امام دارمی بنی دارم کی طرف منسوب ہیں جو قبیلۂ تمیم کی مشہور شاخ ہے، شاہ صاحب نے فقہاء میں بھی جن لوگوں کے نام لئے ہیں ان کے بارے میں یقینی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ سب فارسی نژاد ہیں''... (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ٦ تا ٨)

(امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا)

امام سیوطیؒ تبییض الصحیفہ میں لکھتے ہیں :

امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری شافعیؒ مقریؒ (متوفی ۴۷۸ھ بمکّہ) نے ایک جزو لکھا ہے جس میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے سات صحابۂ کرام سے ملاقات کی : انس بن مالک ، عبداللہ بن جزء الزّبیدی ، جابر بن عبداللہ ، معقل بن یسار ، واثلہ بن الاسقع ، عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم ، پھر ابومعشر نے امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے تین حدیثیں ذکر کیں اور عبداللہ بن جزءؓ سے ایک ، واثلہؓ سے دو ، جابرؓ سے ایک ، عبداللہ بن انیسؓ

سے ایک ، عائشہ بنت عجرد سے ایک اور عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے ایک۔

جتنی حدیثیں ذکر کی ہیں وہ سب دوسری سند سے بھی مروی ہیں۔ (تبییض الصحیفہ ۲۲، ۲۳)

ابومعشر کی روایت میں امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ تھا کہ میں سات صحابہ سے ملا، لیکن چھ کے نام مذکور ہیں، شاید عبداللہ بن انیسؓ کا نام کاتب سے چھوٹ گیا ہو یا عبداللہ بن ابی اوفیؓ کا، تفصیل میں امام سیوطیؒ نے ان دونوں صحابیوں کا نام لیا کہ ان سے ایک ایک حدیث نقل کی، معقل بن یسار کی کسی حدیث کا ذکر نہیں۔

امام کردری نے اپنے مناقب ابی حنیفہ میں دو اور صحابہ کے نام ذکر کئے ہیں کہ ان سے بھی امام ابوحنیفہؒ نے سنا[1] ایک سھل بن سعدؓ، دوسرے عامر بن واثلہ ابوالطفیلؓ۔
(مناقب للکردری ص ۱۵-۱٦ و حاشیہ تبییض ص ۲۳) ، یہ کل دس صحابہ ہوگئے۔

ابن حجر ہیثمی مکی نے الخیرات الحسان میں بعض لوگوں کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے عمرو بن حریث سے بھی سنا ہے انکی وفات ۸۵ھ میں ہوئی اور سائب بن خلاد سے بھی جنکی وفات ۹۱ھ میں ہوئی اور سائب بن یزید سے بھی جنکی وفات ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۴ھ میں ہوئی، اور عبداللہ بن بسر سے بھی جن کی وفات ۹٦ھ میں ہوئی اور محمود بن ربیع سے بھی ان کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی، رضی اللہ عنہم اجمعین، اس طرح کل پندرہ (۱۵) ہوگئے۔

آگے امام سیوطیؒ لکھتے ہیں: مجھے شیخ ولی الدین عراقی کا ایک فتویٰ ملا، ان سے پوچھا گیا: کیا امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی سے روایت کیا ہے؟ کیا ان کا شمار تابعین میں ہے؟ تو جواب دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی روایت کسی صحابی سے ثابت نہیں، حضرت انسؓ کو دیکھا ہے، جو لوگ صرف کسی صحابی کو دیکھنے کی وجہ سے کسی کو تابعی مانتے ہیں وہ تابعی مانتے ہیں، جو صرف دیکھنے پر تابعی نہیں مانتے وہ امام صاحب کو تابعی نہیں کہتے۔

---

[1] لیکن کردری نے لکھا کہ سماعت ممکن نہیں۔ (مناقب کردری ایضا)

یہی سوال حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے کیا گیا تو یہ جواب دیا :

حافظ ابن حجر کا جواب : امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو پایا ہے، کیونکہ وہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اس وقت وہاں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ موجود تھے، انکا انتقال بالاتفاق اسکے بعد ہوا ہے، بصرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے، ان کا انتقال ۹۰ھ میں یا اس کے بعد ہوا، ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی حرج نہیں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا، ان دو صحابہ کے علاوہ اور صحابہ بھی شہروں میں زندہ تھے .

بعض لوگوں نے صحابہ سے امام ابوحنیفہؒ کی روایتوں کو ایک جزء میں جمع کیا ہے لیکن اس کی سند ضعف سے خالی نہیں، قابلِ اعتماد صحابہ کو پانے میں وہ ہے جو گزرا اور بعض صحابہ کو دیکھنے میں ابن سعد کی طبقات کی روایت ہے، اس اعتبار سے وہ تابعین کے طبقہ سے ہیں، یہ بات امام ابوحنیفہؒ کے معاصر مختلف شہروں کے ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں، جیسے اوزاعی کو شام میں، حماد بن زید اور حماد بن سلمہ کو بصرہ میں، ثوری کو کوفہ میں، مالک کو مدینہ میں، مسلم بن خالد زنجی کو مکہ میں، لیث بن سعد کو مصر میں. واللہ اعلم (یہاں تک حافظ ابن حجر کی بات ختم ہوئی)

حافظ ابن حجر اور دوسروں کی بات کا حاصل یہ ہے کہ ایسی سندیں ضعیف ہیں، صحیح نہیں، یہ نہیں کہ باطل ہیں، اسلئے ان کو ذکر کرنا آسان ہے کیونکہ ضعیف کی روایت جائز ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ایسا وارد ہوا ہے، جیسا کہ محدثین نے تصریح کی ہے، اسلئے ہم انکو ذکر کرتے ہیں اور ایک ایک حدیث پر بحث کرتے ہیں. (تبیض الصحیفہ ص ۲۶)

پھر امام سیوطیؒ نے ابو معشر کی ذکر کی ہوئی حدیثوں کو ذکر کرکے ان پر تبصرہ کیا.

امام صاحبؒ کی تابعیت

امام اعظمؒ کا تابعی ہونا ایک ظاہر بات ہے، اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اسلئے کہ صحابی

ہونے کیلئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور ملاقات صحیح قول کے مطابق کافی ہے، اسی طرح تابعی ہونے کیلئے بھی کسی صحابی کی زیارت اور اس کو دیکھ لینا کافی ہے، شرح نخبہ، تقریب اور تدریب الراوی وغیرہ میں یہی لکھا گیا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی ہے: **طوبی لمن رآنی و طوبی لمن رآی من رآنی طوبی لهم و حسن مآب** [۱] رواه الطبرانی عن عبد الله بن بسر رضی الله عنه ، فيه بقية و صرح بالسماع فزالت الدلسة و بقية رجاله ثقات . (مجمع الزوائد للہیثمی ۲۰/۱۰) صرف کسی صحابی کو دیکھ لینا بہت بڑی بشارت ہے

علامہ کوثریؒ لکھتے ہیں: مندرجہ ذیل محدثین کو یہ تسلیم ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے: ابن سعد، دارقطنی، ابونعیم اصفہانی، ابن عبدالبر، خطیب بغدادی، ابن الجوزی، سمعانی، عبدالغنی مقدسی، سبط ابن الجوزی، فضل اللہ تورپشتی، نووی، یافعی، ذہبی، زین عراقی، ولی عراقی، ابن الوزیر، عینی، ابن حجر، شہاب قسطلانی، سیوطی، ابن حجر مکی اور ان کے علاوہ، اسلئے امام صاحب کی تابعیت سے انکار زبردستی یا جہالت ہے. (تانیب الخطیب للکوثری ص ۲۴)

نیز لکھتے ہیں: ابن عبدالبر جامع بیان العلم وفضلہ میں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں جس کو امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے سنا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں کہ واقدی کے کاتب ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کو بھی. اھ

تو ابن الجزء کی وفات دیر سے ہوئی ہوگی، اسلئے امام صاحب نے عبداللہ بن ابی اوفی کو بدرجۂ اولی دیکھا ہوگا کیونکہ وہ کوفہ کے ہیں وہیں ان کی وفات بھی ہوئی، ابونعیم اصفہانی نے حضرت انسؓ، عبداللہ بن حارث اور عبداللہ بن ابی اوفی کو ان صحابہ میں ذکر کیا ہے جن کو امام ابو حنیفہؒ نے دیکھا ہے، اسکو سبط ابن الجوزی نے اپنی کتاب الانتصار والترجیح ص ۱۳ میں ذکر کیا

---

[۱] اس حدیث کی تفصیل کیلئے دیکھئے عقود الجمان ص ۱۸۰

ہے، یہ سب اس وقت ہے جبکہ امام صاحب کی ولادت ۸۰ھ میں مانی جائے، اگر ۶۱ھ یا ۷۰ھ میں مانی جائے جیسا کہ ابن ذوّاد اور ابن حبان کی روایت ہے تو صحابہ کو دیکھنے کا دائرہ اور وسیع ہوجائے گا ۔

پھر لکھتے ہیں: کہ دارقطنی نے حضرت انسؓ کے سوا کسی صحابی سے امام ابوحنیفہؒ کے ملنے کی نفی کی اور حضرت انسؓ سے بھی حدیث سننے سے انکار کیا ہے جبکہ زیارت کو مان لیا ہے، یہ صرف دعوی ہے اور نفی پر شہادت ۔ (تانیب الخطیب ص ۲۴) جس کا کوئی اعتبار نہیں

مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ تبییض الصحیفہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :

یحی بن معین نے عائشہ بنت عجردؓ ۱؎ سے امام صاحبؒ کا سننا ثابت کیا ہے، جیسا کہ ابن الاثیر نے اسد الغابہ ۵/۵۰۵ میں اور حافظ ذہبی نے تجرید اسماء الصحابہ میں ذکر کیا ہے ۔

ابن عبدالبر نے روایت ذکر کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے عبداللہ بن حارث بن جزء سے من تفقہ فی دین اللہ والی حدیث سنی ہے (جامع بیان العلم ۱/۴۵)، اسی طرح ابن العماد نے بھی شذرات الذھب میں اس حدیث کو ان سے سننے کا تذکرہ کیا ہے (شذرات ۱/۲۲۸) تو کیا ضرورت ہے کہ اس چیز کی نفی کی جائے جسکو جاننے والوں نے ثابت مانا ہے اور دوسروں کو اس کا علم نہیں ۔ (حاشیہ تبییض ص ۲۴ و ۳۳)

کردری امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ذکر کرتے ہیں :

حاصل یہ ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے صحابہؓ کے ساتھ امام صاحبؒ کی ملاقات سے انکار کیا ہے، اور حنفیہ نے اس کو صحیح حسن سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور حنفیہ دوسروں کے مقابلہ میں امام صاحبؒ کا حال زیادہ جانتے ہیں، اور عالم، عادل، مُثبت نفی کرنے والے پر

۱؎ عائشہ کا صحابیہ ہونا ثابت نہیں، غیر معروف ہیں، غلطی سے ان کو صحابیات میں شمار کرلیا گیا، حافظ نے اصابہ میں یہ بات ذکر کی ہے، قسم رابع میں ان کو ذکر کیا ۔ (عقود الجمان ص ۶۱)

مقدم ہے، لوگوں نے امام صاحب کی مسند حدیثوں کو جمع کیا تو حنفیہ کو پچاس (۵۰) حدیثیں ایسی ملیں جن کو امام صاحب صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے ہیں ۔ (مناقب کردری ص ۲۵)

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے امام صاحبؒ کی روایتیں)

سوال: کیا امام صاحبؒ کی کسی صحابی سے روایت ثابت ہے؟ صحیح یا حسن سند سے، کوئی حدیث ایسی مروی ہے جس میں امام صاحبؒ نے سننے کی تصریح کی ہے ؟

جواب: امام صاحب کی تابعیت تو ثابت ہے، جو صرف کسی صحابی کی رؤیت اور زیارت سے ثابت ہوجاتی ہے، لیکن روایت ذکر کی جاتی ہے، ثابت نہیں کہہ سکتے، امام سیوطیؒ کی بات ذکر ہوچکی ہے کہ ایسی روایتیں ضعیف ہیں باطل نہیں اسلئے ذکر کرسکتے ہیں، لیکن امام سیوطیؒ کے شاگرد محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ (ت ۹۴۲ھ) نے عقود الجمان میں لکھا کہ ان سندوں میں سے کوئی سند متہم بالوضع سے خالی نہیں، پھر چھ (۶) مرد اور ایک عورت عائشہ کی روایتیں ذکر کیں اور ہر ایک میں ایسے راوی کی تعیین کی جو وضع سے متہم ہے، اور عائشۃ بنت عجرد کے بارے میں بتایا کہ ان کا صحابیہ ہونا معلوم نہیں، بلکہ غیر معروف جیسی ہیں، جیسا کہ ذہبیؒ اور ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے ۔

ساتوں روایتیں ذکر کرنے کے بعد ایک تنبیہ لکھی :

تنبیہ : بہت سے ائمہ حدیث نے یقین کے ساتھ لکھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کسی صحابی سے کچھ نہیں سنا، اور اس کی کئی دلیلیں ذکر کیں :

(۱)۔ امام صاحبؒ کے شاگردوں (امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ، محدث عبدالرزاق، حافظ ابن مبارک، ابونعیم فضل بن دکین، ابوعاصم نبیل ضحاک وغیرہ) نے اس کو نقل نہیں کیا، حالانکہ یہ

ایسی چیز ہے جس پر فخر کیا جاتا ہے اور اس میں مقابلہ کیا جاتا ہے .

(۲) ۔ جو روایتیں ذکر کی جاتی ہیں وہ کذاب سے خالی نہیں .

اس کے علاوہ اور وجوہ بھی ذکر کیں جو اس کتاب کے موضوع سے نہیں .

اور یہ صحیح قرار دیا کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو عمر کے لحاظ سے بچپنے میں پایا جو مختلف شہروں میں زندہ تھے .

علامہ قاضی ابو محمد عینیؒ نے شرح شرح معانی الآثار للطحاویؒ کے مقدمہ میں اور اپنی تاریخ میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ امام صاحبؒ نے صحابہ کی ایک جماعت سے سنا ہے، لیکن (ان کے شاگرد) علامہ محقق مفید الفقہاء والمحدثین الشیخ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ نے خوارزمی کی جامع المسانید کے حاشیہ میں اس کو رد کر دیا ہے، اس کو دیکھنا چاہئے، ان دونوں کے کلام کو ذکر کرنا اس کتاب کا موضوع نہیں .

مجھے تعجب ہے کہ جن صحابہ سے سننا ممکن تھا ان سے بھی سننا صحیح ثابت نہیں، بظاہر کوئی ملا نہیں جو بچپن میں انکو کسی صحابی کے پاس لیجائے، شروع میں امام صاحبؒ تجارت میں مشغول ہوئے پھر امام شعبی کی توجہ دلانے پر جب کہ انھوں نے دیکھا کہ امام صاحبؒ بہت ہوشیار ہیں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے جیسا کہ اسکا ذکر آرہا ہے، اللہ تعالی انکو جزائے خیر دے .

جو کوئی میری تحریر پر واقف ہوگا مجھے متعصب نہیں کہے گا، میں ۔ اللہ کی قسم ۔ چاہتا تھا کہ روایت کی صحت میں کوئی قابلِ اعتماد چیز مل جاتی (تو اس کو ذکر کرتا)، علم حدیث سے جس کو تعلق ہوگا وہ اس کے خلاف ذکر نہیں کرسکتا، حق اتباع کے زیادہ لائق ہے، اللہ تعالے میری نیت کو خوب جانتے ہیں . (عقود الجمان ص ۶۲ و ۶۳)

ے دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا   میں نے یہ جانا کہ یہ بھی میرے دل میں ہے

میرے خیال میں صالحی کا یہ کلام بہت منصفانہ ہے، پوری کتاب میں انھوں نے امام

صاحبؒ کی تائید کی ہے، اور امام صاحبؒ کے مناقب و مآثر کو اجاگر کیا ہے، زیادتی کرنے والوں کو جواب دیا ہے، جن لوگوں نے ثبوت کو اختیار کیا ہے انھوں نے کوئی قوی روایت نہیں پیش کی ہے، زیادہ تر امکانات واحتمالات کو استعمال کیا ہے جو ثبوت کیلئے کافی نہیں، کسی صحابی سے روایت ثابت نہیں تو اس سے امام صاحبؒ کی عالی شان میں کوئی کمی نہیں آتی، تابعیت کا شرف بہت کافی ہے، ائمہ مجتہدین کے درمیان امام صاحبؒ کا اس شرف میں کوئی شریک نہیں

ے یہ مرتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا   ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اس موضوع پر ابھی حال میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے : (**الاحادیث السبعة عن سبعة من الصحابة الذين روى عنهم الامام أبو حنيفةؒ**)، اس کے مصنف شیخ ناصر السنۃ ابو المکارم عبد اللہ بن الحسین بن ابی بکر بن أبی القاسم النیسابوری الحنفیؒ ہیں، لیکن اس کتاب کے محقق اور معلق شیخ لطیف الرحمٰن البھرائچی القاسمی مدظلہ کو مصنف کا تعارف بھی نہیں ملا اور بعض رجال سند کا حال بھی معلوم نہیں ہوا، اس سے نتیجہ ظاہر ہے .

(امام صاحبؒ کے اساتذہ اور مشائخ)

امام صاحب کو اللہ تعالی نے جسطرح فقیہ بننے اور بنانے کی توفیق دی اسی طرح بہت سے بڑے بڑے مشائخ اور اساتذہ سے استفادہ اور تحصیل علم کی بھی توفیق دی، ابن حجر مکی شافعیؒ الخیرات الحسان میں لکھتے ہیں کہ امام صاحبؒ کے اساتذہ اتنے زیادہ ہیں کہ اس مختصر میں ان کی گنجائش نہیں . (حاشیہ تبییض الصحیفہ ص ۳۵)

ابو محمد خوارزمی نے امام محمد بن علی زرنجری سے نقل کیا کہ ایک دفعہ امام ابو حفص کبیر نے امام اعظمؒ کے اساتذہ کو شمار کرنے کا حکم دیا، جب شمار کیا گیا تو چار ہزار اساتذہ معلوم ہوئے .

(عقود الجمان ص ۶۳ الباب الرابع)

حافظ سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں حافظ جمال الدین مزیؒ کی تہذیب الکمال سے امام صاحبؒ کے (۷۶) اساتذہ کے نام ذکر کئے ہیں . (تبییض بحاشیہ مولانا عاشق الٰہیؒ ص ۳۶ تا ۶۰ طبع ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی)

حاشیہ میں محشیؒ نے ان کا تعارف بھی کرادیا ہے پھر آخر میں لکھا ہے کہ: دیکھئے ان میں بڑے بڑے تابعین، محدثین اور فقہاء ہیں جن سے امام صاحب نے حدیث روایت کی اور علم حاصل کیا، یہ حدیث کے روایت کرنے والے اور بڑے بڑے مشہور صحابہ کے شاگرد ہیں، جیسے حضرت علی، چاروں عبداللہ، جابر بن سمرہ، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن ابی اوفی، عائشہ، زید بن ارقم، براء بن عازب، ابوالطفیل، ابوقتادہ، ابوسعید خدری، سہل بن سعد، مسور بن مخرمہ، عدی بن حاتم، مغیرہ بن شعبہ، انسؓ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین، ان میں بعض وہ ہیں جو حدیث کثرت سے نقل کرنے میں مشہور ہیں، جیسے ابوہریرہ، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس عائشہ رضی اللہ عنہم .

جس کا حدیث میں یہ مقام ہو کہ اس کے اور آنحضورﷺ کے درمیان صرف کوئی صحابی ہیں اور بڑے ثقہ تابعین میں کوئی تابعی، اور آنحضرتﷺ کی حدیث صحیح متصل مختصر سند کے ساتھ پہونچی اور اس نے اس پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی اور اجتہاد واستنباط کیا تو اسکا مذہب ان لوگوں سے زیادہ قوی ہوگا جن کو حدیثیں چار یا اس سے زائد واسطوں سے پہونچیں اور انکے واسطوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے ضعف آ گیا .

ان لوگوں سے تعجب ہے جو منہ بھر کر یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد ضعیف حدیثوں پر ہے، اور ان حدیثوں کو دیکھتے ہیں جن کو امام ابوحنیفہؒ کے بہت بعد کے محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، دیکھئے امام بخاریؒ امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے ۴۴

سال بعد پیدا ہوئے، اسی طرح ان کے بعد کے وہ محدثین جنھوں نے حدیث کی کتابیں لکھیں تو اگر ان بزرگوں کی سندوں میں زمانہ کے لمبا ہونے کی وجہ سے ضعف آ گیا ہو تو اس کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے یہاں اس حدیث کا ضعیف ہونا ضروری نہیں، یہ بات ہر اس شخص پر ظاہر ہے جو ناانصافی کا راستہ اختیار نہ کرے .

امام حاکمؒ نے معرفۃ علوم الحدیث میں ۴۹ ویں قسم اس طرح شروع کی :

علوم کی اس قسم میں اُن ثقہ مشہور ائمہ تابعین اور تبع تابعین کو جاننا ہے جن کی حدیثیں جمع کی جاتی ہیں تاکہ ان کو یاد کیا جائے اور ان کا مذاکرہ کیا جائے اور ان سے اور ان کے ذکر سے مشرق سے مغرب تک برکت حاصل کی جائے . اھ

پھر حرمین شریفین کے محدثین کا ایک صفحہ میں تذکرہ کیا اور شام کے محدثین کا ایک صفحہ میں، یمن اور یمامہ کے محدثین کا آدھے صفحہ میں، پھر کوفہ کے محدثین کا تذکرہ کیا تو چار صفحات میں ان کے نام ذکر کئے، ان میں امام ابوحنیفہؒ کا نام بھی ذکر کیا اور امام صاحب کے بہت سے ان اساتذہ کا بھی جن کو مزی نے ذکر کیا اور بہت سے ان تلامذہ کا بھی جن کو سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں ذکر کیا .

امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ ایک سے ایک ہیں، ان میں عطاء بن ابی رباح ہیں جنھوں نے دوسو (۲۰۰) صحابہ کو پایا، عامر شعبی ہیں جن کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ کے سب سے بڑے شیخ ہیں، انھوں نے پانچ سو (۵۰۰) صحابہ کو پایا، سماک بن حرب ہیں جنھوں نے اسی (۸۰) صحابہ کو پایا، ابواسحاق سبیعی ہیں جنھوں نے اڑتیس (۳۸) صحابہ کو پایا، طاؤس ہیں جنھوں نے پچاس (۵۰) صحابہ کو پایا، محمد بن شہاب زہری ہیں جنھوں نے صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے حدیثیں نقل کیں، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن (ربیعۃ الرائے) ہیں جن کے بارے میں امام مالکؒ نے فرمایا: انکے انتقال سے فقہ کی حلاوت اور مٹھاس چلی گئی، نافع مولی

ابن عمر، محمد باقر، قتادہ بن دعامہ، ھشام بن عروہ، یحی بن سعید انصاری ہیں ان کے اور زہری کے بارے میں سعید بن عبدالرحمٰن جمحیؒ نے فرمایا کہ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو بہت سی حدیثیں چلی جاتیں، ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ہیں جنھوں نے صحابہ کو پایا اور ان سے روایت کی .

سوال: اگر کوئی کہے کہ ان مشائخ میں جن کو مزی نے ذکر کیا اور ان سے سیوطیؒ نے نقل کیا ضعیف لوگ بھی ہیں ؟

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضعفاء معدودے چند اور تھوڑے ہیں بنسبت ثقات اور ثبت لوگوں کے جو بہت ہیں، اور تھوڑے ضعفاء میں بھی اختلاف ہے، بعض ان کی توثیق کرتے ہیں اور بعض تضعیف، پھر یہ کہ ابوحنیفہؒ ان سے روایت کرنے میں اکیلے اور منفرد نہیں بلکہ ان کے ساتھ ان سے نقل کرنے میں دونوں سفیان (ابن عیینہ اور ثوری) یا ان دونوں میں سے ایک یا شعبہ یا اعمش یا دوسرے محدثین شریک ہیں پھر امام ابوحنیفہؒ نے کیا جرم کردیا.

پھر ضعیف سے روایت لینے سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ احکام میں ان کی حدیث پر عمل بھی کیا ہو، کبھی مجتہد کو صحیح حدیث نہیں ملتی تو ضعیف حدیث سے استدلال کرلیتا ہے اور اسکو رائے پر مقدم کرتا ہے، اس وقت ضعیف پر عمل کرنے میں کوئی ملامت نہیں، انصاف سے کام لینا چاہئے، اس سے ہٹنا نہیں چاہئے .

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ ان مشائخ میں ایسے لوگ بھی ہیں جن پر تشیع یا ارجاء کا الزام ہے؟

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایسے لوگ بھی تھوڑے ہیں، اور جن کے بارے میں امام صاحب کو بحث وتحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ رفض میں غالی ہیں ان کو چھوڑ دیا جیسا کہ دوسروں نے چھوڑ دیا.

جن کے بارے میں معلوم ہوا کہ تھوڑا تشیع تھا یا صرف تشیع کا الزام تھا ان سے روایت

لینے میں کوئی جرح نہیں، جیسا کہ امام نسائی، حافظ عبدالرزاق صنعانی اور حاکم صاحب مستدرک کا ایسا ہی حال تھا.

رہا ارجاء تو اس کی دو قسمیں ہیں: ارجاء اہل سنت، ارجاء اہل ضلالت .

امام ابوحنیفہؒ اور انکے شیوخ وتلامذہ کا ارجاء اہل سنت کا ارجاء تھا، مولانا عبدالحئیؒ فرنگی محلیؒ نے اپنی کتاب ''الرفع والتکمیل'' میں اس پر بہت لمبی بحث کی ہے اور تفصیل سے بیان کیا ہے.

حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں مِسعر بن کِدام کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ مسعر حجت ہیں، سلیمانی کی بات کا اعتبار نہیں جنھوں نے بہت سے مشائخ اور محدثین کو مرجئہ میں شمار کردیا ارجاء بہت سے بڑے علماء کا مذہب تھا، اس کی وجہ سے ان پر حملہ کرنا مناسب نہیں.

(مولانا عاشق الٰہیؒ کی بات اختصار کے ساتھ ختم ہوئی ص۶۰ تا ۶۲)

شیخ محمد بن یوسف صالحی نے عقود الجمان میں امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا ہے، اور اخیر میں لکھا ہے کہ میں نے ان تمام کے حالات کو اور امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ اور تلامذہ کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے جس کا نام '' **تسھیل السبیل الی معرفة الثقات و الضعفاء و المجاھیل**'' رکھا ہے، اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اس کو مکمل کرنے میں مدد فرمائیں . (عقود الجمان ص ۸۷)

صالحی نے امام صاحبؒ کے (۲۷۵) مشائخ کے نام لکھے ہیں، دیکھئے . (عقود الجمان ص ۶۳ تا ص ۸۷ الباب الرابع).

کوفہ کی اہمیت اور عبداللہ بن مسعودؓ کی محنت اور جانفشانی

امام صاحب کے اساتذہ کی کثرت کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کوفہ میں پیدا ہوئے جو

فقہاء اور محدثین کا مرکز تھا، امام صاحب علم کے حریص تھے، تحصیل علم میں کوشاں تھے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب عراق فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ میں کوفہ بنانے کا حکم دیا، اس کے آس پاس فصیح قبائل کو آباد کیا، عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا تا کہ وہاں لوگوں کو کتاب وسنت کی تعلیم دیں اور کوفہ والوں سے فرمایا کہ میں نے تمکو اپنے اوپر ترجیح دی کہ ابن مسعود کی خود مجھکو ضرورت تھی مگر ان کو میں نے تمہارے پاس بھیج دیا، عبداللہ بن مسعودؓ کے بہت فضائل ہیں جو حدیثوں سے ظاہر ہیں، انھوں نے کوفہ میں لوگوں کو قرآن وسنت کی خوب تعلیم دی، کوفہ کی تعمیر سے لیکر حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے آخر تک محنت کرتے رہے یہاں تک کہ کوفہ قراء، محدثین اور فقہاء سے بھر گیا، مستند علماء نے شمار کیا تو ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک پہونچ گئی۔

کوفہ میں ابن مسعودؓ کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حذیفہ، عمار، سلمان، ابوموسی رضی اللہ عنہم جیسے منتخب صحابہ بھی تھے، یہ لوگ بھی محنت کر رہے تھے، حضرت علیؓ اپنی دور خلافت میں جب کوفہ آئے تو خوش ہوکر فرمایا: اللہ تعالی ابن ام عبد (ابن مسعود) پر رحم فرمائے کہ اس بستی کو علم سے بھر دیا، ایک روایت میں یوں ہے: ابن مسعود کے تلامذہ اس بستی کے چراغ ہیں۔

حضرت علیؓ کا علمی اہتمام بھی ابن مسعودؓ سے کم نہیں تھا، وہ بھی لوگوں کو فقیہ بناتے رہے، یہاں تک کہ کوفہ محدثین، فقہاء اور علوم قرآن اور لغت کے علماء کی کثرت میں ایسا ہوگیا کہ کوئی دوسرا اسلامی شہر اس کی طرح نہیں تھا۔

عجلی نے ذکر کیا ہے کہ کوفہ میں ایک ہزار پانچ سو صحابہ آئے، مسروق تابعی کا کہنا ہے کہ صحابۂ کرام کا علم چھ صحابہ تک منتقل ہوا: علی، ابن مسعود، عمر، زید بن ثابت، ابوالدرداء، ابی ابن کعب رضی اللہ عنہم اور ان کا علم دو میں جمع ہوگیا، علی بن ابی طالب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما (اور معلوم ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ان دونوں کے تلامذہ کے شاگرد ہیں)۔

ابو محمد رامہر مزی نے (المحدث الفاصل) میں اشعث سے انھوں نے انس بن سیرینؒ سے ذکر کیا، انھوں نے فرمایا: کہ میں کوفہ پہونچا تو دیکھا کہ وہاں چار ہزار لوگ حدیث حاصل کر رہے ہیں اور چار سو فقیہ ہو چکے ہیں۔

عفان سے نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم کوفہ پہونچے تو چار مہینہ ٹھہرے اگر ہم ایک لاکھ حدیثیں لکھنا چاہتے تو لکھ لیتے، ہم نے پچاس ہزار حدیثیں لکھیں، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کوفہ میں علم حدیث کا کیا حال تھا۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کی حدیثیں اس زمانہ میں سب کو حاصل ہوجایا کرتی تھیں کیونکہ لوگ کثرت سے حج کیا کرتے تھے، کتنوں نے چالیس یا اس سے زیادہ حج عمرے کئے، امام ابوحنیفہؒ نے پچپن (۵۵) حج کئے۔

امام بخاری اپنی روداد سفر سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں کتنی بار کوفہ گیا مجھے یاد نہیں، گن نہیں سکا، جب کہ دوسرے شہروں میں جانے کی تعداد بتاتے ہیں کہ فلاں شہر میں اتنی بار گیا، فلاں شہر میں اتنی بار۔

کوفہ اور بصرہ میں عربیت کی تدوین ہوئی، کوفہ کے لوگوں نے عربی تمام لہجات کو جمع و محفوظ کیا تا کہ کتاب وسنت اور قراءت کی تمام وجوہ کو اچھی طرح سمجھ سکیں، بصرہ کے لوگوں نے بعض لہجوں کو منتخب کیا۔

کوفہ قرآن کی قراءت اور اسکے نقل میں اتنا ممتاز تھا کہ قراء سبعہ مشہورہ میں سے تین صرف کوفہ کے ہیں، عاصم، حمزہ اور کسائی، اور عشرہ میں سے خلف بھی۔

کوفہ کی علمی خصوصیات کے لئے نصب الرایہ پر علامہ محمد زاہد کوثری کا تقدمہ اور فقہ اہل العراق وحدیثہم کا مطالعہ کرنا چاہئے، یہ باتیں وہیں سے لی گئی ہیں۔

صالحی نے عقود الجمان میں لکھا ہے کہ یزید بن عمر بن ھبیرہ جو بنوامیہ کے آخری بادشاہ

مروان بن محمد کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا اس نے امام صاحب کو بیت المال پر نگراں مقرر کرنا چاہا تو امام صاحب نے انکار کردیا تو اس نے کوڑے لگوائے۔

ایک روایت میں ہے کہ امام صاحب کو کئی دن کوڑے لگوائے تو مارنے والے نے کہا کہ امام صاحب مرجائیں گے، ابن ھبیرہ نے کہا کہ ان سے کہو کہ مجھ کو قسم سے نکال دیں، امام صاحبؒ نے فرمایا: وہ مجھ سے کہے کہ مسجد کا دروازہ شمار کردوں تب بھی میں نہیں کروں گا، مجھے چھوڑو میں اپنے دوستوں سے مشورہ کروں گا، ابن ھبیرہ نے اس کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ ان کو چھوڑ دو، امام صاحب سوار ہوکر مکہ مکرمہ چلے گئے، یہ ۱۳۰ھ کا قصہ ہے، مکہ میں یہاں تک رہے کہ خلافت' بنوعباسیہ کی ہوگئی، امام صاحب کوفہ ابوجعفر کے زمانہ میں آئے، اس نے امام صاحب کا بڑا احترام کیا، امام صاحب کی خدمت میں دس ہزار درہم اور باندی پیش کی، امام صاحب نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ (عقود الجمان ص ۳۱۱ و ۳۱۲)

ابوجعفر کی خلافت ۱۳۷ھ سے شروع ہوتی ہے، اس طرح امام صاحبؒ تقریباً سات سال مکہ مکرمہ میں رہے، اور معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ میں حجاج و معتمرین ہر طرف سے آتے رہتے ہیں، جن میں محدثین، فقہاء، مفسرین، مجتہدین بھی ہوتے ہیں اور امام صاحب کتاب وسنت کے علوم کے فریفتہ تھے، ان سے ضرور استفادہ کرتے رہے ہوں گے، امام صاحب نے ۵۵ حج کئے تھے، اگر ہر حج کے موقعہ پر ستر (۷۰) شیوخ سے استفادہ کیا ہو تو اساتذہ کی تعداد چار ہزار کے قریب ہوجائیگی، سات سال مکہ کے قیام کے زمانہ میں اور کوفہ شہر میں قیام کے زمانہ میں جو استفادہ کیا وہ الگ رہا، اس سے معلوم ہوا کہ کثرتِ شیوخ کی روایت میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ (دیکھئے تبییض الصحیفہ کا حاشیہ ازمولانا عاشق الٰہی برنیؒ ص ۳۷)

امام صاحبؒ کے بعض اساتذہ

۱۔ حماد بن ابی سلیمان م ۱۲۰ھ

۲۔ ربیعہ (الرائے) بن ابی عبدالرحمٰن م ۱۳۶ھ فی قول

۳۔ سماک بن حرب م ۱۲۳ھ

۴۔ سلمہ بن کھیل م ۱۲۱ھ

۵۔ عاصم بن کلیب م ۱۳۷ھ

۶۔ عامر شعبی م ۱۰۳ھ

۷۔ عبدالرحمٰن الاعرج م ۱۱۷ھ

۸۔ عبدالعزیز بن رفیع م ۱۳۰ھ

۹۔ عطاء بن ابی رباح م ۱۱۴ھ

۱۰۔ علقمہ بن مرثد م ۱۱۶ھ تقریبا

۱۱۔ عمرو بن دینار م ۱۲۶ھ

۱۲۔ قتادہ بن دعامہ بصری م ۱۱۸ھ

۱۳۔ محمد بن علی بن حسین الباقر م ۱۱۴ھ

۱۴۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری م ۱۲۴ھ

۱۵۔ موسیٰ بن ابی عائشہ ابوالحسن کوفیؒ

۱۶۔ نافع مولی ابن عمر م ۱۱۷ھ

۱۷۔ ہشام بن عروہ م ۱۴۶ھ

۱۸۔ یحیٰ بن سعید انصاری م ۱۴۴ھ فی قول

۱۹۔ ابواسحاق سبیعی عمرو م ۱۲۶ھ یا ۱۲۹ھ

۲۰۔ ابوالزبیر مکی محمد بن مسلم م ۱۲۶ھ

۲۱۔ سلیمان اعمش م ۱۴۸ھ

۲۲۔ محمد بن سیرین م ۱۱۰ھ

۲۳۔ حکم بن عتیبہ م ۱۱۵ھ

۲۴۔ سالم بن عبداللہ بن عمر م ۱۰۶ھ

۲۵۔ عاصم بن بھدلہ ابن ابی النجود امام قراءت م ۱۲۸ھ

۲۶۔ محارب بن دثار م ۱۱۶ھ

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے چند اساتذہ کا مختصر تذکرہ

ہم امام اعظمؒ کے چند اساتذہ کے حالات کتب رجال کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں، اس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہوگا کہ انکے اساتذہ میں علم حدیث کے بڑے بڑے ائمہ ہیں، جنھوں نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بڑے تابعین سے استفادہ کیا ہے.

حافظ جمال الدین مزّیؒ متوفی ۷۴۲ھ کی تہذیب الکلام کے حوالہ سے حافظ سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں (۷۶) اساتذہ کے نام ذکر کئے ہیں، ان پر مولانا عاشق الٰہی برنیؒ نے حاشیہ میں انکا تعارف کرایا ہے، اس سے استفادہ کرتے ہوئے مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

(۱)۔ حماد بن ابی سلیمان :

حماد بن ابی سلیمان مسلم الاشعری مولاھم ابو اسماعیل الکوفی الفقیہ م ۱۲۰ھ

اساتذہ: حضرت انسؓ، زید بن وھب، سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، عکرمہ، ابو وائل، ابراہیم نخعی، حسن، شعبی وغیرہم سے روایت کیا.

تلامذہ: شعبہ، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، مِسعر بن کدام، ہشام دستوائی، ابو حنیفہ، حکم بن عُتیبہ، سلیمان اعمش، اور دوسرے لوگوں نے ان سے روایت کیا.

مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ سے کہا کہ حماد فتوی دینے بیٹھ گئے، فرمایا: کیوں نہیں فتوی دیں گے، تنہا انھوں نے مجھ اتنا سوال کیا کہ تم سب نے اسکا دسواں حصہ بھی نہیں پوچھا.

ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر حماد سے زیادہ کوئی علمی احسان کرنے والا نہیں.

معمر فرماتے ہیں کہ میں نے زہری، حماد، اور قتادہ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا.

یحی قطان نے فرمایا: حماد مجھے مغیرہ سے زیادہ محبوب ہیں، شعبہ نے فرمایا: حماد سچی زبان والے تھے، یحی بن معین نے فرمایا: حماد ثقہ ہیں، محدث عجلی نے فرمایا: حماد کوفی ثقہ ہیں، ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے. ۱۲۰ھ میں انتقال ہوا. (تہذیب التہذیب لابن حجر ۱۵/۳)

امام ابو حنیفہؒ ان کی خدمت میں اٹھارہ (۱۸) سال تک رہے. (سیر اعلام النبلاء ۶/ ۳۴، مناقب موفق مکی ص۵۲)

(۲)۔ ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن فروخ ابو عثمان مدنی (ربیعۃ الرای) م ۱۳۶ھ فی قول

اساتذہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، سعید بن المسیبؒ، قاسم بن محمدؒ، ابن ابی لیلیٰؒ وغیرہم سے روایت کیا.

تلامذہ: یحی بن سعید انصاری، امام مالک، شعبہ، ثوری، ابن عیینہ، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد وغیرہ نے آپ سے روایت کیا، ثقہ ثبت تھے، مدینے کے مفتی تھے، بعض صحابہ اور اکابر تابعین کو پایا، مدینہ کے بڑے لوگ ان کے پاس بیٹھتے تھے، ان کی مجلس میں چالیس (۴۰) آدمی عمامہ کے ساتھ گِنے جاتے، امام مالکؒ نے فرمایا: ان کے انتقال سے فقہ کی مٹھاس چلی گئی. اھ، امام مالکؒ ان سے فقیہ بنے، ابن الماجشون نے فرمایا: تم ربیعۃ الرای کہتے ہو میں نے ربیعہ سے زیادہ سنت کو یاد کرنے والا کسی کو نہیں پایا. (تذکرۃ الحفاظ ۱۱۸/۳ وتہذیب التہذیب ۲۳۰/۳)، امام حافظ فقیہ مجتہد تھے، رای کی بصیرت رکھنے والے تھے اسلئے ان کو ربیعۃ الرای کہتے تھے، خطیب نے فرمایا: فقیہ عالم، فقہ وحدیث کے حافظ تھے. (تذکرہ)

(۳)۔ سِماک بن حرب بن اوس البکری الکوفی ابو المغیرہ م ۱۲۳ھ

اساتذہ: حضرت جابرؓ،نعمان بن بشیرؓ،انس بن مالکؓ،عبداللہ بن زبیرؓ،طارق بن شہابؓ، ابراہیم نخعیؒ،سعید بن جبیرؒ، شعبی،عکرمہ وغیرہم سے استفادہ کیا، حماد بن سلمہ نے آپ سے نقل کیا کہ میں نے اسی (۸۰) صحابہ کو پایا.

تلامذہ: بیٹے سعیدؒ،سلیمان اعمشؒ، داود بن ابی ہندؒ،شعبہؒ،ثوریؒ وغیرہم نے آپ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا، ابن عدی نے فرمایا: کوفہ کے بڑے تابعین میں سے تھے، انکی حدیثیں اچھی ہیں، سچے ہیں، ان میں کوئی حرج نہیں. (تہذیب ۲۱۱/۴)

(۴)۔ عامر بن شراحیل بن عبد ابوعمرو الکوفی الشعبی الحمیریؒ م ۱۰۴ھ فی قول .

اساتذہ: علی بن ابی طالبؓ،سعد بن ابی وقاصؓ،سعید بن زیدؓ، زید بن ثابتؓ،عبادہ بن صامتؓ،ابوموسی اشعریؓ،ابومسعود انصاریؓ،ابو ہریرہؓ،مغیرہ بن شعبہؓ،نعمان بن بشیرؓ، جریر ابن عبد اللہؓ، جابر بن سمرہؓ، وغیرہ صحابہ سے آپ نے تحصیل علم کیا.

حافظ نے تہذیب میں ستاون (۵۷) صحابہ کے نام لئے جن سے شعبی نے تحصیل علم کیا اوراٹھارہ (۱۸) تابعین کے نام بتائے جن سے استفادہ کیا، شعبی سے یہ بھی مذکور ہے کہ میں نے پانچ سو (۵۰۰) صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا.

تلامذہ: حافظ نے تہذیب میں ان کے انتالیس (۳۹) شاگردوں کو ذکر کیا جو بڑے بڑے تابعین اور پسندیدہ علماء ہیں (انہی میں امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں).

امام ذہبی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام شعبیؒ امام ابوحنیفہؒ کے سب سے بڑے شیخ ہیں اور لکھا کہ امام، حافظ، فقیہ، متقن، ثبت اور مختلف علوم میں ماہر تھے. (تذکرۃ الحفاظ ۶۳/۱)

اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام شعبی ہی نے امام صاحب کو تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا. (عقود الجمان ۱۶۰)، ابومجلز نے فرمایا کہ میں نے شعبی سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا،

مکحول نے بھی یہ فرمایا.

حافظہ: شعبی کا حافظہ ایسا تھا کہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی کوئی چیز لکھی نہیں اور کسی نے کوئی حدیث بیان کی تو اسکو بھولا نہیں، اور کسی سے میں نے کبھی حدیث کو دوبارہ بیان کرنے کو نہیں کہا. (تہذیب ۶۱/۵)، ابن معین، ابوزرعہ اور کئی لوگوں نے فرمایا: کہ شعبی ثقہ ہیں، شعبی کی ولادت ۱۹ھ یا ۲۰ھ میں ہوئی تھی، فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے. (ایضا ۶۳/۵)

(۵)۔ عبدالعزیز بن رفیع ابوعبداللہ المکی الطائفی الکوفی م ۱۳۰ھ

اساتذہ: حضرت انسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابوالطفیلؓ وغیرہم سے تحصیل علم کیا.

تلامذہ: عمرو بن دینار (جوانکے شیخ بھی ہیں)، اعمش، مغیرہ، اسرائیل، ابراہیم بن طہمان، شعبہ، ابوالاحوص، ابن عیاش، دونوں سفیان، اور دوسروں نے استفادہ کیا، ثقہ تابعی تھے، ان کی حدیثیں حجت تھیں. (تہذیب ۲۹۷/۶)

(۶)۔ عطاء بن ابی رباح اسلم مولی قریش م ۱۱۴ھ

عطا فرماتے ہیں کہ میں نے دوسو (۲۰۰) صحابہ کو پایا، ابورباح کا نام اسلم تھا.

اساتذہ: ابن عباس، ابن الزبیر، اسامہ بن زید، جابر بن عبداللہ، ابو ہریرہ، زید بن ارقم، عقیل بن ابی طالب، عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کیں.

تلامذہ: ان سے ابواسحاق سبیعی عمرو بن عبداللہ، مجاہد، زہری، ایوب سختیانی، حکم بن عتیبہ، اعمش، اوزاعی، عمرو بن دینار، سلمہ بن کھیل، قتادہ، ابن ابی لیلی، ابوحنیفہ رحمہم اللہ اور انکے علاوہ بہت سے لوگوں نے حدیث سنی.

کثیر حدیث والے، ثقہ، فقیہ عالم تھے، مکہ مکرمہ میں بڑے ہوئے، مکہ مکرمہ کے بڑے

مفتی تھے، ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے: مکہ والو! تم میرے پاس آتے ہو جب کہ تمہارے پاس عطا موجود ہیں، ایسی ہی بات ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: جتنے لوگوں سے میں ملا ان میں کسی کو عطا سے افضل نہیں دیکھا، عطاء کے انتقال کے دن اوزاعی نے فرمایا: زمین والوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ تھے، ابن جریج فرماتے ہیں: مسجد بیس (۲۰) سال تک عطاء کا فرش (بچھونا) تھی، بہت اچھی نماز پڑھنے والوں میں تھے.

ذہبی فرماتے ہیں: وہ ثبت، پسندیدہ، حجت، امام عظیم الشان تھے، تابعین میں فقہ، علم، ورع اور فضیلت کے لحاظ سے سردار تھے. (تہذیب ۱۷۵/۷)

عطاء نے فرمایا: امت کا اجماع ہمارے یہاں اسناد سے بہتر ہے. اھ (ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ۳۰۷/۹)، مسائل کی تدوین اور احکام کے نکالنے میں یہی امام ابوحنیفہؒ کا بھی طریقہ تھا. (الانتقاء ۱۴۹)

امام ابوحنیفہؒ جب آجاتے تو حضرت عطاء مجلس میں ان کو آگے بیٹھاتے، امام صاحب جبتک مکہ مکرمہ میں رہے عطاء سے خوب فائدہ اٹھایا اور مکہ میں امام صاحب کا قیام سات (۷) سال کے قریب تھا جیسا کہ گزرا.

حضرت عطاء اصلا غلام تھے، کالے تھے، کانے تھے، ناک چپٹی تھی، ہاتھ سے بھی معذور تھے، ہاتھ خشک تھا، بعد میں نابینا بھی ہوگئے تھے، عبداللہ بن زبیر کے ساتھ (لڑائی) میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا، مناسک حج کے بڑے ماہر تھے. (تہذیب ۱۷۵/۷)

(۷)۔ عکرمہ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما البربری ابوعبداللہ المدنیؒ م ۱۰۷ھ

اساتذہ: ابن عباس، علی بن ابی طالب، ابوہریرہ، ابن عمر، ابوسعید خدری، عقبہ بن عامر، عائشہ، حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا.

تلامذہ: ابراہیم نخعی، جابر بن زید، شعبی، ابوالزبیر قتادہ، سماک بن حرب، داود بن ابی ہند، حکم

بن عتیبہ اور بہت لوگوں نے، (امام اعظمؒ نے بھی) آپ سے استفادہ کیا، احمد بن زہیر نے فرمایا: عکرمہ اپنی مرویات میں سب سے زیادہ مضبوط ہیں، عجلی نے فرمایا: مکی ہیں، تابعی ہیں، ثقہ ہیں، خارجیت کے الزام سے بری ہیں، بخاری نے فرمایا: ہمارے تمام ساتھی عکرمہ سے استدلال کرتے ہیں، نسائی نے فرمایا ثقہ ہیں، شہر بن حوشب نے عکرمہ کو **حبر هذه الامة** فرمایا، سعید بن جبیر سے پوچھا گیا: آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ فرمایا: ہاں عکرمہ ہیں، حافظ نے ان کا تذکرہ چھ سات (۶۔۷) صفحات میں کا ہے.

عکرمہ سے مختلف شہروں کے تین سو (۳۰۰) سے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہے، ان میں ستر (۷۰) سے زیادہ بڑے بڑے تابعین ہیں. (تہذیب ۲۳۳/۷)

یہ حصین بن ابی الحر عنبری کے غلام تھے، انکی اصل بربر سے ہے، ابن عباسؓ حضرت علی کے دور میں جب بصرہ کے گورنر تھے اس وقت حصین نے ابن عباس کو ہبہ کیا. (۲۲۸/۷)

ابن عباسؓ کا انتقال ہوگیا اور عکرمہ ابھی غلام تھے، ان کے بیٹے علی نے ان کو فروخت کیا پھر واپس لے کر آزاد کیا. (تہذیب ۲۲۹/۷)

(۸)۔ عمرو بن دینار ابومحمد المکی الجُمحی مولاهم الأثرم م ۱۲۶ھ

عالم الحرم أحد الأعلام .

اساتذہ: ابن عباس، ابن الزبیر، ابن عمر، عبداللہ بن عمرو، جابر بن عبداللہ، ابوالطفیل رضی اللہ عنہم وغیرہم سے تحصیل علم کیا، **أحد الأعلام**، بڑے لوگوں میں ایک ہیں.

تلامذہ: قتادہ (ومات قبله)، ایوب، جعفر صادق، مالک، شعبہ، دونوں حماد، (ابن زید، ابن سلمہ)، دونوں سفیان (ثوری، ابن عیینہ) اور دوسرے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا، امام اعظم نے بھی.

ابن عیینہ نے فرمایا: **ثقه ثقه ثقه**، نسائی نے فرمایا: **ثقة ثبت**، اور لوگوں نے

بھی توثیق کی،ثقہ ثبت کثیر الحدیث تھے، سچے عالم تھے،اپنے زمانہ میں مکہ مکرمہ کے مفتی تھے، ستر(۷۰)سال سے زیادہ عمر پائی . (تہذیب ۱۵/۸)

امام زہری،عبداللہ بن ابی نجیح وغیرہ نے ان کے بارے میں بہت اونچے الفاظ استعمال کئے ہیں،عمرو بن دینار نے امام اعظمؒ سے باوجود شاگرد ہونے کے حدیث روایت کی ،اسلئے شاگرد بھی ہوئے . (کردری ۷ ۴۹ عقود الجمان ۱۸۳)

عمرو بن دینار امام اعظمؒ کا بہت احترام کرتے تھے،انکے آنے پر انہی کی طرف متوجہ ہوجاتے. (اخبارابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ۸۰ بحوالہ امام صاحب کا محدثانہ مقام،مولانا ظہوراحمد حسینی ۱۸۵)

(۹)۔ امام قتادہ بن دعامہ بن قتادہ ابوالخطاب السدوسی البصریؒ م ۱۱۷ھ

اساتذہ : انس بن مالک،عبداللہ بن سرجس،ابوالطفیل،رضی اللہ عنہم وغیرہم صحابہ سے ، نیز سعید بن المسیب،عکرمہ،ابوالشعثاء،حسن بصری،ابن سیرین،عطاء بن ابی رباح وغیرہم سے روایت کیا .

تلامذہ : ایوب سختیانی،شعبہ،مسعر ، ہشام دستوائی ،لیث بن سعد وغیرہم نے آپ سے حدیث سنی ، (امام ابوحنیفہؒ نے بھی)

نابینا پیدا ہوئے تھے،حافظہ بہت عمدہ تھا، بُکیر بن عبداللہ مزنی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ یادرکھنے والا کسی کو نہیں پایا،حدیث کو جس طرح سنتے اسی طرح بیان کرتے، فرماتے ہیں: میں نے کسی محدث سے دہرانے کی درخواست نہیں کی، میرے کانوں نے جو کچھ سنا اس کو میرے دل نے محفوظ کرلیا.

ابن سعد فرماتے ہیں کہ قتادہ قابل اعتماد اور قابل اطمینان تھے،حدیث میں حُجت تھے.

سعید بن المسیب نے فرمایا: قتادہ سے بہتر کوئی عراقی میرے پاس نہیں آیا،سعید بن

المسیب سے جتنی حدیثیں سنی تھیں سب سنادیں، تو فرمایا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالی نے تجھ جیسا کسی کو پیدا فرمایا..

امام زہری کے نزدیک قتادہ' مکحول سے بڑے عالم تھے، عبدالرحمٰن بن مھدی نے فرمایا: قتادہ ' حُمید طویل جیسے پچاس (۵۰)لوگوں سے بڑے حافظ تھے، امام احمد فرماتے ہیں کہ قتادہ اہلِ بصرہ میں سب سے بڑے حافظ تھے،جو سنتے یاد کرلیتے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ ایک دفعہ ان کو سنایا گیا سب یاد کرلیا.

واسط میں طاعون میں انتقال ہوا، ۷۶ یا ۷۷سال کے تھے،۶۱ھ میں پیدا ہوئے تھے، ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں انتقال ہوا . (تہذیب التہذیب ۳۰۸/۸)

(۱۰) ۔ محمد بن علی بن الحسین بن علی ابوجعفر محمد باقر مدنی ہاشمیؒ

ولادت ۵۶ھ وفات ۱۱۴ھ

اہل بیت میں سے ہیں،علی بن حسین زین العابدینؒ کے صاحبزادہ ہیں،اورجعفرصادقؒ کے والد بزرگوار،علم کی گہرائی اور وسعت کی وجہ سے باقر کہے جاتے ہیں .

اساتذہ : سمرہ بن جندب،ابن عباس،ابن عمر،ابوہریرہ،ابوسعید خدری، جابر،انس،حسن بن علی، حسین بن علی رضی اللہ عنہم صحابہ سے اور اپنے والدعلی اور محمد بن الحنفیہ وغیرہم سے حدیثیں روایت کیں .

تلامذہ :صاحبزادہ جعفر،عبدالرحمٰن اعرج،زہری،عمرو بن دینار،اوزاعی،ابن جریج،اعمش، وغیرہ نے آپ سے استفادہ کیا (امام اعظم نے بھی)

توصیف وتعریف : تابعی ثقہ تھے،فقہاء اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے، ابن سعد نے فرمایا: ثقہ کثیر الحدیث تھے.اھ ، ان کی والدہ سیدنا حسن بن علی کی بیٹی تھیں .

سالم بن ابی حفص فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے اور ان کے بیٹے جعفر سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا تو دونوں نے فرمایا: سالم! ان سے محبت کرو، ان کے دشمنوں کی بات چھوڑو، یہ دونوں ہدایت کے امام تھے.

محمد باقر نے یہ بھی فرمایا: میں نے اپنے خاندان میں کسی کو نہیں پایا مگر وہ ان دونوں سے محبت کرتے تھے. (تہذیب ۹/۳۰۳)

ان کو باقر اسلئے کہتے تھے کہ علم کی گہرائی میں اتر کر اندر تک بات معلوم کر لی تھی، ابوجعفر امام تھے اور مجتہد، اللہ تعالی کی کتاب تلاوت کرنے والے اور بڑی شان والے تھے.
(سیر اعلام النبلاء ۴/۴۰۲)

حضرت جابرؓ کے ذریعہ محمد باقر کو آنحضرت ﷺ کا سلام پہونچا تھا، اس کیلئے ابن عساکر کی تاریخ دمشق ۵۴/۲۷۶ اور سبط ابن الجوزی کی تذکرۃ الخواص ص ۳۰۳ کا حوالہ دیا گیا ہے.
(دیکھئے امام ابوحنیفہ امام الائمۃ فی الحدیث، پروفیسر محمد طاہر قادری ۴۳۳)

امام اعظمؒ کی حضرت باقر کے ساتھ قیاس کے بارے میں ایک طویل گفتگو ہے جو مناقب امام اعظم موفق مکی میں مذکور ہے. (دیکھئے ۱/۱۴۳)

ایک دفعہ امام اعظم حضرت محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے، کچھ سوالات کئے، ابو جعفر نے جوابات دیئے، جب امام اعظم چلے گئے تو فرمایا: ان کی سیرت اور چال ڈھال کتنی اچھی ہے اور ان کی سمجھ داری کتنی زیادہ ہے. (الانتقاء مع ترجمہ ص ۹۰)

(۱۱)۔ امام زہری، محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب قرشی مدنی ابوبکرؒ

أحد الأئمة الأعلام و عالم الحجاز و الشام

ولادت ۵۰ھ یا ۵۸ھ وفات ۱۲۴ھ

امام زہری، حافظ حدیث بڑے ائمہ میں سے ایک تھے، حجاز اور شام کے عالم تھے.

اساتذہ: عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن جعفر، ربیعہ بن عباد، مسور بن مخرمہ، عبدالرحمن بن ازہر، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، سہل بن سعد، انس بن مالک، جابر، ابوالطفیل وغیرہم کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی، ابن عمر سے روایت میں اختلاف ہے، اور دوسرے بہت سے تابعین سے بھی حدیث روایت کی.

تلامذہ: عطاء بن ابی رباح، ابوالزبیر مکی، عمر بن عبدالعزیز، عمرو بن دینار، صالح بن کیسان، مالک، لیث بن سعد، وغیرہم بہت سے لوگوں نے آپ سے حدیث سنی (امام ابوحنیفہؒ نے بھی)

کمالات: قوت حافظہ بہت تھی، فرمایا: میں نے جو کچھ دل میں ڈالا اس کو بھولا نہیں، نقلہ اللیث عنہ، اور فرمایا: کسی عالم سے میں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے سمجھا دیجئے اور کسی سے یہ بھی نہیں کہا کہ ایک دفعہ اور کہہ دیجئے، نقلہ عنہ مالک.

عمرو بن دینار نے فرمایا: زہری سے زیادہ حدیث بیان کرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا، عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ان سے زیادہ گزری ہوئی سنت کو جاننے والا کوئی نہیں رہا، اُس وقت حسن بصری جیسے لوگ زندہ تھے.

اسی طرح کی بات مکحول شامی، لیث مصری، معمر اور ایوب سختیانی وغیرہ سے مروی ہے.

زہری نے فرمایا: اس علم کو میری طرح کسی نے عام اور مشہور نہیں کیا، نقلہ عنہ اللیث

ہشام بن عبدالملک نے زہری سے کہا کہ میرے اس بچہ کو حدیثیں لکھوا دیجئے، امام زہری نے کاتب کو بلا کر چار سو (۴۰۰) حدیثیں لکھوادیں، پھر ہشام نے ایک دفعہ کہا کہ وہ کتاب گم ہوگئی، زہری نے دوبارہ لکھوادی، ہشام نے دونوں کا مقابلہ کیا تو ایک حرف کی کمی نہیں تھی، زہری کی کل حدیثیں دو ہزار دو سو ہیں (۲۲۰۰) قالہ ابوداود.

امام مالکؒ فرماتے ہیں: زہری بہت سخی تھے. (تہذیب التہذیب ۹/۳۸۵ تا ۳۸۷)

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں زہری کا لمبا تذکرہ کیا ہے، لکھا ہے کہ امام زہری امام

سعید بن المسیب کے ساتھ آٹھ سال یا دس سال تک اس طرح بیٹھے کہ ان کا گھٹنہ سعید کے گھٹنہ سے چھو رہا تھا، اور مشائخ حدیث کے پاس تختیاں لے کر جاتے اور جو سنتے لکھ لیتے، یہاں تک کہ اس زمانہ کے سب سے بڑے علماء میں سے ہوگئے، اور اہل زمانہ ان کے محتاج ہوگئے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۵۱ طبع دار ابن رجب)

زہری پہلے شخص ہیں جنھوں نے حدیثوں کو جمع کیا، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۱۰۱ھ) کا حکم پا کر سب سے پہلے جنھوں نے حدیث کو جمع کیا وہ زہری ہیں، یہ کام پہلی صدی کے آخر میں ہوا، عمر بن عبدالعزیز کا حکم ۹۹ھ میں صادر ہوا تھا۔ (فتح الباری ۱/۲۰۸)

ابن کثیر لکھتے ہیں: زہری شام چلے گئے جب ایک دفعہ مدینہ میں قحط پڑا، اور زیادہ بچوں والے تھے، وہاں عبدالملک نے ان کا بہت اکرام کیا، قرضہ ادا کر دیا اور انعام بھی دیا، اور کہا جاؤ علم حاصل کرو، اور بیت المال سے وظیفہ جاری کر دیا، بعد میں عبدالملک کے دوست ہوگئے، انکے بیٹوں ولید، سلیمان، یزید کے ساتھ بھی تعلق رہا، عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ بھی، یزید بن عبدالملک نے انکو سلیمان بن حبیب کے ساتھ قاضی بنایا تھا، پھر ہشام بن عبدالملک سے اور تعلق ہوا، انکے ساتھ حج بھی کیا اور اس نے ان کو اپنی اولاد کا معلم بنایا، ۱۲۴ھ میں ہشام سے ایک سال پہلے انتقال ہوگیا۔ (۱۰/۵۱)

حضرت امیر معاویہ کی خلافت کے آخر میں ۵۸ھ میں پیدا ہوئے تھے، پست قد تھے، ڈاڑھی کے بال کم تھے، (سر) کے بال لمبے تھے، رخسار ہلکے تھے، اسی (۸۰) دنوں میں قرآن پڑھ لیا تھا۔ (ایضا)

عمرو بن دینار فرماتے ہیں: میں نے زہری سے زیادہ حدیث بیان کرنے والا نہیں پایا، دینار و درہم انکے یہاں بالکل بے وزن تھے، مینگنی کے درجہ میں تھے، میں جابر، ابن عباس، ابن عمر، ابن الزبیر کے پاس بھی بیٹھا ہوں لیکن زہری سے زیادہ ترتیب کے ساتھ حدیث بیان

کرنے والا نہیں دیکھا۔

زہری فرماتے ہیں کہ میں ۴۵ سال تک حجاز سے شام اور شام سے حجاز آتا جاتا رہا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ زہری جب مدینہ آتے تو کوئی اور حدیث بیان نہیں کرتا، یہاں تک کہ چلے جائیں۔

زہری کی قبر فلسطین میں ہے، ایک دفعہ اوزاعی ان کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: تمہارے اندر کتنا علم و حلم ہے۔ (ایضا ۱۰/۴-۵۲)

(۱۲)۔ نافع ابن الفقیہ مولی ابن عمر ابوعبداللہ المدنیؒ م ۱۱۷ھ

ابن عمرؓ نے کسی غزوہ میں ان کو پایا تھا (بعد میں آزاد کر دیا)

اساتذہ: ابن عمر، ابو ہریرہ، ابولبابہ بن عبدالمنذر، ابوسعید خدری، رافع بن خدیج، عائشہ، ام سلمہ، رضی اللہ عنہم اور بہت سے تابعین رحمہم اللہ سے اکتساب فیض کیا۔

تلامذہ: ان کے بیٹے، صالح بن کیسان، یونس بن عبید، یزید بن ابی حبیب، ابواسحاق سَبیعی، زہری، موسیٰ بن عقبہ، ابن جریج، اوزاعی، مالک، اور بہت سارے لوگ ان سے روایت کرتے ہیں، (انہی میں امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں)

تعریف وتوصیف: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب میں کوئی حدیث ابن عمر کی نافع سے سن لیتا ہوں تو مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ کسی اور سے سنوں، امام بخاری کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح سند مالک عن نافع عن ابن عمر تھی۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اللہ تعالی نے ہم پر احسان کیا کہ نافع ہم کو دیا۔

ابن سعد نے فرمایا: نافع ثقہ کثیر الحدیث تھے، عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو مصر بھیج دیا تھا کہ لوگوں کو سنتیں سکھائیں۔

احمد بن صالح مصریؒ نے فرمایا: نافع حافظ ثبت تھے، ان کی بڑی شان تھی، مدینہ والوں کے نزدیک وہ عکرمہ سے بڑھ کر تھے.

خلیلی نے فرمایا: نافع مدینہ میں ائمۂ تابعین میں سے تھے، علم میں متفق علیہ امام تھے، انکی تمام روایتیں صحیح تھیں، بعض لوگ انکو سالم پر مقدم کرتے ہیں اور بعض لوگ ان کے برابر قرار دیتے ہیں، ان کی روایتوں میں غلطی نہیں معلوم، عجلی، نسائی اور ابن خراش نے کہا کہ ثقہ ہیں. (تہذیب ۳۶۹/۱۰)

اصلا بلاد مغرب سے تھے یا نیشاپور کے یا کابل کے، ان کے علاوہ اقوال بھی ہیں، **و كان من الثقات النبلاء و الأئمة الأجلاء .** (البدایہ والنہایہ ۲۹/۱۰)

(۱۳)۔ ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام اسدیؒ ابوالمنذر م ۱۲۶ھ فی قول

عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا، انھوں نے ہشام کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دی، سہل بن سعد، جابر، اور انس رضی اللہ عنہم کو بھی دیکھا، ۶۱ھ میں پیدا ہوئے تھے.

اساتذہ: اپنے والد عروہ، چچا عبداللہ بن زبیر، اور اپنے دونوں بھائی عبداللہ اور عثمان، چچازاد بھائی عبّاد بن عبداللہ بن زبیر، اپنی بیوی فاطمہ بنت المنذر وغیرہ سے حدیث روایت کی.

تلامذہ: ایوب سختیانی، عبیداللہ بن عمر، معمر، ابن جریج، شعبہ، لیث بن سعد، امام مالک، وکیع، اور بہت سے لوگوں نے آپ سے روایت کیا (امام ابوحنیفہؒ نے بھی).

حالات: ابن سعد اور عجلی نے فرمایا: کہ ثقہ تھے، ابن سعد نے یہ بھی فرمایا: کثیر الحدیث حجت تھے، ابوحاتم نے فرمایا: ثقہ تھے، حدیث میں امام تھے، ابن وہب نے فرمایا: ہمارے یہاں آئے تو حسن بصری اور ابن سیرین کی طرح تھے، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: متقن (مضبوط حافظہ والے)، مفتی، فاضل، حافظ تھے.

عراق کی انکی حدیثوں میں بعض لوگوں نے کچھ کلام کیا ہے. (تہذیب التہذیب ۴۶/۱۱)

ذہبی نے فرمایا: **أحد الأعلام حجة امام لكن في الكبَر تناقص حفظه و لم يختلط أبدا** ، اور لکھا کہ ابن القطان کی بات کا کچھ اعتبار نہیں جنھوں نے کہہ دیا کہ کہ مختلط ہوگئے تھے اور متغیر ہوگئے تھے. اھ ہاں تھوڑا تغیر ہوا، پہلے جیسا حافظہ نہیں رہا، اس سے کیا ہوا، کیا وہ بھول سے معصوم تھے. (میزان الاعتدال ۳۰۱/۴)

(۱۴)۔ یحی بن سعید بن قیس بن عمروؒ انصاری نَجّاری ابوسعید مدنی قاضی م ۱۴۴ھ

اساتذہ: حضرت انس، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، واقد بن عمرو، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، قاسم ابن محمد، زہری، نافع مولی ابن عمر، ابوزبیر مکی، حمید طویل وغیرہم سے سنا.

تلامذہ: زہری، مالک، محمد بن اسحاق، ابن ابی ذئب، اوزاعی، شعبہ، دونوں سفیان، لیث بن سعد، ابن جریج وغیرہم (انہی میں امام ابوحنیفہؒ بھی) نے ان سے سنا.

توثیق وتعریف: ابن سعد نے فرمایا: ثقہ کثیر الحدیث ثبت حجت تھے، ایوب سختیانی مدینہ منورہ سے آئے تو فرمایا: میں نے مدینہ میں یحی بن سعید سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا، سفیان ثوری نے فرمایا: مدینہ والوں کے نزدیک زہری سے بھی زیادہ بزرگ تھے، عجلی نے فرمایا: مدینہ کے تابعی ثقہ تھے، ان میں فقہ بھی تھی، نیک آدمی تھے، حیرہ کے قاضی تھے، نسائی نے فرمایا: ثقہ ثبت تھے، احمد بن حنبل، یحی بن معین ابوحاتم، ابوزرعہ ان سب نے یحی کی توثیق کی.

علی بن مدینی نے فرمایا: مدینہ منورہ میں کبار تابعین کے بعد زہری، یحی بن سعید، ابو الزناد اور بکیر بن اشجع سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا، سعید بن عبدالرحمٰن جمحی نے فرمایا: یحی بن سعید سے زیادہ زہری کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو بہت سی حدیثیں چلی جاتیں. (تہذیب ۱۹۴/۱۱)

(۱۵)۔ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السَّبِیعی الکوفی الھمدانی م ۱۲۷ھ

سبیع ہمدان قبیلہ کی ایک شاخ ہے، حضرت عثمانؓ کی خلافت میں دوسال باقی تھے تو پیدا ہوئے، ۳۲ھ یا ۲۹ھ میں پیدا ہوئے ۔

اساتذہ : حضرت علی، مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا، بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں کو صرف دیکھا، ان سے سنا نہیں، زید بن ارقم، براء بن عازب، جابر بن سمرہ، حارثہ بن وہب خزاعی، سلیمان بن صرد، نعمان بن بشیر، ابوجحیفہ سوائی وغیرہ صحابہ اور بہت سے تابعین سے روایت کی۔

تلامذہ : انکے بیٹے یونس اور پوتے اسرائیل بن یونس اور دوسرے پوتے یوسف بن اسحاق، قتادہ، سلیمان اعمش، ثوری، ابن عیینہ، سلیمان تیمی وغیرہ بہت سے لوگوں نے آپ سے روایت کیا۔

تعریف : یحی بن معین اور نسائی نے فرمایا: ثقہ ہیں، ابن مدینی نے فرمایا: ہم نے ان کے تین سو (۳۰۰) یا چار سو (۴۰۰) مشایخ شمار کئے، ان میں ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) ایسے ہیں جن سے ان کے سوا کسی اور نے نہیں روایت کیا ۔

محدث عجلی فرماتے ہیں: کوفی تابعی ثقہ ہیں، شعبی ان سے دوسال بڑے تھے۔

ابوحاتم فرماتے ہیں: ثقہ ہیں، ابواسحاق شیبانی سے زیادہ حافظ ہیں، کثرت روایت اور رجال میں توسع کے لحاظ سے زہری کی طرح تھے ۔

۱۲۶ھ یا ۱۲۷ھ یا ۱۲۸ھ یا ۱۲۹ھ میں انتقال ہوا ، عمر شریف سو (۱۰۰) کے قریب تھی ۔ (تہذیب ۸/۵۴)

(۱۶)۔ محمد بن منکدر بن عبداللہ بن ہُدیر مدنی قرشی تیمیؒ م ۱۳۰ھ

أحد الأئمة الأعلام

مشایخ : ابوہریرہ، عائشہ، ابوایوب، سفینہ، ابوقتادہ، انس، جابر، ابوامامہ، ابن الزبیر، ابن عباس، ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور بہت سے تابعین سے روایت کی ۔

تلامذہ: عمرو بن دینار، زہری، سہیل بن ابی صالح، ابن جریج، مالک، شعبہ، اوزاعی، ثوری، ابن عیینہ، موسی بن عقبہ، ہشام بن عروہ، یحی بن سعید انصاری وغیرہم نے ان سے استفادہ کیا (انہی میں امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں)

تعریف وتوصیف : ابن عیینہ نے فرمایا: سچائی کی کانوں میں سے تھے، صلحاء انکے پاس جمع ہوتے تھے، ان سے زیادہ کوئی اس لائق نہیں تھا کہ قال رسول اللہ ﷺ کہے اور اسکو قبول کیا جائے، حمیدی نے کہا: ابن المنکدر حافظ ہیں، ابن معین اور ابوحاتم نے فرمایا: ثقہ ہیں، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: کہ قراء کے سرداروں میں سے تھے، واقدی نے فرمایا: ثقہ، پرہیزگار، عبادت گزار تھے، حدیث کم تھی لیکن جابرؓ سے بہت بیان کیا کرتے تھے، عجلی نے فرمایا: مدنی تابعی ثقہ ہیں، یعقوب بن شیبہ نے فرمایا: بہت صحیح حدیث والے تھے، ابراہیم بن المنذر نے فرمایا: حفظ واتقان اور زہد میں انتہاء کو پہونچے ہوئے تھے، حجت تھے، واقدی وغیرہ نے کہا کہ ۱۳۰ھ میں انتقال ہوا، بخاری نے فروی سے نقل کیا کہ ۱۳۱ھ میں انتقال ہوا، ابن المدینی نے اپنے والد سے نقل کیا کہ چھہتر (۷۶) سال کی عمر تھی، رحمہ اللہ تعالی ۔

(تہذیب التہذیب ۹/۴۰۸)

(۱۷)۔ ابوالزبیر مکی محمد بن مسلم الاسدی مولاہم م ۱۲۶ھ

مشایخ: عبادلہ اربعہ (عبدبن عمرو، ابن عمر، ابن عباس، ابن الزبیر)، عائشہ، جابر، ابوالطفیل، صحابہ رضی اللہ عنہم میں اور سعید بن جبیر، عکرمہ، طاؤس وغیرہم بہت سے تابعین آپکے اساتذہ ہیں ۔

تلامذہ: عطاء (وہ شیخ بھی ہیں)، زہری، ایوب، اعمش، ابن جریج، یحی بن سعید انصاری،

مالک، ثوری، ابن عیینہ اور بہت سے لوگ آپ کے شاگرد ہیں ۔

تعریف وتوصیف: ابن عیینہ نے فرمایا: ابوالزبیر کہتے تھے کہ عطاء مجھ کو جابرؓ کی طرف مقدم کرتے تھے تاکہ میں ان کے لئے حدیثیں یاد کروں ۔

یعلی بن عطاء نے فرمایا: مجھ سے ابوالزبیر نے بیان کیا اور وہ عقل میں سب سے کامل اور سب سے بڑے حافظ تھے، امام احمد نے فرمایا: ابوالزبیر مجھے سفیان سے زیادہ پسند ہیں کیونکہ وہ حدیث ان سے زیادہ جانتے تھے ۔

یحی بن معین اور نسائی نے ابوالزبیر کی توثیق کی ہے، امام مالک نے بھی ابوالزبیر سے کچھ حدیثیں نقل کی ہیں، اور مالک صرف ثقہ ہی سے حدیثیں نقل کرتے ہیں ۔

ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: کہ جس نے ان کو عیب لگایا اس نے انصاف نہیں کیا، جو وزن میں جھکا کر دے وہ اسکی وجہ سے ترک کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

علی بن مدینی نے ابوالزبیر کو ثقہ ثبت کہا، ابن معین نے کہا مجھے ابوالزبیر سفیان سے زیادہ محبوب ہیں، ساجی نے فرمایا: صدوق حجت ہیں احکام میں، ان سے اہل نقل نے روایت کیا ہے اور انکو قبول کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے، بخاری نے روایت دوسرے کے ساتھ ملا کر لی ہے۔ (تہذیب ۳۸۲/۹) ، مسلم نے ان کی روایتیں بہت لی ہیں ۔

(۱۸)۔ ابراہیم نخعی ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود النخعی ابوعمران الکوفی الفقیہ م ۹۶ھ

ولادت ۵۰ھ   وفات ۹۶ھ

اساتذہ : اسود بن یزید، عبدالرحمٰن بن یزید (یہ دونوں ان کے ماموں تھے)، مسروق، علقمہ، ابومعمر، ھمام بن الحارث، شریح قاضی، سہم بن منجاب وغیرہم سے سنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا لیکن سماع ثابت نہیں ۔

تلامذہ : سلیمان اعمش، منصور، ابن عون، حماد بن سلیمان، مغیرہ، ضبی اور بہت سے لوگوں

نے آپ سے روایت کیا ۔

محدث عجلی نے فرمایا: حضرت عائشہ کو دیکھا، کوفہ والوں کے مفتی تھے، نیک آدمی تھے فقیہ تھے محتاط تھے، بے تکلف آدمی تھے، حجاج سے چھپے ہوئے تھے اس حال میں انتقال ہوا.

اعمش کہتے ہیں کہ ابراہیم حدیث میں اچھے آدمی تھے، امام شعبی نے فرمایا: اپنے سے بڑا عالم نہیں چھوڑا، یحی بن معین کے نزدیک ابراہیم نخعی کی مرسل روایات شعبی کی مراسیل سے زیادہ پسندیدہ تھیں ۔

اعمشؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے عرض کیا کہ حدیث پوری سند کے ساتھ بیان کریں تو فرمایا: جب میں کسی ایک آدمی سے ابن مسعودؓ کی بات نقل کروں تو وہ صرف انہی سے سنی ہوتی ہے اور اگر میں سیدھے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لوں تو وہ انکے کئی شاگردوں سے سنی ہوئی ہوتی ہے ۔

ابراہیم نخعی نے ابوجحیفہ، زید بن ارقم، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے، حضرت عائشہؓ کو دیکھا کہ سرخ لباس پہنے ہوئے ہیں، ۹۶ھ میں انچاس (۴۹) یا اٹھاون (۵۸) سال کی عمر میں انتقال ہوا حجاج بن یوسف کے ۴ ماہ بعد رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ . (تہذیب ۱۶۰/۱)

امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ابراہیم نخعی کو فقیہ العراق کے نام سے یاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ اخلاص والے علماء میں سے تھے، مغیرہ ضبی فرماتے ہیں کہ ہم ابراہیم نخعی سے ایسے ڈرتے تھے جیسے امیر سے ڈرتے ہیں، سلیمان اعمش فرماتے ہیں کہ ابراہیم نماز پڑھ کر ہمارے پاس آتے تو تھوڑی دیر ایسے معلوم ہوتے جیسے بیمار ہیں، اور فرمایا ابراہیم حدیث کو خوب اچھی طرح پرکھتے تھے، شہرت سے بچتے تھے، ستون کے پاس نہیں بیٹھتے تھے، شعبی نے ان کے انتقال کے بعد فرمایا کہ اپنے بعد اپنا جیسا کسی کو نہیں چھوڑا ۔

حماد فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج کے موت کی خبر جب ان کو سنائی تو سجدہ میں چلے گئے اور خوشی سے رو دیئے، سعید بن جبیر نے فرمایا: ابراہیم نخعی تم میں موجود ہیں اور تم ہم سے فتوی

پوچھتے ہو؟! ان کی بیوی نے بتایا کہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے ، ذہبی لکھتے ہیں کہ کئی طرق سے یہ مروی ہے کہ ابراہیم کوئی علمی بات نہیں کرتے الا یہ کہ ان سے پوچھا جائے ، ابراہیم کا انتقال ۹۵ھ کے آخر میں ہوا، ابھی ادھیڑ تھے، بوڑھے نہیں ہوئے تھے . (تذکرۃ الحفاظ ۱/۵۹)

اگر ۵۰ھ میں ولادت ہے اور ۹۵ھ میں وفات تو عمر شریف ۴۵ سال بنتی ہے، اور اگر ۹۶ھ میں انتقال ہوا تو ۴۶ سال بنتی ہے .

فائدہ : ابراہیم نخعی کا امام اعظمؒ کا استاذ ہونا زیادہ مشہور نہیں، عقود الجمان میں صالحی نے ان کا نام لکھا ہے . (عقود الجمان ۶۶)

کتاب الآثار امام محمدؒ کے مقدمہ میں علامہ محقق ابوالوفاءؒ نے بھی ابراہیم نخعی کو امام اعظم کا استاد بتایا ہے. دیکھئے ۱/۳۰ (قواعد فی علوم الحدیث کا حاشیہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ ص ۱۳۲)

امام اعظمؒ کے وہ اساتذہ

جنھوں نے امام صاحب سے حدیث وفقہ کو حاصل کیا

اماأعظم کی یہ خوش نصیبی ہے کہ ان سے ان کے بعض اساتذہ نے بھی حدیث وفقہ کو لیا ہے، محدثین کے یہاں ایسا بہت ہوتا ہے، اس سے امام صاحب کا عظیم محدث وفقیہ ہونا معلوم ہوتا ہے .

(۱) ۔ امام حماد بن سلیمان م ۱۲۰ھ

آپ نے اپنے شاگرد ابوحنیفہؒ سے روایت لی، صالحی حماد بن ابی سلیمان کو امام صاحبؒ کے شاگردوں میں شمار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں، و هو من شیوخه . (عقود الجمان ۱۰۸)

امام کردری مناقب میں لکھتے ہیں : **حماد بن أبی سلیمان الکوفی الأشعری استاذه، کان یقول : ربما اتهمتُ رأیی برأی أبی حنیفة و أقول بقوله .**
(مناقب ۴۹۸)

میں کبھی اپنی رائے کو امام ابوحنیفہ کی رائے سے متہم سمجھتا ہوں اور انکا قول اختیار کر لیتا ہوں .

(۲) ۔ سلیمان بن مہران اعمش م ۱۴۸ھ

سلیمان اعمش امام اعظم کے شیخ ہیں، امام صاحب سے آپ نے حج کے مسائل پر ایک کتاب لکھوائی ، کما سیاتی .

اور ابن عبد الہادی حنبلی متوفی ۷۴۴ھ نے ذکر کیا ہے کہ سلیمان اعمش نے آپ سے حدیث بھی روایت کی، باوجودیکہ ان سے بڑے تھے . (مناقب الأئمۃ الأربعۃ ۵۹)

عبید اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ ہم سلیمان اعمش کے یہاں تھے وہ ابوحنیفہؒ سے حدیث پوچھ رہے تھے ، پھر تفصیل ذکر کی کہ اعمشؒ نے امام صاحبؒ سے کچھ مسائل پوچھے، امام صاحب نے جوابات دیئے، اعمش نے پوچھا: یہ کہاں سے آپنے کہا (کیا دلیل ہے)؟ تو امام صاحب نے فرمایا: آپنے مجھ سے یہ حدیث بیان کی اور یہ حدیث بیان کی، سند اور متن کو ذکر کیا، اعمشؒ نے فرمایا: بس کرو میں نے جو حدیثیں سو(۱۰۰) دنوں میں ذکر کی تھیں تم مجھکو وہ سب تھوڑی دیر میں سنانا چاہتے ہو، مجھکو نہیں معلوم تھا کہ تم ان حدیثوں کو استعمال کرتے ہو، پھر فرمایا: **یا معشر الفقهاء أنتم الأطباء ونحن الصيادلة** (ہم فارمیسی والے ہیں، دوائیں جمع کرتے ہیں اور اے فقہاء آپ لوگ اس سے لوگوں کا علاج کرتے ہو) اور تم نے اے آدمی! (ابوحنیفہ) دونوں طریقوں کو لے لیا ہے. (مناقب موفق مکی ۱۴۱)

(۳) ۔ عمرو بن دینار امام الحرم م ۱۲۶ھ

عمرو بن دینار کا ذکر امام اعظم کے خاص اساتذہ میں ہو چکا ہے، اور یہ بھی کہ جلیل القدر

عالم اور تابعی ہونے کے باوجود امام اعظم سے حدیث روایت کی ہے.(مناقب کردری ۴۹۷)

ابومحمد حارثی نے لکھا ہے کہ امام اعظم کی فضیلت میں اگر صرف یہی ہو تو کافی ہے کہ عمرو ابن دینار نے ان سے روایت کی، اسی طرح دوسرے بڑے علماء نے بھی. (عقود الجمان ۱۸۳)

ابن عیینہ نے فرمایا: عمرو بن دینار ثقہ ثقہ ثقہ (تین بار) تھے، ان سے کوئی ایک حدیث سن لوں تو انکے سوا سے بیس (۲۰) حدیث سننے سے زیادہ مجھے محبوب ہے، ثقہ ثبت کثیر الحدیث سچے عالم تھے، اپنے زمانہ میں مکہ مکرمہ والوں کے مفتی تھے . (تہذیب ۲۶/۸)

(۴)۔ قتادہ بن دعامہ بصری م ۱۱۸ھ یا ۱۱۷ھ

ان کا ذکر خیر بھی امام صاحب کے اساتذہ میں ہو چکا ہے اور معلوم ہو چکا ہے کہ زبردست تابعی محدث تھے .

ان کے بارے میں امام محمد خوارزمی جامع المسانید میں لکھتے ہیں کہ قتادہ نے ایک حدیث امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے. (۵۴۵/۲ بحوالہ امام اعظم کا محدثانہ مقام ۲۰۴)

(۵)۔ ربیعۃ الرای بن ابی عبد الرحمٰن فروخ ابوعثمان مدنیؒ م ۱۳۶ھ فی قول

ان کا ذکر بھی امام اعظم کے اساتذہ میں ہو چکا ہے، اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ امام مالک کے خاص استاذ تھے، امام مالک ان سے فقیہ بنے.

انھوں نے بھی امام اعظمؒ سے حدیث روایت کی ہے، مناظرہ میں ان سے حدیث سنی ہے. (عقود الجمان ۱۱ ومناقب کردری ۴۹۸)

امام صاحب سے فقہ کی بھی تحصیل کی ہے لیکن وفات پہلے ہوگئی. (فہرست ابن ندیم ۲۵۶ بحوالہ امام اعظم کا محدثانہ مقام ۲۰۵)

حلیہ مبارک اور پوشاک

امام صاحبؒ کا حلیۂ مبارک : خطیب نے امام ابو یوسفؒ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہؒ درمیانی قد کے آدمی تھے، نہ لمبے نہ پست قد، شکل وصورت کے لحاظ سے سب سے خوبصورت لوگوں میں سے تھے، گفتگو اور بات چیت میں سب سے زیادہ بلیغ تھے، اپنی بات پیش کرنے میں بہت کامل، خوش آواز اور خوب وضاحت کے ساتھ اپنی بات پیش کرتے .

ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ امام صاحبؒ (تھوڑے) لمبے تھے، آپ پر گندمی رنگ کا غلبہ تھا، فضل بن دُکین کی روایت میں یہ ہے کہ امام صاحبؒ خوبصورت چہرہ، خوبصورت داڑھی والے تھے، خوبصورت کپڑے، خوبصورت چپّل، اچھی خوشبو اور اچھی مجلس والے رعب دار آدمی تھے، امام صاحب کے صاحبزادے حماد فرماتے ہیں کہ امام صاحب خوبصورت تھے، گندمی رنگ آپ پر غالب تھا، اچھی ہیئت والے بارعب تھے، صرف جواب کے لئے بولتے، غیر ضروری بات نہ بولتے نہ سنتے، عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ حسین چہرہ، حسین کپڑے والے تھے . (عقود الجمان ص۴۲ و۴۳)

مکی کے مناقب میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اتنی خوشبو استعمال کرتے تھے کہ جب گھر سے نکلتے تو ان کو دیکھنے سے پہلے معلوم ہوجاتا کہ آرہے ہیں .

اچھی مجلس والے، سخی تھے، اپنے دوستوں کے ساتھ اچھی غمخواری کرتے تھے .

ابن المبارک کی روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس بڑی باوقار تھی یا بھری ہوتی تھی، فقہاء کی طرح تھے، اچھی سیرت، اچھے چہرہ، اچھے کپڑے والے تھے، ایک دن ہم جامع مسجد میں تھے، ایک سانپ امام صاحب کی گود میں آکر گرا، لوگ بھاگ گئے لیکن امام صاحب اپنی

جگہ رہے ، صرف اس کو ہٹادیا .

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ ہم جعفر صادق کے والد محمد بن علی باقرؒ کے پاس تھے، امام ابو حنیفہؒ آئے، ان کے سامنے بیٹھے، کچھ سوالات کئے اور چلے گئے، محمد باقرؒ نے فرمایا: ان کا علم کتنا اچھا ہے اور ان کی فقہ کتنی زیادہ ہے .

بشار ابوبشر ابوجعفر کے مولیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا: خوبصورت چہرہ والے اور شریف طبیعت، درمیانی قد کے آدمی تھے نہ لمبے نہ پست قد، سر بڑا تھا، دو دانت ابھرے ہوئے تھے، اس حال میں بات کررہے تھے. (مناقب ابی حنیفہ للمکی ص۲۴ وجزء الذہبی فی مناقبہ ص۱۸)

امام صاحبؒ کی پوشاک (عمامہ اور جبہ)

صالحی عقود الجمان کے انیسویں باب میں بیان کرتے ہیں: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: امام صاحب جب باہر نکلنا چاہتے تو اپنے چپل کے تسمہ کو دیکھتے، اگر اصلاح کی ضرورت ہوتی تو اصلاح کرتے، کثرت سے موزہ پہنتے، کبھی میں نے تسمہ کو ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا.

امام ذہبی نے عبدالواحد بن زیاد سے نقل کیا، فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو کوفہ میں دیکھا ان پر لمبی کالی ٹوپی تھی، عبدالرحمٰن بن مغیرہ سے بھی نقل کیا کہ میں نے کوفہ کی مسجد میں دیکھا ایک صاحب لوگوں کو فتوی دے رہے ہیں، ان پر لمبی کالی ٹوپی ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا ابوحنیفہؒ ہیں، نضر بن محمد کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ خوبصورت، قیمتی کپڑے والے تھے، معطّر، میں ایک ضرورت سے ان کے پاس گیا، ان کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، میں قومسی چادر اوڑھے ہوئے تھا، خچر کو لگام لگانے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ اپنی چادر مجھے دیدو اور میری چادر تم لے لو، میں نے کردیا، واپس آئے تو فرمایا: نضر تم نے اپنی چادر سے مجھے

شرمندہ کیا، میں نے کہا: آپ کو کیا ناگواری ہوئی، فرمایا: یہ موٹی ہے، نضر کہتے ہیں کہ میں نے اس کو پانچ دینار میں خریدا تھا وہ مجھے پسند تھی، اس پر خوش تھا، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان پر قومسی چادر تھی میرا اندازہ ہے کہ تیس (۳۰) دینار کی ہوگی.

ابو مطیع فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ پر جمعہ کے دن چادر اور کرتہ دیکھا جس کی قیمت میرے اندازہ سے چار سو (۴۰۰) درہم ہوگی.

یحیٰ بن نصر فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ خوش لباس تھے، ان کے پاس ایک جبہ فنک کا اور ایک جبہ سنجاب کا تھا، ان پر میں نے ایسی چادر دیکھی جس پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے.

ابو مقاتل سمرقندی فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے پاس سات ٹوپیاں تھیں، ان میں ایک کالی تھی.

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: میں نے امام صاحب پر نماز پڑھتے ہوئے ثعالب اور فنک [1] دیکھی ان پر سنجاب [2] بھی دیکھا.

ابو ہند وراق کہتے ہیں کہ میں نے امام صاحب پر اونی کپڑے دیکھے. (عقود الجمان ۳۰۱)

(صلوۃ اللیل کیلئے خاص لباس)

مِسعر بن کِدام فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ نے بدن کے تمام کپڑوں سے اونچا ایک لباس تیار کیا تھا، کرتا، پائجامہ، چادر اور عمامہ، اس کی قیمت ڈیڑھ ہزار درہم سے زیادہ ہوگی، جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے اور لوگ سوجاتے تو اپنا لباس جو پہنے ہوتے اتارتے اور یہ اونچا لباس

---

[1] فنک: ایک جانور ہوتا ہے لومڑی کی طرح، اس کی کھال کو بھی فنک کہتے ہیں، یہ بہترین کھال سمجھی جاتی ہے. (المعجم الوسیط)

[2] سنجاب: چوہے سے ذرا بڑا جانور جس کی ملائم پشم دار کھال کی پوستین بناتے ہیں. فیروز اللغات

پہنتے، عطر لگاتے اور نماز کے لئے صبح تک کھڑے ہوجاتے، ان سے کہا گیا: ایسا لباس تو لوگ اس وقت پہنتے ہیں جب بادشاہ کے یہاں جاتے ہیں یا بڑے مجمع میں جمع ہوتے ہیں، فرمایا: اللہ تعالی کیلئے زینت کرنا لوگوں کیلئے زینت کرنے سے بہتر ہے۔ ۱؎

(مناقب امام اعظمؒ للموفق المکی ص۲۱۶)

۱؎ امام ابوحنیفہؒ جو عمدہ لباس اور کپڑے استعمال فرماتے تھے، خاص طور سے نماز کے وقت اور باہر نکلنے کے وقت، اس میں قرآن و حدیث پر عمل کا ارادہ رہتا رہا ہوگا۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **یٰبنی آدم خُذوا زینتَکم عند کلِّ مَسجِدٍ وکُلوا واشرَبوا ولا تُسرِفوا، انه لا یُحبّ المُسرفین۔** (اعراف: ۳۱)

اے انسانوں ہر مسجد (نماز و طواف) کے وقت اپنی زینت کو اختیار کرو اور کھاؤ اور پیو اور اسراف مت کرو، اللہ تعالے اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

اس کی تفسیر میں حضرت مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں: حسن بصریؒ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالے جمال کو پسند فرماتے ہیں اسلئے میں اپنے رب کیلئے زینت و جمال اختیار کرتا ہوں اور پھر یہ آیت پڑھتے۔ (معارف القرآن ۵۴۳/۳)

اسی لئے ہمارے فقہاء لکھتے ہیں کہ لنگی، کرتہ کے ساتھ ٹوپی اور عمامہ بھی پہننا چاہئے، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ عمامہ کے ساتھ نماز کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ۲۲۶)

نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالی بندہ کو نعمت دے تو چاہتا ہے کہ اس کا اثر اس پر نظر آئے، **فلیُر علیک أی اثرُ نعمتِه۔** (ترمذی ۲۱/۲)، **انّ اللّٰہ یُحبُّ الجمال۔** (ترمذی ۲۰/۲)

امام صاحب کا عمل قرآن و حدیث کے مطابق تھا۔ ۱۲ فضل

(امام صاحبؒ کے ابتدائی حالات اور تعلیم کی ابتداء)

مورخ کبیر شیخ محمد بن یوسف صالحیؒ عقود الجمان میں لکھتے ہیں:

"صحیح قول کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کوفہ میں پیدا ہوئے، اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت زندہ تھی، کوفہ ہی میں بڑے ہوئے، نوجوانی میں کوئی نہیں ملا جوان کو طلبِ علم کی اوران صحابہ سے ملنے کی ترغیب دے جن سے سننا ممکن تھا، اسلئے بیع وشراء میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے امام شعبی کو یہ سعادت دی کہ انھوں نے امام ابوحنیفہؒ کی شرافت اور صلاحیت کو دیکھ کر انکو طلب علم کی ترغیب دی، پھر امام صاحب علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ہم سروں پر فائق ہوگئے۔

امام صاحب کا زیادہ قیام کوفہ میں رہا، جب امیر یزید بن عمر بن ھبیرہ نے آپ کو زبردستی قاضی بنانا چاہا اور آپ انکار کرتے رہے اور اسی پر جمے رہے تو بالآخر اس نے چھوڑا، اس وقت آپ مکہ مکرمہ چلے گئے، اور وہیں رہے یہاں تک کہ بنوامیہ کی حکومت ختم ہوگئی اور ابوجعفر منصور خلیفہ ہوا اس وقت آپ پھر کوفہ آئے، اور ابوجعفر نے آپ کی بڑی عزت کی، پھر اخیر عمر میں اس نے بھی آپ کو بغداد بلاکر قاضی بنانا چاہا اور آپ نے انکار کیا تو اس نے آپکو قید کیا اور مارا، پھر بھی آپ منکر رہے، تا آنکہ قید خانہ میں آپ کا انتقال ہوا، مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام تقریباً سات سال رہا جیسا کہ گزرا۔

ابومحمد حارثی نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا کہ ایک دن میں امام شعبیؒ کے پاس سے گزرا، وہ بیٹھے ہوئے تھے، مجھ کو بلایا اور پوچھا: کہاں تم آتے جاتے ہو؟ میں نے کہا فلاں کے پاس، فرمایا: میں بازار کے بارے میں نہیں پوچھ رہا ہوں، علماء کے بارے میں پوچھ رہا ہوں، فرمایا:

میں علماء کے پاس کم جاتا ہوں، فرمایا :ایسا مت کرو، علم میں غور کرو اور علماء کے پاس بیٹھا کرو، میں تم میں بیداری اور حرکت دیکھ رہا ہوں، فرمایا: میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی، میں نے بازار جانا بند کر دیا اور علم حاصل کرنا شروع کر دیا، اللہ تعالی نے ان کے قول سے مجھ کو بہت نفع پہونچایا .

امام حارثی نے قبیصہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہؒ شروع میں خواہش پرست (گمراہ) لوگوں سے مناظرہ کرتے تھے، حتی کہ اس میں سردار اور مشہور ہوگئے، پھر ان سے بحث وتکرار بند کر دی اور فقہ وحدیث کیطرف لوٹے اور اس میں امام ہوئے. (عقود ۱۶۰ ومناقب موفق کی ۵۴)

(علم کلام سے فقہ کی طرف)

امام موفق مکیؒ نے مناقب ابوحنیفہؒ میں اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ امام زفرؒ فرماتے ہیں: کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں پہلے علم کلام میں مشغول ہوا اور ایسے درجہ کو پہونچا کہ انگلیوں سے میری طرف اشارہ ہونے لگا، ہم لوگ حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے، ایک دن ایک عورت آئی اور اس نے ایک مسئلہ پوچھا کہ ایک آدمی کے پاس کسی کی باندی بیوی ہے اور وہ اسکو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے، کتنی طلاق دے (مجھ کو مسئلہ نہیں آیا)، میں نے اس عورت سے کہا : حمادؒ سے پوچھ لے اور مجھ کو بھی بتادے، اس نے حماد سے پوچھا، انھوں نے جواب دیا کہ ”شوہر اسکو ایسی حالت میں طلاق دے جبکہ وہ حیض سے پاک ہو اور اس سے جماع بھی نہ کرے، ایک طلاق دے کر چھوڑ دے یہاں تک کہ دو حیض آجائیں، پھر غسل کر لے، اب وہ دوسروں کیلئے حلال ہوگئی“ .

وہ آئی اور مجھ کو جواب بتا گئی، میں نے کہا: اب مجھ کو علم کلام کی ضرورت نہیں اور چپل اٹھائے اور حمادؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا، ان سے مسائل سنتا رہا اور یاد کرتا رہا وہ مسائل دوسرے

دن دہراتے تھے، مجھے یاد ہوتے، ان کے شاگرد غلطی کرتے، فرمایا: حلقہ کے شروع میں میرے سامنے ابوحنیفہؒ کے سوا کوئی نہ بیٹھے، میں دس سال ان کی خدمت میں رہا، ایک دن میرے دل میں سرداری کا خیال پیدا ہوا، میرے نفس نے مجھ کو ابھارا، میں نے سوچا اب الگ ہوجاؤں گا اور اپنا حلقہ لگاؤں گا، میں مسجد آیا دل میں وہی ارادہ تھا لیکن جب حماد کو دیکھا تو اچھا نہیں لگا کہ میں الگ ہوں، ان ہی کے ساتھ بیٹھ گیا، اتفاق سے اسی رات بصرہ سے ان کے کسی رشتہ دار کے انتقال کی خبر آگئی، جو مال چھوڑ کر انتقال کر گئے اور حماد کے سوا کوئی رشتہ دار نہیں تھا، حماد چلے گئے اور مجھ کو اپنی جگہ بیٹھنے کا حکم دیا.

میں ان کی جگہ بیٹھ گیا، میرے پاس ایسے مسائل آئے جن کو میں نے ان سے نہیں سنا تھا، میں نے جواب دیا اور اس کو لکھ لیا، دو مہینے کے بعد حماد آئے تو میں نے ان کے سامنے وہ مسائل پیش کئے، کل ساٹھ (۶۰) مسائل تھے، چالیس (۴۰) میں انھوں نے مجھ سے موافقت کی اور بیس (۲۰) میں مخالفت، میں نے قسم کھالی کہ موت تک میں ان سے الگ نہیں ہوں گا، چنانچہ موت تک ساتھ رہا، احمد عجلی کی روایت میں ہے کہ میں انکے ساتھ اٹھارہ سال تک رہا .

(مناقب موفق مکیؒ ص ۵۱ و ۵۲)

فقہ وحدیث کی طرف مائل ہونے کے اور واقعات بھی مناقب موفق مکی میں مذکور ہیں:

ایک روایت میں یحی بن شیبان سے اس طرح مروی ہے: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: مجھے کلام میں بحث کرنا خوب آتا تھا، ایک زمانہ اس میں گزر گیا، لڑنے جھگڑنے والے اکثر بصرہ میں تھے، میں بصرہ بیس (۲۰) مرتبہ سے زیادہ گیا، بعض دفعہ سال بھر بعض دفعہ کم وبیش وہاں رہا، خوارج کے گروہ اباضیہ، صفریہ وغیرہ اور حشویہ کے مختلف طبقات سے بحثیں کیں، میں علم کلام کو افضل سمجھتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ دین کی اصل اور جڑ ہے، لیکن میں نے ایک زمانہ کے بعد یہ سوچا کہ ہمارے متقدمین جیسے صحابہ کرام اور انکا اتباع کرنیوالے ایسے لوگ تھے کہ ان سے کوئی

اچھی چیز چھوٹتی نہیں تھی وہ ہم سے زیادہ حقائق کو جانتے اور پہچانتے تھے وہ اس میں نہیں پڑے اس سے دور رہے بلکہ اس سے سخت منع کیا، وہ شرائع اور فقہ کے مسائل میں مشغول ہوئے، وہی لوگوں کو سکھاتے تھے، اسی کی تعلیم اور دعوت دیتے تھے، جب یہ خیال آیا تو میں نے علم کلام کو اور بحث ومناظرہ کو چھوڑ دیا اور سلف صالحین کا طریقہ اختیار کرلیا، میں نے دیکھا کہ علم کلام میں لگنے والوں کے اخلاق واعمال متقدمین اور صالحین کی طرح نہیں ہیں، انکے دل سخت ہیں، کتاب وسنت اور سلف کی مخالفت کی بھی پرواہ نہیں کرتے ان میں ورع وتقوی بھی نہیں، میں نے یقین کرلیا کہ اس میں خیر ہوتا تو سلف صالحین اسکو اختیار کرتے، کمینے لوگ نہیں، پھر میں نے اسکو چھوڑ دیا، اللہ تعالی کا شکر ہے. (مناقب امام ابوحنیفہؒ للموفق المکیؒ مختصراص ۵۴)

فن حدیث میں امام صاحبؒ کا کمال

بعض لوگوں نے یہ لکھ دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کو صرف سترہ (۱۷) حدیثیں یاد تھیں، یہ بہت ہی غلط بات ہے، اس کو کوئی جاہل یا معاند ہی کہہ سکتا ہے، امام عبداللہ بن داود خریبی (جو بڑے محدث ہیں) نے صحیح کہا : **ما یقع فی أبی حنیفه الا جاهل أو حاسد** ، امام صاحب کی برائی کوئی جاہل کرے گا یا حاسد. (تاریخ بغداد للخطیب ۱۰/۳۶۷)

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اگر چمگادڑ کو دن کو نظر نہیں آتا تو آفتاب کا قصور نہیں، خود اس کا قصور ہے.

اسلئے علماء کرام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں، تاکہ اس جھوٹ کا تار پود بکھیر دیں، جیسے مولانا محمد علی کاندھلویؒ کی ''امام اعظم اور علم حدیث'' اردو میں، اور مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ کی ''**مکانة الامام أبی حنیفه فی الحدیث**'' عربی میں اور اسکے علاوہ.

یہ جملہ کہ امام ابوحنیفہؒ کو صرف سترہ (۱۷) حدیثیں معلوم تھیں، ابن خلدون قاضی عبد

الرحمٰن بن محمد حضرمی م۸۰۸ھ نے اپنی تاریخ میں یُقال کے ذریعہ لکھا ہے، قائل کا کچھ پتہ نہیں، اور شاید اس قول کے ضعف کی طرف یہ اشارہ بھی ہے، اسلئے صیغۂ مجہول استعمال کیا، اس کے بعد دوسری جگہ خود ابن خلدون نے ہی لکھا ہے کہ بعض متعصبین' ائمہ مجتہدین میں سے بعض کی طرف قلتِ حدیث کی بات منسوب کرتے ہیں، یہ کیسے صحیح ہوگا؟! اجتہاد تو کتاب و سنت سے ہوتا ہے، جسکو حدیث نہ آتی ہو اسکو حدیث کی طرف توجہ کرنی چاہئے، امام ابوحنیفہؒ کبار مجتہدین میں سے ہیں، بڑے محدث تھے، بڑے بڑے محدثین نے انکے مذہب پر اعتماد کیا ہے، ان کی روایتیں بیشک نسبۃً کم ہیں، اسلئے کہ وہ روایت میں شرطیں زیادہ لگاتے تھے، دوسرے لوگ ایسی شرطیں نہیں لگاتے تھے، اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کے پاس حدیثیں کم تھیں، وہ اس سے پاک ہیں. اھ اس طرح خود ہی اس کی تردید بھی کردی، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یقال والی عبارت ان کی نہ ہو.

مولانا محمد عبدالحئی فرنگی محلی لکھنویؒ نے مقدمہ عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ میں اس پر کافی بحث کی ہے، اور نواب صدیق حسن خاں صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ جو اس جملہ کو نقل کرتے ہیں اور اس کی تردید نہیں کرتے ان کو مُسکت جواب دیدیا ہے. (عمدہ ۳۵)

ایسی بیکار اور بداہت کے خلاف بات کا جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں، جو شخص بھی امام اعظمؒ کی مرویات: مؤطا امام محمد، کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور مسانید امام اعظمؒ میں دیکھے گا اس کو یقین ہوگا کہ یہ جملہ سراسر خلافِ حقیقت ہے.

ساری دنیا امام ابوحنیفہؒ کو مجتہد، امام مانتی ہے، مخالفین بھی ان کو امام اعظم کہتے ہیں، محدثین اور مؤرخین کی ایک جماعت نے ان کی تعریف کی ہے، امام مالکؒ، امام شافعیؒ نے بھی ان کی فقاہت کی تعریف کی ہے، بغیر کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین کی وسیع معلومات کے کوئی فقیہ، امام اور مجتہد کیسے ہوسکتا ہے؟ ہزاروں مسائل امام صاحبؒ کے شاگردوں کی کتابوں میں

درج ہیں اگر وہ سترہ (١٧) احادیث سے اخذ کئے گئے ہیں تو یہ امام صاحب کی ایسی کرامت ہے جس سے ان کا درجہ اور بلند ہوجاتا ہے .

ہم صرف معتمد مؤرخین اور ائمہ حدیث کے اقوال امام صاحبؒ کے بارے میں پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ امام صاحب کا مقام حدیث میں کیا تھا :

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں: حافظ ذہبی م ٧٤٨ھ نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے: **وعُنی بطلب الحدیث و ارتحل فی ذلک** ، اور فرمایا: **ان الامام أبا حنیفۃؒ طلب الحدیث و أکثر منہ فی سنۃ مئۃ و بعدھا** . (سیر اعلام النبلاء ٦/٦ ـ ٣٩٢)

حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبہ میں امام ذہبی کو **من اھل الاستقراء التام** لکھا ہے، ان کی نظر بہت وسیع ہے جو یہ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث حاصل کرنے کا اہتمام کیا اور اس کے لئے سفر کیا اور ١٠٠ھ میں اور اس کے بعد خوب حدیث حاصل کی .

امام صاحبؒ کی ولادت مشہور قول میں ٨٠ھ میں ہوئی، ١٠٠ھ میں بیس سال کے ہوگئے تھے اور معلوم ہوچکا ہے کہ امام صاحب شروع میں تجارت میں مشغول تھے، پھر علم کلام میں لگے اس کے بعد حدیث و فقہ کی طرف متوجہ ہوئے .

امام صاحبؒ کے اساتذہ اور مشائخ، محدثین، مفسرین اور فقہاء ہیں، ان سے امام صاحبؒ نے یہی علوم حاصل کئے ہوں گے ، یہ بات بالکل ظاہر ہے .

امام ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں بھی کیا اور الگ سے امام صاحب اور انکے تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مناقب میں ایک جزء بھی لکھا جو علامہ کوثریؒ کے حاشیہ کے ساتھ چھپا ہوا ہے، اس میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے حدیث عطاء بن ابی رباح سے مکہ مکرمہ میں سنی اور فرمایا کہ میں نے عطا سے افضل کسی کو نہیں پایا. (مناقب ذہبی ص ١١)

اور ذہبی ''دول الاسلام'' میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے سب سے بڑے شیخ عطاء بن ابی

رباح ہیں اور فقہ میں ان کے شیخ حماد بن ابی سلیمان ہیں. (دول الاسلام ١/٧٩)

اور معلوم ہے کہ حماد، ابراہیم نخعی کے خاص شاگرد ہیں .

خطیب بغدادی م ٤٦٣ھ اپنی تاریخ بغداد میں سند کے ساتھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ میں عطاء سے ملا، ان سے کچھ پوچھا تو فرمایا: تم کہاں کے ہو؟ میں نے کہا: کوفہ کا ہوں، فرمایا تم اس بستی کے ہو جہاں کے لوگ دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے متفرق ہوگئے؟ میں نے کہا جی! فرمایا: تم کس قسم کے آدمی ہو؟ میں نے کہا: میں ان میں سے ہوں جو سلف کو برا نہیں کہتے اور تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں، گناہ سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے ، فرمایا: تم کو معرفت حاصل ہوگئی اس پر جمے رہنا. (تاریخ بغداد ١٣/٣٣١)

خطیب بغدادی کے استاد قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری نے اپنی کتاب [أخبار أبی حنیفۃؒ و أصحابہ] میں اپنی سند سے ذکر کیا کہ حارث بن عبدالرحمٰن نے فرمایا: ہم لوگ حضرت عطاء کے یہاں ایک دوسرے کے آگے پیچھے بیٹھتے تھے، جب امام ابوحنیفہؒ آتے تو حضرت عطاء ان کیلئے کشادگی کراتے اور اپنے قریب کرتے. (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ٨٣)

اس سے قبل یہ بات گزر چکی ہے کہ حماد بن ابی سلیمان بھی امام ابوحنیفہؒ کو اپنی مجلس میں سامنے سب سے آگے بیٹھاتے تھے، اسلئے کہ امام ابوحنیفہؒ ان کی باتیں اچھی طرح یاد رکھتے تھے دوسرے شاگرد غلطی کرتے تھے. (تاریخ بغداد ١٣/٣٣٢)

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کا حافظہ بہت قوی تھا اور باتوں کو اچھی طرح محفوظ رکھتے تھے .

امام ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں مِسعر بن کِدام سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ میں نے حدیث طلب کرنا شروع کیا وہ ہم پر غالب آگئے، زہد اختیار کیا اس میں بھی وہ ہم سے بڑھ گئے، اور فقہ کو حاصل کرنا چاہا تو اس میں انکا حال دیکھ رہے ہو. (٢٧ وفی نسخۃ ٤٢)

یہ مسعر، حفظ وزہد میں عراق کے شیخ اور کوفہ کے قابلِ فخر لوگوں میں سے تھے، امام صاحب کے استاذ ہیں، مسند میں ان سے روایت کی ہے۔ (مناقب موفق مکی ۲/۲۷۔۳۴ ومکانۃ الامام للنعمانیؒ ۱۶تا۲۰) اور امام صاحب کے شاگرد بھی ہیں جیسا کہ ذہبی نے مناقب میں ذکر کیا ہے۔ (ص۲۰ طبع رابع)

امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا: **رحم اللہ مالکا کان اماما، رحم اللہ الشافعی کان اماما، رحم اللہ أبا حنیفه کان اماما۔** (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۶۳ والانتقاء ۲۳۲)

اللہ تعالے امام مالک رحمہ اللہ پر رحم فرمائے وہ امام تھے، امام شافعی پر رحم فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالے امام ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے وہ امام تھے۔

یہ امام ابو داود شیخ السنہ کی شہادت ہے، جو حفظ و اتقان میں مسلّم امام ہیں۔

امام بیہقیؒ م ۴۵۸ھ نے بھی دلائل النبوہ کے مدخل میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی **انّا نحن نزّلنا الذّکر وانّا له لَحافظون۔** (حجر: ۹) اور پیغمبر ﷺ کے ذریعہ اسکی توضیح اور تشریح کرائی **وأنزلنا الیک الذکر لتُبین للناس ما نُزّل الیهم۔** (نحل:۴۴)

نبی ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور امت کو واضح دین وملت پر چھوڑ گئے، قیامت تک جو بھی واقعہ پیش آئے گا اس کا حکم کتاب وسنت میں مل جائے گا صراحۃً یا دلالۃً، اور آپ ﷺ فرما گئے: **یرث هذا العلمَ مِن کلِّ خلفٍ عُدولُه ینفون عنه تحریفَ الغالِین و انتحالَ المُبطلین و تاویلَ الجاهلین۔** (بیہقی نے اس کی سندیں بھی بیان کیں)

اس علم کو متقدمین سے متاخرین حاصل کرتے رہیں گے، اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف کو، اہل باطل کی غلط نسبتوں کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔

اسکی تصدیق صحابہ سے لیکر آج تک ہر زمانہ میں پائی گئی، ہر زمانہ میں حدیث کے راویوں کے حالات کو جاننے والے موجود رہے، کتابوں میں اسکو جمع کر دیا تا کہ جو بھی جاننا چاہے جان

لے، فقہاء اور محدثین نے جرح و تعدیل کو بیان کیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں پایا۔

ابوسعد سمعانی نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا: سفیان ثوری سے حدیث حاصل کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ان سے حدیثیں لکھو، لیکن ابو اسحاق کی حدیثیں حارث سے اور جابر جعفی کی حدیثیں مت لینا۔ (بیہقی نے دیگر ائمہ کے اقوال بھی ذکر کئے)

امام ترمذیؒ نے بھی کتاب العِلَل میں جہاں دوسرے محدثین کے اقوال حدیث کے راویوں کے بارے میں ذکر کئے امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی جابر جعفی اور عطاء کے بارے میں ذکر کیا (ترمذی مع علل ۲/۳۳۳ طبع مصر ۱۲۹۲ھ)، ہندوستانی نسخہ میں یہ عبارت نہیں ہے، حافظ نے بھی تہذیب میں امام صاحبؒ کا قول جابر جعفی کے بارے میں نقل کیا ہے۔ (تہذیب ۲/۴۸)

بیہقی کے استاد امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم جو ابن البیّع سے مشہور تھے اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین میں **لا نکاحَ الّا بِوَلِیٍّ** پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس حدیث کو ابو اسحاق سے مذکورہ بالا راویوں کے علاوہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے موصولا ذکر کیا ہے ان میں ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت اور رقبہ بن مصقلہ ہیں"۔

اسی طرح حاکم نے اپنی کتاب [معرفۃ علوم الحدیث] میں انچاسویں (۴۹) نوع میں تابعین اور تبع تابعین میں سے ان ثقہ مشہور ائمہ کا تذکرہ کیا ہے جنکی حدیثیں جمع کی جاتی ہیں تا کہ انکو یاد کیا جائے، ان کا مذاکرہ کیا جائے اور ان سے اور ان ائمہ کے ذکر سے مشرق سے لیکر مغرب تک برکت حاصل کیجائے، پھر بہت سے شہروں کے محدثین کو ذکر کیا، کوفہ کے محدثین کا تذکرہ آیا تو شعبی، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، ابو اسحاق سبیعی، حماد بن ابی سلیمان، منصور بن المعتمر، مغیرہ ضَبّی، اعمش اسدی، مِسعر بن کِدام، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تیمیؒ، سفیان ثوری، داود

طائی، زفر بن ہذیل، عافیہ قاضی کا نام لیا. (معرفۃ علوم الحدیث ۲۴۰ تا ۲۴۶)

دیکھئے یہ بڑے بڑے محدثین جن پر اعتماد کیا جاتا ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اکابر محدثین کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں پھر امام اعظم کے عظیم محدث ہونے میں کیا شبہہ رہ جاتا ہے.

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ حنبلی م ۷۲۸ھ نے اپنی کتاب [منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة و القدرية] میں ایک موقعہ پر لکھا ہے :ائمة أهل الحديث و التفسير و التصوف والفقه مثلُ الائمة الأربعة و أتباعهم (ص ۱۷۲)، اور دوسرے موقعہ پر لکھا : و هذا أبو حنيفة أحد الأئمة المشاهير (ص ۱۹٤)

حافظ ابن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ نے اپنی کتاب [البداية والنهاية] میں لکھا : فهذا أبو حنيفة رحمه الله و هو من الأئمة المعتبرين (۸۵/٦)

حافظ ابن القیم اپنی کتاب [إعلام الموقعين] میں لکھتے ہیں: و أما طريقة الصحابة والتابعين و أئمة الحديث كالشافعي و الامام أحمد و مالك و أبي حنيفة و أبي يوسف و البخاري و اسحاق .... (۳۵۹/۱)

یہ حضرات بھی امام صاحب کو اُن ائمہ اور محدثین میں شمار کرتے ہیں جن کا قول جرح و تعدیل اور احادیث کی تصحیح و تضعیف میں معتبر ہے.

عبداللہ بن داود خُریبی جنکو ذہبیؒ نے (تذکرۃ الحفاظ ۳۳۸/۱) میں الامام الحافظ القدوۃ فرمایا، وہ فرماتے ہیں جیسا کہ خطیب نے (تاریخ بغداد ۳۴۴/۳) میں ذکر کیا : مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کیلئے اپنی نمازوں میں دعا کیا کریں، اسلئے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ان کیلئے سنتوں کو اور فقہ کو محفوظ کیا، خُریبی سے کہا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے بہت سے مسائل میں اپنے قول سے رجوع کیا تو فرمایا: فقیہ کا علم جب زیادہ ہوتا ہے تو اس وقت صرف وہ رجوع کرتا ہے.

حافظ حسن بن سلیمانؒ جن کو ذہبی نے اپنی کتابوں میں الحافظ المتقن الامام سے یاد کیا ہے وہ حدیث: **لا تقوم الساعة حتى يظهر العلم** کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد امام ابوحنیفہؒ کا علم اور ان کی آثار و حدیث کی تفسیر ہے. (تاریخ بغداد للخطیب ۳۳۶/۱۳)

خلف بن ایوبؒ امام احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین کے شیخ ہیں، اپنے زمانہ کے سب سے بڑے زاہد اور عابد تھے، عبداللہ بن مبارک نے انکے بارے میں فرمایا کہ انکی خصلت جنتیوں کی خصلت کے مشابہ ہے. (مناقب احمد مکی ۶۱/۲ طبع حیدرآباد)

حماد بن سلمہ نے فرمایا: ان کی عادت و خصلت کتنی اچھی ہے، ان کا ۲۰۵ھ میں جب انتقال ہوا تو بلخ کے والی نوح بن اسد نے ان کا جنازہ کندھے پر اٹھایا اور مصلی میں نماز جنازہ پڑھائی، سلام پھیرتے ہی فضاء میں آواز سنی: اے نوح بن اسد تو نے زمین کے سب سے اچھے آدمی خلف بن ایوب کی نماز پڑھی تو کامیاب ہوا. (ایضا)

وہ خلف امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں: علم اللہ تعالی کی طرف سے محمد ﷺ کی طرف آیا، پھر صحابہ میں آیا پھر تابعین میں پھر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کی طرف آیا، کوئی خوش ہو یا ناراض ہو. (تاریخ بغداد ۳۳۶/۱۳)

امام ذہبی م ۷۴۸ھ جو رجال کو پرکھنے میں پوری مہارت رکھتے ہیں - وهو من أهل الاستقراء التام كما قاله الحافظ في شرح النخبه - عراق کے فقیہ حماد بن ابی سلیمان استاد امام ابوحنیفہؒ کی شان میں لکھتے ہیں: کوفہ والوں میں سب سے بڑے فقیہ علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود ہیں اور ان کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ علقمہ ہیں اور ان کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ ابراہیم نخعی ہیں اور ان کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حماد ہیں اور ان کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ ابوحنیفہؒ ہیں اور ان کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ ابو یوسفؒ ہیں اور ان کے شاگرد مختلف علاقوں میں ہیں،

ان میں سب سے زیادہ فقیہ محمد ہیں اور محمد کے شاگردوں میں سب سے زیادہ فقیہ شافعی ہیں رحمہم اللہ تعالے ۔ (سیر اعلام النبلاء ۵/۲۳۷)

اور امام صاحب کے تذکرہ میں فرمایا: **الامام فقيه الملة عالم العراق أبو حنيفة،** آثار کے تلاش کرنے کا اہتمام کیا، اسکے لئے سفر کیا، بہرحال فقہ اور رائے اور اس کی باریکیوں میں تحقیق وتدقیق تو انہی پر اسکا خاتمہ ہے، اس میں سب لوگ انکے محتاج ہیں ۔ (ایضا ۶/۳۹۰)

نیز فرمایا: فقہ اور اس کی باریکیوں میں امامت تو اسی امام کے حوالہ ہے، یہ ایک ایسی بات ہے جس میں کوئی شک نہیں ۔

وليس يصح في الأذهان شيء اذا احتاج النهار الى دليل (ایضا ۶/۴۰۳)

اگر دِن کو بھی دلیل کی ضرورت ہو تو پھر کوئی بات صحیح اور ثابت نہیں ہوسکتی ۔

اور معلوم ہے کہ کوئی عالم حدیث وآثار کے بغیر فقیہ نہیں ہوسکتا ۔

امام ذہبی کی کتابوں میں اس طرح کی اور تصریحات ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ وہ امام صاحب کو حدیث وفقہ کا امام مانتے ہیں، اسی طرح جیسے مالک، ثوری اور دوسرے ائمۂ فقہ وحدیث کو، یہ مورخ اسلام اور اہل استقراء تام کا فیصلہ ہے ۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ م ۷۲۸ھ نے اپنی کتاب [**منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة و القدرية**] میں جگہ جگہ مشہور اہل علم تابعین، محدثین، اور فقہاء کا تذکرہ کیا تو ان میں امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد کا نام بھی لیا ۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: یہ وہ اہل علم ہیں جو رات دن علم کی تلاش میں لگے رہتے ہیں، کسی سے ان کی کوئی غرض نہیں، کبھی ایک صحابی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں کبھی دوسرے صحابی کے قول کو، جسکے قول کو شریعت کی دلیل سمجھتے ہیں...اھ پھر بہت سے تابعین، محدثین اور ائمہ مجتہدین کے نام لیتے ہیں، ان میں ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد رحمہم اللہ کا نام بھی لیتے ہیں ۔ (دیکھئے ۳/۱۴۲)

ایک جگہ لکھتے ہیں: **ان أبا حنيفة وأصحابه ممن له في الأمة لسان صدق من علمائها** (۴/۷۷)، ابوحنیفہؒ اور انکے شاگردوں کو امت کے علماء اچھے نام سے یاد کرتے ہیں

ایک جگہ لکھتے ہیں: ان کے بعد امت میں ایسے لوگ آئے جن کی پاکیزگی اور ذہانت کو سب لوگ جانتے ہیں ۔ اھ پھر تابعین، تبع تابعین اور بعد کے بہت سے لوگوں کا نام لیا ان میں امام صاحب اور صاحبین کا بھی ۔ (دیکھئے ۱/۱۶۷)

ایک جگہ لکھتے ہیں: اسلام کے ائمہ جو دین میں امامت کے ساتھ مشہور ہیں، جیسے مالک، ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق، ابوحنیفہ، ابو یوسف ۔ (۱/۲۱۵)

ایک جگہ لکھتے ہیں: یہ ائمہ متبوعین کا مذہب ہے جیسے مالک، ثوری، لیث بن سعد، اوزاعی، ابوحنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل .... الخ (۱/۱۷۳)

علامہ ابن تیمیہ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ امام صاحب اور صاحبین بھی دیگر ائمہ کیطرح رات دن علم کی تلاش میں رہتے تھے، مشہور ائمۂ اسلام اور ائمۂ متبوعین میں سے تھے، ان کو امت کے علماء اچھے نام سے یاد کرتے تھے، اور ہر شخص ان کی پاکیزگی اور ذہانت کا قائل تھا، اور یہ لوگ حدیث، تفسیر، تصوف، اور فقہ کے ائمہ میں سے تھے، کما مر من قبل ۔

امام شعرانی امام ربانیؒ م ۹۷۶ھ اپنی کتاب (المیزان الکبری) میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب سب سے پہلے مدوّن ہوا اور سب سے آخر میں ختم ہوگا جیسا کہ بعض اہل کشف نے فرمایا: اللہ تعالی نے امام صاحب کو اپنے دین اور اپنے بندوں کی امامت کے لئے منتخب فرمایا ان کے متبعین ہر زمانہ میں بڑھتے رہے .... اگر ان میں سے کسی کو پکڑ کر مارا جائے کہ اس طریقہ کو چھوڑ دو تو نہیں چھوڑے گا، اللہ تعالی ان سے اور ان کے متبعین سے راضی ہو اور ان سے بھی جو ان کے ساتھ ادب کرے اور تمام ائمہ سے ۔ (۱/۵۹)

ایک جگہ اور یوں لکھا: جب اللہ تعالی نے میرے اوپر احسان فرما کر شریعت کے چشمہ پر

مطلع فرمایا تو میں نے دیکھا کہ تمام مذاہب شریعت کے چشمہ سے متصل ہیں اور چاروں مذاہب کی نہریں جاری ہیں، بقیہ مذاہب مٹ گئے اور پتھر بن گئے، امام ابوحنیفہؒ کی نہر کو سب سے لمبی دیکھا، اسکے بعد امام مالکؒ اس کے بعد امام شافعیؒ اس کے بعد امام احمد کی نہروں کو، سب سے چھوٹی نہر داود ظاہری کی تھی، وہ پانچویں صدی میں ختم ہوگئی.

اس کا مطلب میں نے یہ سمجھا کہ اسی کے مطابق ان مذاہب پر عمل ہوگا، امام ابوحنیفہؒ کا مذہب سب سے پہلے مدون ہوا اور سب سے آخر میں ختم ہوگا، اہل کشف اس کے قائل ہیں. (میزان ۱/۴۷)

امام شمس الائمہ سرخسیؒ (اصول فقہ) میں فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حدیث کے عالم تھے، لیکن ضبط میں کمال کی شرط کی وجہ سے ان کی روایتیں کم ہیں. (۱/۳۵۰)

امام علاء الدین کاسانیؒ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع) میں فرماتے ہیں : امام صاحب حدیث کے پرکھنے والوں میں سے تھے، ان کا مذہب یہ تھا کہ حدیث کو قیاس پر مقدم کریں گے اگرچہ خبر واحد ہو بشرطیکہ اس کے راوی کی عدالت ظاہر ہو. (۵/۱۸۸)

(بہت سے محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا)

ابن عبد الهادی مقدسی : شمس الدین امام محمد بن احمد بن عبد الهادی المقدسی الحنبلیؒ م ۷۴۴ھ نے اپنی کتاب (المختصر فی طبقات علماء الحديث) میں امام ابوحنیفہؒ کو ذکر فرمایا، اور خوب تعریف فرمائی، لکھا : **و حدث عن عطاء و نافع وعبد الرحمن بن هرمز الأعرج وعدی بن ثابت و سلمة بن كهيل و أبی جعفر محمد بن**

علی (الباقر) و قتادة و عمرو بن دينار و أبی اسحاق و خلق ....و حدث عنه وكيع و يزيد بن هارون و سعد بن الصلت وأبو عاصم (الضحاك النبيل) و عبد الرزاق و عبيد الله بن موسى و أبو نعيم و أبو عبد الرحمن المقرئ و خلق .... و كان اماما ورعا عالما متعبدا كبير الشان ، لايقبل جوائز السلطان بل يتجر و يكتسب .

امام ابن ناصر الدین محمد بن ابی بکر ابوعبداللہ شمس الدین: مورخ شام ابن ناصر الدین نے بھی اپنی کتاب (**بديعة البيان عن موت الأعيان**) اور اس کی شرح میں امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کیا اور اساتذہ اور تلامذہ کے ذکر کے بعد لکھا : **وكان أحد ائمة الأمصار فقيه العراق متعبّدًا كبيرَ الشان وكان يتّجر و لا يقبَل جوائز السلطان و هو أحد مَن كان يختم القرآن فی ركعة و مكث أربعين سَنة يصلی الصبح بوضوء العتمة ، و فضائله كثيرة معروفة ، قال الشافعیؒ : الناس عيال فی الفقه عيال على أبی حنيفةؒ .** اھ

امام سیوطیؒ : خاتمۃ الحفاظ امام جلال الدین سیوطیؒ م ۹۱۱ھ نے اپنی کتاب (طبقات الحفاظ) میں امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کیا، اور کتاب کے شروع میں لکھا کہ اس کتاب میں حفاظ اور علم نبوی کے ثقہ حاملین کا ذکر ہے، رجال کے جرح وتعدیل میں اور احادیث کی تصحیح وتضعیف میں جن کے اجتہاد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، میں نے امام ذہبی کی طبقات سے اسکی تلخیص کی ہے اور جو بعد میں آئے ان کا اضافہ کیا ہے .

شیخ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ صاحبِ سیرت شامیہ: امام سیوطیؒ کے شاگرد شیخ صالحی م ۹۴۲ھ نے اپنی نفیس کتاب (**عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم أبی**

حنیفة النعمان) میں تیئیسواں (۲۳) باب اس عنوان سے قام کیا، (امام ابوحنیفہؒ کی حدیث کی کثرت میں اور اس بات میں کہ وہ بڑے حفاظ محدثین میں سے ہیں، اور ان لوگوں کی تردید میں جو یہ سمجھتے ہیں کہ انکو حدیث کا اہتمام کم تھا، اور ان مسانید کے ذکر میں جسکی تخریج حفاظ حدیث نے ان کی حدیث سے کی ہے، اور انکی مرویات میں سے چالیس (۴۰) احادیث کے ذکر میں) .

پھر لکھتے ہیں : جان لو کہ امام ابوحنیفہؒ بڑے حفاظ حدیث میں سے ہیں، حافظ ناقد، امام ذہبی نے ان کو حفاظ محدثین کے طبقات میں شمار کیا، اور بہت اچھا اور عمدہ کام کیا، اگر امام ابوحنیفہؒ احادیث کا زیادہ اہتمام نہ کرتے تو فقہ کے مسائل کا استنباط نہ کرپاتے، یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے دلائل سے فقہ کو نکالا .

ان کی حدیثیں زیادہ مشہور نہیں ہوئیں، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ انکو حدیثوں کا زیادہ اہتمام نہیں تھا، یہ بعض حاسدین کا خیال ہے جو غلط ہے، ان کے پاس بہت حدیثیں تھیں لیکن ان سے روایت کم ہوئی ، اس کی دو وجہیں ہیں :

(۱)۔ پہلی وجہ وہ حدیثوں کی روایت سے زیادہ دلائل سے مسائل کے استنباط میں مشغول رہے، جیسے بڑے بڑے صحابہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم، ان کے پاس علوم بہت تھے لیکن دوسرے صحابہ کے مقابلہ میں ان کی روایتیں کم ہیں، اسلئے کہ وہ زیادہ عمل میں مشغول تھے، امام مالک اور امام شافعیؒ کی روایتیں بھی اتنی نہیں ہیں جتنی انھوں نے سنیں تھیں، کیونکہ یہ حضرات بھی استخراج مسائل میں مشغول تھے .

اسی مضمون کو فارس بن حسن نے شعر میں اس طرح ادا کیا :

یا طالب العلم الذی ذهبت بمدته الرواية
كن فی الرواية ذا عناية بالرواية و الدراية

و اذْوِ القليل و راعِه فالعلم ليس له نهاية

اے وہ طالب علم جس کی روایت میں مدت گزر گئی، حدیث میں روایت کے ساتھ درایت کا یعنی معانی کا بھی اہتمام کر، روایت کم کر اور اسکی رعایت کر اسلئے کہ علم کی کوئی انتہا نہیں .

حافظ ابن عبدالبر نے کتاب العلم میں ایک بڑا باب قائم کیا ہے جس میں بغیر درایت کے صرف روایت سے ڈروایا ہے اور فرمایا: کہ مسلمانوں کے فقہاء اور علماء کی جماعت اسکی مذمت کرتی ہے کہ حدیثیں خوب ذکر کی جائیں مگر ان کو سمجھا نہ جائے اور اس پر غور نہ کیا جائے .

قاضی ابن شبرمہ کا ارشاد ہے کہ روایت کم کرو تو فقیہ ہوگے، ابن مبارکؒ سے مروی ہے کہ تمہارا اعتماد اثر وحدیث پر ہونا چاہئے اور رائے میں سے اتنی لو کہ حدیث کی شرح کرسکو .

(۲)۔ دوسری وجہ انکی حدیثوں کے کم ہونے کی یہ ہے کہ ان کا مذہب تھا کہ جب تک حدیث یاد نہ ہو اسکو بیان نہیں کرسکتے، طحاویؒ نے امام ابویوسفؒ سے امام حنیفہؒ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ کسی آدمی کیلئے حدیث بیان کرنا جائز نہیں الا یہ کہ وہ اسکو سننے کے وقت سے بیان کرنے کے وقت تک یاد رکھتا ہو .

خطیبؒ نے اسرائیل بن یونس کا قول ذکر کیا ہے کہ نعمان کتنے اچھے آدمی ہیں، انکو وہ ہر حدیث خوب یاد ہے جس میں فقہ ہے، وہ ایسی حدیثوں کو خوب تلاش کرتے تھے اور بہت یاد رکھتے تھے جس میں فقہ ہو، خطیبؒ نے امام ابویوسفؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ اس کو حدیث کی تفسیر کا اور اسکے فقہی نکتوں کا علم ہو .

صیمری نے امام ابویوسفؒ سے نقل کیا کہ میں نے جب بھی امام ابوحنیفہؒ سے کسی مسئلہ میں اختلاف کیا پھر غور کیا تو ان کا مذہب آخرت میں زیادہ نجات دلانے والا پایا، اور کبھی میں حدیث کی طرف مائل ہوتا اور وہ مجھ سے زیادہ حدیث پر بصیرت رکھنے والے تھے .

ابومحمد حارثی نے امام ابویوسفؒ کا قول نقل کیا کہ ہم لوگ علم کے کسی باب میں امام ابوحنیفہؒ

سے بحث کرتے ، پھر ہم کسی قول پر امام صاحب کے ساتھ متفق ہوجاتے تو میں کوفہ کے مشائخ کے یہاں جاتا کہ امام صاحب کے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر ملتا ہے یا نہیں ، دو تین حدیثیں ملتیں تو انکو لیکر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور پیش کرتا تو ان میں سے بعض کو قبول کرتے اور بعض کو رد کرتے ، اور فرماتے یہ صحیح نہیں یا مشہور نہیں ، حالانکہ وہ انکے قول کے موافق ہوتی ، میں ان سے کہتا کہ یہ آپ کو کہاں معلوم ہوئی ، فرماتے کہ میں کوفہ کے علم کو جانتا ہوں .

ابوعبداللہ صیمریؒ نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا کہ ہم سلیمان اعمش کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے ، ان سے کچھ مسائل پوچھے گئے ، انھوں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا تم ان میں کیا کہتے ہو؟ امام صاحبؒ نے جواب دیا: ایسا ایسا حکم ہے ، پوچھا کہاں سے کہا ، کیا دلیل ہے؟ امام صاحب نے فرمایا: آپ نے ابوصالح سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے انھوں نے آنحضرت ﷺ سے ایسا نقل فرمایا ، اور آپ نے فلاں صحابی سے آنحضور ﷺ سے ایسا نقل فرمایا ، اس طرح کئی حدیثیں بیان کردیں ، اعمش نے فرمایا: بس کرو ، جو حدیثیں میں نے تم سے سو (۱۰۰) دنوں میں بیان کیں تم ایک وقت سب سنانے لگے ، میں جان گیا کہ تم ان احادیث پر عمل کرتے ہو ، اے فقہاء کی جماعت تم لوگ ڈاکٹر ہو ہم لوگ فارمیسی والے ہیں (دوائیں ہم فراہم کرتے ہیں ، علاج آپ لوگ کرتے ہیں) ، اور تم نے اے آدمی (ابوحنیفہ) دونوں کو جمع کرلیا ہے .

(دیکھئے عقود الجمان للصالحی ص ۳۱۹ تا ۳۲۲)

علامہ محدث محمد بن رُستم البدخشی: حدیث ورجال کے ماہر ابن رستم بدخشی نے بھی امام صاحب کا تذکرہ اپنی کتاب (تراجم الحفاظ) میں کیا ، یہ کتاب سمعانی کی کتاب الانساب کا اختصار اور اس پر اضافہ ہے ، ۱۱۴۶ھ میں دہلی میں اسکی تالیف سے فارغ ہوئے ، اس میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ علم میں تبحر اور باریک و پوشیدہ معانی میں غوطہ لگانے کے باوجود خُو کی

تجارت کرتے تھے اور حلال روزی کھاتے تھے ، اور کہا گیا ہے کہ یہ کاروبار شروع میں تھا .

ایک جگہ لکھا کہ تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور اس میں خوب کوشش کی حتی کہ ان کو اتنا علم حاصل ہوا کہ کسی اور کو نہیں حاصل ہوا ، ایک دن منصور کے یہاں گئے ، وہاں عیسی بن موسی تھے ، انھوں نے منصور سے کہا کہ یہ آج دنیا کے عالم ہیں .

ابوحنیفہؒ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کھود رہے ہیں (اور ہڈیاں جمع کر رہے ہیں) ، ابن سیرین نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ یہ شخص ایسا علم نکالے گا کہ اس سے پہلے کوئی وہاں تک نہیں پہونچا . (اس کو صالحی نے بھی عقود الجمان ص ۳۶۶ میں ذکر کیا)

علامہ اسماعیل عجلونیؒ: علامہ محدث اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحی الشافعیؒ م ۱۱۶۳ھ (**صاحب كشف الخفاء و مزيل الألباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس**) نے ایک رسالہ لکھا ہے (**عقد الجواهر الثمين في أربعين حديثا من أحاديث سيد المرسلين**) ، یہ رسالہ عجلونیہ سے مشہور ہے ، اس میں لکھا ہے: **و زدت على ما فيها مسندَ الامام أبي حنيفة النعمان تنويها بأنه من أهل هذا لشان** ، اربعین پر میں نے امام ابوحنیفہؒ کے مسند کو زیادہ کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ امام ابوحنیفہؒ بھی محدثین عظام میں سے ہیں .

پھر امام ابوحنیفہؒ کے نام پر حاشیہ میں لکھا : وہ اماموں کے امام ، امت کے ہادی ، ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت کوفی ہیں ، ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں اللہ تعالے نے ان کو اٹھایا ، تابعی ہیں ، اور بلا اختلاف مجتہدین کے امام ہیں ، اور بالا جماع پہلے شخص ہیں جنھوں نے اجتہاد کا دروازہ کھولا ، جنکو ان کے فقہ اور جزئیات پر واقفیت ہوگی اسکو شک نہیں ہوگا کہ ان کے علوم بہت وسیع تھے اور ان کا مقام بہت بلند تھے ، کتاب وسنت کو سب سے زیادہ جانتے تھے ، کیونکہ شریعت ' کتاب وسنت ہی سے لی جاتی ہے ، جو حدیث میں معلومات زیادہ نہیں رکھتا اس پر ضروری ہے کہ حدیث کو تلاش کرے اور اسکو حاصل کرے اور اس میں خوب محنت

اور کوشش کرے تا کہ دین صحیح اصول سے معلوم کرے اور احکام کو اسکے مبلّغ سے معلوم کرے۔

جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کی باتیں نقل کرتے ہیں خواہ اصول فقہ والے ہوں یا محدثین ان سب کا اتفاق ہے کہ وہ صحیح حدیث کو قیاس معتبر پر مقدم کرتے ہیں [۱] ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ رضی اللہ عنہ بقیہ ائمہؒ (حدیث) کی طرح بہت زیادہ حدیثیں نقل نہیں کرتے لیکن اجتہاد اور امامت کے شرائط میں سے بہت حدیثیں نقل کرنا نہیں ہے، کیونکہ اجتہاد اس پر موقوف ہے کہ مجتہد کو حدیثیں معلوم اور یاد ہوں نہ اس پر کہ وہ حدیثیں بیان کرے اور اس کو روایت کرے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کے امام، ان میں سب سے بڑے فقیہ اور حافظ تھے اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہوگا، لیکن انھوں نے بہت حدیثیں بیان نہیں کیں، معدودے چند حدیثیں بیان کیں۔

امام مالکؒ جو بالاتفاق محدثین کے امام، اماموں کے امام، امام دارالہجرۃ ہیں، انکے یہاں وہی حدیثیں صحیح ہیں جو انکی مؤطا میں ہیں [۲] تو کیا انکے بارے میں کوئی کچھ کہہ سکتا ہے؟

ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ امام ابوحنیفہؒ کو بعض حدیثیں نہیں پہونچیں یا پہونچیں لیکن وہ ان کو صحیح نہیں مانتے تھے لیکن اس سے مجتہد کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو علماء کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد صحابہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے کبھی کوئی رائے قائم کرتے پھر حدیث ملتی تو رجوع کر لیتے (پہلے ان کو وہ حدیث معلوم نہ ہوتی)

---

[۱] بلکہ امام ابوحنیفہؒ ضعیف حدیث کو بھی قیاس اور رائے پر مقدم کرتے ہیں، ابن حزم نے اس پر حنفیہ کا اجماع نقل کیا ہے، دیکھئے انکی کتاب ملخص ابطال القیاس ص ۶۸ و جزء الذہبی ص ۳۴ اور الاحکام فی اصول الأحکام ۷/۵۷ لابن حزم بلکہ حنفیہ کے یہاں صحابی کا قول بھی قیاس سے اچھا ہے۔ دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث للتھانویؒ ۹۶ و ۱۲۹ مع الحاشیہ. فضل

[۲] یعنی جب کہ ہم صرف مؤطا کی حدیثوں کو دیکھیں۔ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ

پھر یہ کہ ان پر اعتراض کرنے والے ان کی امامت اور ان کی فضیلت کا اس طرح اقرار کرتے ہیں کہ انکو پتہ بھی نہیں چلتا، ان کو رائے کا طعنہ دیتے ہیں حالانکہ رائے ہمارے سلف کے یہاں صرف اس کا نام ہے کہ نصوص شرعیہ کے معانی خوب اچھی طرح معلوم ہوں اور شریعت کے احکام میں شارع نے جو حکمتیں رکھی ہی ان پر واقفیت ہو، کوئی اجتہاد بلکہ کوئی علم تام نہیں ہوسکتا جب تک کہ نصوص محفوظ نہ ہوں اور ان کے معانی کی باریکی معلوم نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں، حجت ہیں، فقیہ مجتہد ہیں، زیادہ حدیثیں روایت نہیں کی ہیں کیونکہ ان کے یہاں روایت اور تحمّلِ روایت اور قبولِ روایت کیلئے کڑی شرطیں ہیں۔ (عجلونی کی بات ختم ہوئی) (مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی الحدیث للنعمانیؒ ص ۶۶)

عبد اللہ بن مبارکؒ مشہور محدث وفقیہ اور مجاہد نے فرمایا:

وجدت أبا حنيفة كل يوم	يزيد نبالة و يزيد خيرا
و ينطق بالصواب ويصطفيه	اذا ما قال أهل الجور جورا
بمقياس يقايسه بلبّ	فمن ذا تعلمون له نظيرا
كفانا موت حماد و كانت	مصيبته لنا امرا كبيرا
و ردّ شماتة الأعداء عنا	و أُفشى بعده علما كثيرا
رأيت أبا حنيفةؒ حين يُؤتى	و يطلب علمه بحرا غزيرا
اذا ما المعضلات تدافعتها	رجال القوم كان به بصيرا

(مناقب موفق مکی ص ۴۴۸)

امام ابوحنیفہؒ امامِ جرح وتعدیل بھی ہیں

حافظ علامہ ابن تیمیہ: علامہ ابن تیمیہؒ م ۷۲۸ھ نے اپنی کتاب ”**تلخیص کتاب الاستغاثه فی الرد علی البکری**“ میں ان محدثین کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے رجال میں اورحدیثوں کی تصحیح وتضعیف میں کلام کیا ہے، ان میں یحی بن معین، بخاری، مسلم، مالک ثوری، اوزاعی، شافعی کے ساتھ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کا نام بھی لیا ہے. (ص ۱۳و۱۴)

علامہ ذہبی: علامہ ناقد ذہبیؒ م ۷۴۸ھ نے بھی اپنی کتاب ”**ذکر من یعتمد قوله فی الجرح و التعدیل**“ میں امام شعبی، محمد بن سیرین کا نام لیا کہ ان لوگوں نے صحابہ کا زمانہ گزرنے کے بعد جرح وتعدیل کا کام کیا، اس زمانہ میں ضعفاء بہت کم تھے.

پھر جب عام تابعین کا زمانہ ختم ہوا ۱۵۰ھ کے قریب تو بڑے علماء نے توثیق وتضعیف کا کام کیا، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: **ما رأیت أکذب من جابر الجعفی**، میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا.

سلیمان اعمشؒ نے ایک جماعت کی تضعیف کی اور ایک جماعت کی توثیق.

شعبہ اور مالک نے بھی رجال پر نقد کیا. (ص ۱۵۹ مع قاعدۃ فی الجرح والتعدیل)

امام سخاویؒ: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے شاگرد محمد بن عبدالرحمٰن سخاویؒ نے بھی ”فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث“ میں امام ذہبیؒ کا یہ کلام کچھ حذف واضافہ کے ساتھ ذکر کیا، اس میں امام اعظم کی جرح جابر جعفی پر ذکر کی. (ص ۴۷۹ طبع لکھنؤ)

حافظ عبدالقادر قرشی: علامہ حافظ عبدالقادر قرشی م ۷۷۵ھ نے اپنی کتاب (**الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیه** ص ۳۰) میں تحریر فرمایا:

جان لو! کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول جرح وتعدیل میں مقبول ہے، اس فن کے علماء نے اسکو قبول کیا اور اس پر عمل کیا، جیسا کہ اس فن کے مشائخ امام احمد، بخاری، ابن معین، ابن مدینی وغیرہ نے قبول کیا، اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کی شان عظیم تھی، انکا علم وسیع تھا اور وہ سردار تھے.

امام ترمذیؒ نے علل میں سند کے ساتھ امام صاحب کا قول ذکر کیا کہ **ما رأیت أکذب من جابر الجعفی و لا أفضل من عطاء بن أبی رباح** .

امام بیہقیؒ نے (المدخل لمعرفة دلائل النبوة) میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا کہ ابوسعد صغانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا: ثوری سے حدیث حاصل کرنے میں آپکی کیا رائے ہے؟ فرمایا: ان سے حدیثیں لکھو وہ ثقہ ہیں مگر ابواسحاق کی حدیثیں حارث سے اور جابر جعفی کی حدیثیں مت لینا.

ابوحنیفہؒ نے فرمایا: طلق بن حبیب قدر کا قائل تھا (یعنی تقدیر کا منکر تھا).

ابوحنیفہؒ نے فرمایا: زید بن عیاش ضعیف ہے.

سفیان بن عیینہ نے فرمایا: حدیث کیلئے سب سے پہلے جس نے مجھے بٹھایا وہ ابوحنیفہؒ ہیں، میں کوفہ آیا تو ابوحنیفہؒ نے فرمایا: یہ عمرو بن دینار کی حدیثوں کے سب سے بڑے عالم ہیں، (یہ سن کر) لوگ میرے پاس جمع ہوگئے، اور ان کو میں نے حدیث سنائی.

حماد بن زید فرماتے ہیں کہ عمرو بن دینار کی کنیت ہم کو صرف ابوحنیفہؒ سے معلوم ہوئی، ہم لوگ مسجد حرام میں تھے، ابوحنیفہؒ عمرو بن دینار کے ساتھ تھے، ہم نے کہا اے ابوحنیفہ! ان سے کہئے کہ ہم کو حدیثیں سنائیں، تو ابوحنیفہؒ نے کہا: اے ابومحمد! انکو حدیث سنایئے، عمرو نہیں کہا.

ابوحنیفہؒ نے فرمایا: عمر بن عبید پر اللہ کی لعنت ہو اس نے لوگوں کیلئے علم کلام کا دروازہ کھولا، اللہ تعالے جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان کا برا کرے، وہ نفی میں (اللہ تعالی کی صفات کی نفی میں) حد سے گزر گیا اور یہ تشبیہ میں (اللہ تعالی کو حادث چیزوں سے تشبیہ دینے

میں) حد سے گزر گیا۔

امام طحاویؒ نے امام ابو یوسفؒ سے امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ذکر کیا کہ کسی کیلئے مناسب نہیں کہ کوئی حدیث بیان کرے مگر وہی حدیث جو سننے کے وقت سے لیکر بیان کرنے کے وقت تک یاد رکھتا ہو۔

میں (عبدالقادر قرشی) کہتا ہوں: لیکن اکثر لوگ اس کے خلاف ہیں، اسی لئے امام ابو حنیفہؒ کی رواتیں کم ہیں، اسی وجہ سے نہ کہ کسی اور وجہ سے جیسا کہ امام صاحب پر حملہ کرنے والے سمجھتے ہیں۔

ابو عاصم (ضحاک نبیل امام بخاریؒ کے استاذ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو سنا فرمارہے تھے کہ قراءت جائز ہے، یعنی استاذ کو حدیث سنانا، ابن جریج سے بھی یہی سنا، مالک اور سفیان سے بھی۔

ابوحنیفہؒ نے فرمایا جیسا کہ طحاوی نے ابوقطن سے نقل کیا: میرے اوپر پڑھو (مجھے پڑھ کر سناؤ) اور کہو کہ مجھ سے (ابوحنیفہؒ نے) بیان کیا، یہی امام مالک نے بھی فرمایا۔

امام طحاویؒ نے فرمایا: یہی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی مذہب ہے۔

ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اپنی سند سے امام ابوحنیفہؒ کا قول ذکر کیا کہ جتنے لوگوں سے میں ملا ان میں عطا سے افضل کسی کو نہیں پایا، اور جتنے لوگوں سے میں ملا ان میں جابر جعفی سے جھوٹا کسی کو نہیں پایا، جب بھی میں نے اپنی کوئی رائے پیش کی اس پر وہ حدیث لایا اور کہا کہ میرے پاس آنحضورﷺ کی اتنی اور اتنی ہزار حدیثیں ہیں جن کو میں نے ابھی بیان نہیں کیا، یہ ابوحنیفہؒ جابر جعفی پر جرح کر رہے ہیں اور اس کو جھوٹا بتا رہے ہیں۔ (۲۷۳/۳)

ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں بھی اپنی سند سے امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ذکر کیا: لوگ کہتے ہیں کہ جس کی داڑھی لمبی ہوتی ہے اسکے عقل نہیں ہوتی، میں نے علقمہ بن مرثد کو

دیکھا کہ داڑھی لمبی ہے اور عقل بھرپور ہے۔ (۱۶۲/۹)

ابن عدی جرجانی نے بھی اپنی کتاب (الکامل فی الضعفاء) میں جابر جعفی کے تذکرہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مذکورہ بالا قول ذکر کیا۔ (الکامل لابن عدی ۵۳۷/۳)

اسی طرح ابن عبدالبر مالکیؒ نے **جامع بیان العلم و فضلہ** ۲/ ۱۵۳ میں اور امام بیہقیؒ نے **کتاب القراءة خلف الامام** ص ۱۰۸ میں امام صاحب کی اس جرح کو ذکر کیا۔

ابن حزمؒ نے (**المحلی فی شرح المجلی بالحجج و الآثار** ۳۷۸/۱) میں امام صاحب کی جرح کا تذکرہ کیا اور لکھا: **أول من شهد عليه بالكذب أبو حنيفة.** اور لکھا: **مجالدؒ ضعيف و أول من ضعفه أبو حنيفة.** مجالد ضعیف ہے اور سب سے پہلے جس نے اس کی تضعیف کی وہ ابوحنیفہؒ ہیں۔

حاکم نے تاریخ نیشاپور میں اپنی سند سے امام صاحب کا قول ذکر کیا: **أول من أسلم من الرجال أبو بكر ومن النساء خديجة ومن الصبيان عليؓ.** (فتح المغیث للسخاویؒ ۳۸۸)

امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں فقیہ مدینہ ابوالزناد کے تذکرہ میں امام ابوحنیفہؒ کا قول ذکر کیا: **رأيت ربيعة و أبا الزناد و أبو الزناد أفقه الرجلين.** (تذکرہ ۱۳۵/۱)

اور جعفر صادق کے ذکر میں امام صاحب کا قول ذکر کیا: **ما رأيت أفقه من جعفر بن محمد.** ۱۶۶/۱)

ابوحیان اندلسی غرناطی ظاہریؒ نے اپنی تفسیر (البحر المحیط) میں لکھا: ثوریؒ، ابوحنیفہؒ، اور یحی بن آدمؒ نے فرمایا: حمزہ لوگوں پر قرآن اور فرائض میں غالب ہوئے۔ (بحر محیط ۱۵۹/۳)

ان نقول سے اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنی زمانہ کے بڑے ائمہ جرح وتعدیل میں سے تھے اور انکا قول جرح وتعدیل میں مقبول اور مسموع تھا، نقل میں مُثبت تھے، ثقہ ہی سے نقل کرتے جیسے شعبہ اور مالک، اور صرف صحیح روایتیں ذکر کرتے اور وہی نقل کرتے

جس کو یاد رکھتے ، امام مالکؒ نے بھی انہی کا اتباع کیا .

امام جرح وتعدیل یحی بن معین نے فرمایا: علماء چار ہیں: ثوری، ابوحنیفہ، مالک، اوزاعی رحمہم اللہ. (البدایہ والنھایہ لابن کثیر ۱۱۶/۱)

یہ سب علم میں ہمسر ہیں: ابوحنیفہ اور مالک نقد رجال میں ثوری اور اوزاعی سے بڑھکر ہیں، دونوں حافظ حجت ہیں، جن راویوں سے امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار میں اور امام مالکؒ نے مؤطا میں استدلال کیا وہ مقبول ہیں اور جن میں اختلاف ہوا جیسے زید بن عیاش ان میں غور کر کے فیصلہ کیا جائیگا ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں .

(دیکھئے مکانۃ الامام ابی حنیفہؒ فی الحدیث ص ۷۵ تا ۸۰)

(امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت وعدالت)

امام اعظم کا حدیث میں علمی مقام اور جرح وتعدیل میں امامت کا مقام معلوم ہونے کے بعد خود ہی معلوم ہوگیا کہ امام اعظم ایک عظیم محدث اور مسلّم فقیہ ومجتہد تھے، دوسرے ائمۂ مجتہدین: مالک، ثوری، ابویوسف، محمد، شافعی احمد رحمہم اللہ انکے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد تھے، اور انھوں نے امام صاحب کی فقہ سے پورا فائدہ اٹھایا ہے .

لیکن امام صاحبؒ اپنی عام مقبولیت کی وجہ سے محسود تھے، اسلئے بعض لوگوں نے بلاوجہ امام صاحب پر جرح اور بے دلیل مبہم جرح کردی ہے، اسلئے توثیق بیان کرنے کی ضرورت ہے، اور جرحوں کا جواب دیا جاتا ہے، لیکن جلنے والے جلتے ہیں اور اپنی آواز بند نہیں کرتے .

علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکیؒ: علامہ ابن عبدالبر مالک قرطبیؒ م ۴۶۳ھ اپنی مشہور کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں لکھتے ہیں (یہ خطیب کے ہم زمانہ ہیں، خطیب کا انتقال بھی

۴۶۳ھ میں ہوا)، ایک قرطبہ میں تھے دوسرے بغداد میں :

شعبہ کی رائے ابوحنیفہؒ کے بارے میں اچھی تھی، یحی بن معین فرماتے ہیں: میں نے کسی کو نہیں پایا کہ امام وکیع پر اس کو مقدم کروں، وکیع امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوی دیتے تھے، ان سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں اور ان سب کو یاد رکھتے تھے .

امام بخاری کے استاذ علی بن مدینی نے فرمایا: ابوحنیفہؒ سے ثوری، ابن المبارک، حماد بن زید، ہشیم، وکیع بن الجراح، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے حدیثیں روایت کی ہیں، ابو حنیفہ ثقہ ہیں ان میں کوئی جرح کی بات نہیں .

یحی بن سعید قطان (امام جرح وتعدیل) نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ کی بہت سی باتیں ہم کو پسند آئیں، ہم ان کو لیتے ہیں .

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: جنھوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا اور ان کی توثیق کی ان سے زیادہ ہیں جنھوں نے ان میں کلام کیا اور ان پر اعتراض کیا، اور جن محدثین نے ان پر کلام کیا ان میں سے اکثر نے یہ عیب لگایا کہ وہ قیاس اور رائے زنی بہت کرتے ہیں اور ارجاء کا عقیدہ رکھتے ہیں . (جامع بیان العلم وفضلہ ۱۴۹/۲)

اور معلوم ہے کہ یہ الزامات امام ابوحنیفہؒ پر صحیح نہیں ہیں .

ابن عبدالبر یہ بھی لکھتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ گزشتہ لوگوں میں سے کسی کی شرافت پر اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کے بارے میں مختلف ہوں، دیکھئے حضرت علیؓ کے بارے میں دو جماعتیں ہلاک ہوئیں، ایک محبت میں غلو کرنے والی، دوسری دشمنی میں غلو کرنے والی، یہی بات حدیث شریف میں آئی ہے، جو لوگ شریف ہوتے ہیں اور دین وفضیلت میں انتہاء کو پہونچے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے . (ایضا ۱۵۰/۲)

آگے ایک بہت اہم بات بھی لکھی ہے، فرماتے ہیں: صحیح بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ

جس کی عدالت اور علم میں اسکی امامت وثقاہت ثابت ہو اور علم کے ساتھ اس کا اہتمام معلوم ہو اس کے بارے میں کسی کا قول قابلِ توجہ نہیں، ہاں اگر کوئی جرح کرے اور جرح کی کوئی واضح دلیل پیش کرے جو شہادت کے طریقہ پر دیکھ کر ہو جس کو ماننا فقہ ونظر کے طریقہ پر ضروری ہو تو وہ بیشک قبول ہوگی ورنہ نہیں .

پھر اسکی کئی مثالیں پیش کیں، یہ باب اس کتاب میں بہت عمدہ ہے، اس میں یہ بتایا ہے کہ اہل علم کی باتیں اہل علم کے بارے میں معتبر نہیں. (دیکھئے جامع بیان العلم ۱۵۲/۲)

علامہ تاج الدین سبکیؒ م ۷۷۱ھ نے بھی طبقات الشافعیۃ الکبری میں اس کو مزید تنقیح کے ساتھ لکھا ہے، احمد بن صالح مصریؒ کے تذکرہ میں ایک عنوان قائم کیا (**قاعدة فی الجرح و التعدیل، ضروریة نافعة لا تراها فی شیء من کتب الاصول**) جرح وتعدیل میں ایک ضروری اور نفع بخش قاعدہ، اصول کی کسی کتاب میں اس کو نہیں پاؤ گے: اس میں یہ نفیس بحث کی کہ جرح کا تعدیل پر مقدم ہونا ہر جگہ نہیں چلتا بلکہ صحیح یہ ہے کہ جسکی امامت اور عدالت ثابت ہو، اس کی تعریف اور تزکیہ کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے کم ہوں اور قرینہ سے معلوم ہو کہ جرح مذہبی تعصب کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ہے تو جرح کی طرف توجہ نہیں کریں گے بلکہ تعدیل پر عمل کریں گے، اسلئے کہ اگر اس قاعدہ پر مطلقاً عمل کیا جائے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے تو کوئی امام بچ نہیں سکے گا، کیونکہ ہر امام کے بارے میں کچھ لوگوں نے طعن کیا اور ہلاک ہونے والے ہلاک ہوئے. (طبقات الشافعیۃ الکبری ۹/۲ دار احیاء الکتب بتحقیق عبد الفتاح محمود الحلو و محمود محمد الطناحی)

(شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ نے اس قاعدہ کو دوسرے ایک قاعدہ (**قاعدة فی المؤرخین للسبکیؒ**) کے ساتھ جمع کیا اور دو رسالے اور: ایک (**المتکلمون فی الرجال للسخاویؒ**)، دوسرا "**ذکر من یعتمد قوله فی الجرح و التعدیل للذہبیؒ**"، ان

سب کو (**اربع رسائل فی علوم الحدیث**) کے نام سے تحقیق وتحشیہ کے ساتھ شائع کیا).

علامہ سبکیؒ نے اس کے بعد علامہ ابن عبد البر کی بات ان کی کتاب جامع بیان العلم سے تفصیل کے ساتھ ذکر کی اور کئی اشعار بھی، اس کے بعد لکھتے ہیں:

ابن عبد البر کا کلام اچھا ہونے کے باوجود پورا صاف نہیں ہے، کیونکہ انھوں نے صرف یہ لکھا کہ جسکی عدالت اور معرفت معلوم ہو اس پر جارح کا قول معتبر نہیں جب تک دلیل نہ ہو، یہ تو ایسی بات ہے جس کی طرف تمام علماء نے اشارہ کیا کہ جرح مقبول نہیں مگر مفسَّر، ابن عبد البرؒ نے اس پر کیا اضافہ کیا؟ اگرچہ ابن عبد البر نے اشارہ کیا کہ مماثل علماء کا کلام ان جیسے علماء کے بارے میں مطلقاً مردود ہے جیسا کہ ہم نے (المبسوطہ) سے نقل کیا کہ عبد اللہ بن وہب نے فرمایا: عالم کی گواہی عالم کے خلاف جائز نہیں اسلئے کہ یہ لوگ آپس میں سب سے زیادہ بغض و حسد رکھتے ہیں، یہی بات سفیان ثوری اور مالک بن دینار نے بھی ارشاد فرمائی.

لیکن بات کو اور صاف کرنا چاہئے، اور وہ یہ ہے کہ جسکی تعریف کرنے والے مذمت کرنے والوں سے زیادہ ہوں اور جس کا تزکیہ کرنے والے جرح کرنے والوں سے زیادہ ہوں اور اس کی طاعت اس کے معاصی پر غالب ہو اسکے اوپر مفسَّر جرح بھی قبول نہیں کی جائیگی جبکہ کوئی ایسا قرینہ ہو جس کی وجہ سے عقل یہ گواہی دیتی ہو کہ جارح نے اسی وجہ سے اس پر حملہ کیا ہے، مثلاً دونوں میں مذہبی تعصب ہے یا دنیوی مقابلہ ہے جیسا کہ ایک زمانہ کے دو مماثل لوگوں میں ہوتا ہے.

ہم مثال کے طور پر کہتے ہیں، ابن ابی ذئب کا کلام امام مالکؒ کے بارے میں نہیں سنا جائیگا، اسی طرح یحی بن معین کا امام شافعیؒ کے بارے میں، امام نسائی کا کلام محدث احمد بن صالحؒ کے بارے میں، بالکل نا قابل توجہ ہے، کیونکہ یہ مشہور ائمہ ہیں.

تنبیہ: جرح کے وقت یہ دیکھنا چاہئے کہ جارح اور مجروح کا عقیدہ کیا ہے، کیونکہ کبھی

دونوں کے درمیان عقیدہ میں اختلاف ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے جارح مجروح پر جرح کردیتا ہے، اسی کی طرف رافعی نے اشارہ کیا ہے اور فرمایا: مناسب ہے کہ تعدیل (اور جرح) کرنے والے مذہب میں عصبیت اور دشمنی سے پاک ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے کسی عادل کو مجروح کردیں یا کسی فاسق کا تزکیہ کردیں، بہت سے ائمہ سے ایسا ہوگیا ہے، جرح کرنے والے غلطی پر ہیں، مجروح صواب پر ہے .

سید المتأخرین شیخ الاسلام تقی الدین ابن دقیق العید (م۷۰۲ھ) نے اپنی کتاب ''الاقتراح'' میں اسکی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: مسلمانوں کی آبروئیں جہنم کے گڈھوں میں سے ایک گڈھا ہے، اسکے کنارے لوگوں کی دو جماعتیں ہیں: ایک محدثین کی دوسرے حکام کی .

میں کہتا ہوں (علامہ سبکیؒ): اس کی ایک مثال وہ ہے جو گزر چکی، کسی نے امام بخاری کے بارے میں کہا: ترکہ ابو زرعہ و أبو حاتم من أجل مسئلة اللفظ، لَفْظِي بِالقرآنِ مخلُوقٌ کے مسئلہ کی وجہ سے امام ابوزرعہ رازی اور امام ابوحاتم رازی نے بخاری کو چھوڑ دیا.

(یہ بات عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے اپنی کتاب (الجرح والتعدیل) میں لکھی . ۱۲ عبدالفتاح ابوغدہؒ)

میں اللہ کی قسم دے کر مسلمانوں سے پوچھتا ہوں: کیا کسی کیلئے جائز ہے کہ کہے امام بخاریؒ متروک ہیں؟ جبکہ وہ اس فن کا جھنڈا اٹھانے والے اور اہل سنت والجماعت کے پیشوا ہیں، کیا انکی خوبیاں سب مذمت بنجائیں گی؟ لفظ کے مسئلہ میں حق انکے ساتھ ہے، اس میں کسی عقل والے کو شبہہ نہیں ہوگا کہ قرآن کا زبان سے تلفظ انسان کا حادث فعل ہے، اللہ تعالی کا پیدا کیا ہوا ہے، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے صرف لفظ کے بُرے ہونیکی وجہ سے اس سے انکار کیا.

اسی کی ایک مثال بعض مجسمہ (یحی بن عمار . ۱۲ ابوغدہ) کا ابوحاتم ابن حبانؒ کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ '' ان کے پاس زیادہ دین نہیں تھا ہم نے انکو سجستان سے نکال دیا کیونکہ انھوں نے اللہ تعالی کیلئے حد کا انکار کیا ''.

کاش میں جان لیتا کہ نکالے جانے کے لائق کون تھا؟ جو اپنے رب کو محدود کرتا ہے یا جو اس کو جسمیت سے پاک سمجھتا ہے، اس کی مثالیں بہت ہیں.

آگے چل کر علامہ سبکیؒ نے نصیحت کی ہے کہ اے طالب علم! گزرے ہوئے ائمہ کے درمیان ادب کا راستہ اختیار کرو، اور بعض نے بعض میں جو کلام کیا ہے اسکو مت دیکھو الا یہ کہ واضح دلیل پیش کرے، پھر اگر تم تاویل کرسکو اور حسن ظن پیدا کرسکو تو کرلو ورنہ پھر ان سب باتوں کو چھوڑ دو، تم اس کیلئے پیدا نہیں ہوئے، مفید کام میں مشغول رہو، غیر مفید کو چھوڑو.

ابوحنیفہ اور ثوری میں جو ہوا اس پر ہرگز کان مت دھرنا، اسی طرح مالک اور ابن ابی ذئب کے درمیان اور احمد بن صالح اور نسائی کے درمیان اور احمد بن حنبل اور حارث محاسبی کے درمیان اور آگے چل کر عز بن عبدالسلام اور ابن الصلاح کے درمیان، اگر تم اس میں پڑے تو ہلاکت کا خطرہ ہے، یہ سب بڑے ائمہ ہیں، انکے اقوال کے کچھ خاص مطلب ہیں، کبھی بعض باتوں کو سمجھا نہیں جاتا، ہمارا کام ان سے راضی ہونا ہے، ان کے درمیان جو کچھ ہوا اس سے خاموش رہنا ہے، جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف میں کیا جاتا ہے.

(طبقات الشافعیۃ الکبری ۲/۲۷۸)

علامہ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں: محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی مذمت میں بہت زیادتی کی ہے اور اس میں حد سے گزر گئے، یحی بن معین نے فرمایا: ہمارے اصحاب (محدثین) امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں بہت زیادتی کرتے ہیں، ان سے پوچھا گیا: کیا ابوحنیفہؒ جھوٹ بولتے تھے؟ فرمایا: وہ اس سے زیادہ شریف تھے. (جامع بیان العلم ۲/۱۴۸)

اس طرح کی نقول سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ محسود تھے، اسلئے ان پر کی گئی جرحیں ناقابل اعتبار ہیں.

امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ کے لوگ ان کو اچھا سمجھتے تھے، جیسے کہ شعبہ، علی بن مدینی، یحی

قطان وغیرہ، اسلئے بخاری، نسائی اور دارقطنی وغیرہ کی جرحیں سب بے اثر ہیں.

علامہ کشمیریؒ نے فرمایا: امام احمد کے زمانہ میں خلق قرآن کا فتنہ جب نمودار ہوا تو محدثین میں فرقہ بندی ہوگئی اور اختلاف ہوگیا، اس سے قبل سلف کی ایک جماعت امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوی دیا کرتی تھی. (فیض الباری ۱/۱۶۹ و قواعد فی علوم الحدیث ۳۱۲)

علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبیؒ نے اپنی کتاب (**الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء**) میں سند کے ساتھ ذکر کیا کہ یحی بن معین سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: میں نے کسی کو نہیں سنا کہ ان کی تضعیف کرتا ہو، یہ شعبہ بن حجاج ہیں امام ابوحنیفہؒ کو لکھتے ہیں کہ حدیث بیان کریں اور شعبہ تو شعبہ ہیں (یعنی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں)

(ص ۹۴ مع اردو ترجمہ)

یہ روایت بھی سند کے ساتھ ذکر کی کہ فضل بن موسی سینانی سے پوچھا گیا کہ جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کی برائی کرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو فرمایا: امام ابوحنیفہؒ کچھ ایسی علمی باتیں لائے جوان کو سمجھ میں آئیں اور کچھ ایسی (بھی) لائے جو سمجھ میں نہیں آئیں، کچھ ان کیلئے چھوڑا نہیں تو حسد کرنے لگے. (ایضا ص ۱۱۱)

ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں: عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کلام کرتا ہے، تو ابن الرُقیّات کا یہ شعر پڑھ دیا:

حسدوک ان رأوک فضّلک اللّٰ ہ بہ بما فُضّلتُ بہ النُجباء

ان لوگوں نے آپ سے اسلئے حسد کیا کہ دیکھا کہ اللہ تعالے نے آپ کو ان خوبیوں کی وجہ سے فضیلت دی جن کی وجہ سے شرفاء کو فضیلت دی جاتی ہے.

(امام بخاری کے استاذ) ابو عاصم نبیل سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ کی برائی کرتا ہے، تو فرمایا:

حسدوا الفتی اذ لم ینالوا سعیه فالقوم اعداء له و خصوم

اس مرد جواں کی کوشش کو نہیں پاسکے تو حسد کیا، لوگ انکے مخالف اور دشمن ہیں.

(جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۶۲)

شبابہ بن سوّار کہتے ہیں کہ شعبہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے، ہم کو مساور ورّاق کے اشعار سنایا کرتے تھے:

اذا ما الناس یوما قایسونا بآبدة من الفتیا طریفة

رمیناهم بمقیاس مصیب صلیب من طراز أبی حنیفة

اذا سمع الفقیه به و عاه و أثبته بحبر فی صحیفة

ترجمہ: جب لوگ ہم سے کسی دن ہمیشہ باقی رہنے والے عمدہ مسائل میں مقابلہ کریں گے تو ہم ان کو درست مضبوط پیمانہ سے نشانہ بنائیں گے جیسے ابوحنیفہ کا طریقہ تھا، جب فقیہ اس کو سنے گا تو محفوظ کرلے گا اور روشنائی سے کتاب میں لکھ لے گا. (الانتقاء ص ۹۴)

ابن عبدالبر مالکی قرطبیؒ ایک جگہ لکھتے ہیں: ابوحنیفہؒ اپنی فہم وفراست کی وجہ سے محسود تھے، ہم اس کتاب میں امام کی برائی اور تعریف دونوں ذکر کرتے ہیں، جس سے ناظرین کو امام ابو حنیفہؒ کا حال معلوم ہوجائیگا، ہمکو اللہ تعالے بچائے اور حاسدین کے شر سے محفوظ رکھے. آمین یارب العالمین. (الانتقاء ص ۱۳۶ مع ترجمہ)

امام ابو یوسفؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: یحی بن معین امام ابو یوسفؒ کی توثیق وتعریف کرتے تھے اور باقی محدثین (عام طور سے) امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کے دشمن جیسے تھے. (ایضا ص ۱۸۵)

جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۵۰ میں ایک باب قائم کیا (**باب حکم قول العلماء بعضهم فی بعض**)، اس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی: **دبّ الیکم داءُ**

الأمم قبلکم : الحسدُ و البغضاءُ ، البغضاء هی الحالقة لا أقول تَحلِق الشعر ولکن تحلق الدین ، والذی نفس محمد بیده لا تدخلوا الجنة حتی تؤمنوا و لا تؤمنوا حتی تحابُّوا ، ألاأنبئکم بما یثبت ذالک لکم أفشوا السلام بینکم.

(اس کوترمذی نے ابواب صفۃ القیامۃ میں ذکر کیا ۲/۷۷ اوراحمد نے مسند میں اورضیاء نے المختارۃ میں، منذری اورہیثمی کے نزدیک اس کی سند عمدہ ہے. (عبدالفتاحؒ فی التعلیق علی قاعدۃ فی الجرح والتعدیل ص۱۴)

اوراپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا کہ علماء سے علم کی بات سنو، لیکن ان کے بعض کی بعض کے خلاف تصدیق مت کرو، خدا کی قسم یہ لوگ آپس میں اس سے زیادہ نفرت رکھتے ہیں جتنی بکرے بکریوں کے باڑے میں .

اور مالک بن دینار سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا: علماء اورقراء کی بات ہر چیز میں لی جائیگی لیکن بعض کی بات بعض کے بارے میں نہیں لی جائیگی ، یہ لوگ بکروں سے زیادہ حسد کرنے والے ہیں، ان کیلئے بکری کھڑی کی جاتی ہے تو ایک ادھر سے آواز کرتا ہے اور دوسرا ادھر سے . (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۵۱)

ابن عبدالبر یہ بھی لکھتے ہیں: جولوگ مالک ، شافعی ، اوران کے جیسے ائمہ پر اعتراض کرتے ہیں ان کی مثال اعشی کے اس شعر میں ہے :

کناطح صخرة یوما لیُوهیَها فلم یضرّها و أوهی قرنَه الوعلُ

جیسے چٹان کوکمزور کرنے کیلئے کسی دن سینگ مارنے والے بکرے نے چٹان کونقصان نہیں کیا بلکہ اپنی سینگ کوکمزور کرلیا.

یا جیسے حسین بن حمید کا شعر :

یا ناطح الجبل العالی لیُکلمَه أشفِق علی الرأس لاتُشفق علی الجبل

اے اونچے پہاڑ کوزخمی کرنے کیلئے سینگ مارنے والے، اپنے سر پر رحم کھا، پہاڑ پر نہیں .

ابو العتاہیۃ نے کیا خوب کہا :

و من ذا الذی ینجومن الناس سالما و للناس قالٌ با لظنون و قیلٌ

کون ہے جولوگوں سے صحیح سالم بچ جائے جب کہ لوگ محض گمان سے قیل وقال کرتے رہتے ہیں . (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۶۱)

یحی بن معینؒ امام جرح وتعدیل کے سامنے امام اعظمؒ کی برائی کرنے والوں کا ذکر آتا تو وہ یہ اشعار پڑھتے :

حسدوا الفتی اذ لم ینالوا سعیه فالقوم أعداء له و خصوم

کضرائر الحسناء قلن لوجهها حسدا و بغیا [1] انه لدمیم

ترجمہ : نوجوان کی طرح کوشش نہیں کرسکے تو اس سے حسد کرلیا، لوگ اسکے مخالف اوردشمن بن گئے، جیسے کسی خوبصورت عورت کی سوکنوں نے دشمنی اورحسد کی وجہ سے کہدیا کہ اسکا چہرہ بدصورت ہے.

امام اعظم ابوحنیفہؒ کوبعض علماء کی غیبت کی خبر ملی تو یہ اشعار پڑھے :

اِن یحسدونی فانی غیر لائمهم قبلی من الناس أهلُ الفضل قد حُسدوا

فدام لی و لهم ما بی و ما بهم و مات أکثرنا غیضا لما یَجد

اگر یہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو کریں، میں ان کوملامت نہیں کروں گا، مجھ سے پہلے علم وفضل والوں سے حسد کیا گیا، میرا انکا معاملہ ایسے ہی چلتا رہے گا، ہم میں سے اکثر حسد کی وجہ سے غصہ سے مرگئے . (مناقب موفق ص۲۶۷)

---

[1] بغضا . ۱۲ (مناقب کردری ص۲۸۰)

(امام ابوحنیفہؒ پر کی گئی جرحوں کا اجمالی جواب)

اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ امام صاحبؒ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے وہ محسود تھے، ان کے اوپر الزامات لگائے گئے، اور یہ بات بھی گزر چکی کہ جرح مبہم مقبول نہیں، بلکہ یہ بھی کہ جرح مفسَّر بھی مقبول نہیں جب کہ معلوم ہو کہ حسد کی وجہ سے وہ جرح کی گئی یا کہ اعتقاد میں اختلاف کی وجہ سے کی گئی وغیر ذالک جب کہ وہ شخص جس پر جرح کی گئی امام مقبول ہو، اس کی ثقاہت اور امامت معلوم ہو، علامہ تاج الدین سبکیؒ نے اس کو بہت تفصیل سے بیان کیا، علامہ ابن عبدالبر نے بھی اس کو بیان کیا تھا، سبکی نے اس کو اور صاف کیا اور اس پر اضافہ کیا۔

امام ذہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں لکھ دیا تھا کہ اس کتاب میں کسی امام متبوع کا تذکرہ نہیں کروں گا، جیسے ابوحنیفہؒ، شافعی اور بخاری اسلئے کہ اسلام میں ان کا اونچا مقام ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت ہے، اور اگر ان میں سے کسی کا تذکرہ کروں گا تو انصاف کے ساتھ اور یہ' نہ اللہ تعالی کے یہاں نقصان دہ ہے نہ لوگوں کے نزدیک۔ اھ

اسکے باوجود دشمنوں نے میزان میں امام صاحب کا تذکرہ شامل کردیا، پہلے شاید حاشیہ پر لکھا گیا پھر کتاب کے اندر، یہ تدسیس ہے جو دشمنی میں کی گئی، میزان الاعتدال کے پرانے نسخے جو مصنف پر پڑھے گئے تھے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں وہ اس سے خالی ہیں۔

اس کی تفصیل کیلئے دیکھئے الرفع والتکمیل پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کا حاشیہ طبع ثالث ۱۲۱ تا ۱۲۷، اور ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع ابن ماجہ مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ اور اعلاء السنن کا مقدمہ مولانا ظفر احمد تھانویؒ (قواعد فی علوم الحدیث بتعلیق عبد الفتاح ابوغدہؒ ص ۲۱۱)

باوجودیکہ ذہبی کی میزان الاعتدال' ابن عدی کی الکامل سے لی گئی ہے لیکن ذہبی نے امام ابوحنیفہؒ پر کی گئی جرحوں کا اعتبار نہیں کیا اور امام ابوحنیفہؒ کو چھوڑ دیا، ان کا تذکرہ میزان میں نہیں کیا اور اپنی جن کتابوں میں امام صاحب کا تذکرہ کیا جرحوں کو ذکر نہیں کیا۔

امام مزیؒ یوسف بن جمال م۷۴۲ھ نے بھی تہذیب الکمال میں کسی جرح کا تذکرہ نہیں کیا، یہ کتاب بھی ابن ابی حاتم کی کتاب الجرح والتعدیل اور ابن عدی کی الکامل اور خطیب کی تاریخ بغداد اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق سے ماخوذ ہے۔ (دیکھئے تہذیب الکمال کا مقدمہ ۱/۳۱)

ذہبی نے تذہیب تہذیب الکلام میں امام مزی کے اس عمل کی تعریف کی ہے، لکھا ہے:

قلت قد أحسن شيخنا أبو الحجاج (المزى) حيث لم يُورِد شيئا يلزم منه التضعيف. اھ

مزی نے یحی بن معین سے جزم کے ساتھ امام صاحب کی توثیق ذکر کی ہے۔

ذہبی نے بھی تذہیب میں صرف امام صاحب کے مناقب ذکر کئے ہیں، دیکھئے تذہیب ۹/۲۱۸ تا ۹/۲۲۵)

مزی کے بارے میں ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں: **و أما معرفة الرجال فهو حامل لوائها والقائم بأعبائها لم تر العيون مثله.** اھ

خودذہبیؒ کے بارے میں حافظ ابن حجر کا قول معلوم ہو چکا ہے: **و هو من أهل الاستقراء التام**، اور یہ دونوں حنفی بھی نہیں ہیں۔

ذہبی نے امام صاحب کا تذکرہ (تذکرۃ الحفاظ) میں کیا ہے، اور دیباچہ میں لکھا ہے:

هذه تذكرة بأسماء معدَّلى حملةِ العلم النبوى و من يُرجع الى اجتهاد هم فى تصحيح الأحاديث و تضعيفها و توثيق االرجال و تزييفها. الخ (ص ۷)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ حفاظ حدیث میں سے ہیں، تعدیل کئے ہوئے ہیں،

اور حامل علم نبوی ہیں اور احادیث کی تصحیح وتضعیف اور رجال کی توثیق وجرح میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

پہلے بھی اس کی مثالیں محدثین کے حوالہ سے گزر چکی ہیں کہ محدثین امام صاحب کے اقوال جرح وتعدیل میں ذکر کرتے رہے ہیں، اور اس کا اعتبار کرتے ہیں.

امام بخاریؒ اور امام ابوحنیفہؒ

امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر میں امام اعظمؒ پر جرح کی ہے ، **كان مرجئا سكتوا عنه و عن رأيه و عن حديثه .** (تاریخ ۸۱/۴ قسم۲)

ہم نے اس پر ھدیۃ الدراری مقدمۂ صحیح بخاری میں تفصیلی بحث کی ہے، مولانا محمد عبد الحیٔ فرنگی محلیؒ نے الرفع والتکمیل میں اس کا خوب جواب دیا ہے. دیکھئے ۳۵۲ تا ۳۸۸ طبع ثالث بتحقیق الشیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی جیسا کہ القول الجلی میں مولانا عاشق پھلتی نے ذکر کیا ہے .

امام بخاری کا اختلاف امام ابوحنیفہؒ سے اور ان کی سخت تردید صحیح بخاری میں بھی جگہ جگہ بعض الناس کے نام سے مذکور ہے، اور سخت لب ولہجہ استعمال کرتے ہیں، انکے کلام میں تعارض دکھاتے ہیں، علماء کرام نے اس کا مُسکت جواب دیا ہے اور مستقل تصنیف بھی اس پر کردی ہے، اور بتایا ہے کہ یہ سارے اعتراضات تعصب پر مبنی ہیں.

امام بخاری شروع میں حنفیہ سے بہت قریب تھے، ابوحفص کبیرؒ متوفی ۲۱۷ھ کے شاگرد تھے، ان سے جامع سفیان ثوری کا سماع کیا تھا، ابوحفص کبیر امام شافعیؒ م ۲۰۴ھ کے ہمعصر تھے، ان کے بہت بعد تک زندہ رہے، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگرد تھے، امام محمدؒ کے

بڑے شاگردوں میں سے تھے، امام بخاری کے والد صاحب کے دوست تھے، ایک دفعہ امام بخاری کے لئے اتنا مال بھیجا کہ امام بخاری نے اس کو پانچ ہزار کے نفع پر بیچا، دوسرے تجار دس ہزار کے نفع پر لینے کیلئے تیار تھے .

ابوحفص صغیر طلب علم کے سفر میں امام بخاری کے ساتھی تھے ایک دفعہ جب حاکم بخاری سے خطرہ ہوا تو امام بخاریؒ کو رباطِ بخاری کی طرف نکال کر محفوظ کیا، ان ابوحفص صغیر کا نام محمد بن احمد تھا، ان کی وفات ۲۶۴ھ میں ہوئی. (دیکھئے مقدمۂ لامع الدراری ص ۱۳)

بعد میں امام بخاریؒ کا تعلق حمیدی (عبداللہ بن زبیر) اور نعیم بن حماد اور اسماعیل بن عرعرہ وغیرہ سے ہوا تو بخاری میں حنفیہ کی طرف سے انحراف پیدا ہوا اور ان پر اعتراضات کرنے لگے، صحیح بخاری میں بعض الناس کے نام سے اور دوسری اپنی کتابوں میں کسی اور عنوان سے.

جزء قراءت خلف الامام میں جو خیر الکلام کے نام سے طبع ہوا ہے لکھ دیا : **و يزعم أن الخنزير البرى لا بأس به و يرى السيف على الأمة .** (ص ۴۲)

خشکی کے سور کو حلال سمجھتا ہے اور امت پر تلوار اٹھانے کو جائز سمجھتا ہے .

امام ابوحنیفہؒ کا صراحۃً نام تو نہیں ہے لیکن ماقبل سے انہی کی تعیین ہوتی ہے کیونکہ ایسے شخص کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو مدت رضاعت ڈھائی سال کہتا ہے، یہ قول امام ابو حنیفہؒ ہی کا ہے .

یہ دونوں الزام بالکل غلط ہیں، علامہ ابن تیمیہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی براءت کی ہے اور لکھا ہے کہ خنزیر بری کی حلت کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی طرف قطعا کذب ہے .

(منہاج السنہ ۱/۲۵۹)

وہیں یہ بھی لکھا ہے : **و يزعم أن أمر الله من قبل و من بعد مخلوق فلا يرى الصلوة دينا .** اللہ تعالی کے حکم کو جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا مخلوق سمجھتا ہے اور نماز کو

دین نہیں سمجھتا. (ایضا)

یہ دونوں باتیں بھی غلط ہیں، صرف اتنی بات ہے کہ نماز کو ایمان کا جزءِ مقوم نہیں سمجھتے جو بالکل صحیح ہے .

واضح رہے کہ اس بات کو بخاری نے کسی سے نقل نہیں کیا ہے، اپنی طرف سے بلا دلیل اور حوالہ کے لکھ دیا ہے .

اسی طرح جزء رفع یدین کے شروع ہی میں جو قرۃ العینین کے نام سے شائع ہوا ہے یہ لکھا ہے : **الرد علی من أنکر رفع الأیدی فی الصلوۃ عند الرکوع و اذا رفع رأسہ من الرکوع و أبھم علی العجم فی ذلک تکلفا لما لا یعنیہ فیما ثبت ...... وأنجز لھم ما وعد ھم علی ضغینۃ صدرہ وحرجۃ قلبہ و نِفارا عن سنن رسول اللہ ﷺ لما یحملہ و استکنان عداوۃ لأھلھا لشرب البدعۃ لحمہ و عظامہ و مخہ و اکتسبہ باحتفاء العجم حولہ اغترارا .** (ص ۵)

اس شخص کی تردید جو نماز میں رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت کے رفع یدین کا انکار کرتا ہے، اور جو چیز آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین سے ثابت ہے اس کو عجمیوں سے چھپاتا ہے لایعنی کا تکلف کرتے ہوئے، اور اپنے دل میں جو کینہ اور دشمنی چھپائے ہوئے ہے اسکا وعدہ پورا کرتے ہوئے، نبی ﷺ کی سنتوں سے اور سنت پر عمل کرنے والوں سے اسکو دشمنی اور نفرت ہے اسلئے کہ بدعت اس کے گوشت، ہڈی اور گودے میں سرایت کی ہوئی ہے، عجمیوں نے اسکو ہر طرف سے گھیر رکھا، انکی بھیڑ کی وجہ سے اس کو دھوکہ ہوا ہے. اھ بالمعنی

ظاہر ہے کہ اس سے ابوحنیفہؒ کے سوا اور کون مراد ہے؟ کیا امام شافعیؒ؟ جو دو رکعت سے اٹھنے پر رفع یدین نہیں مانتے حالانکہ بخاری ص ۱۰۲ پر ثابت ہے، دیکھئے امام شافعیؒ کی اختلاف الحدیث ص ۲۷، یا وہ لوگ جو سجدہ میں جانے، اٹھنے اور بین السجدتین رفع یدین کے قائل نہیں،

حالانکہ نسائی اور دوسری کتابوں میں یہ سب رفع یدین ثابت ہیں، یا وہ لوگ جو ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کے قائل نہیں باوجودیکہ ابن ماجہ وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے، ناصر الدین البانی کو بھی تسلیم ہے اور سلف کی ایک جماعت اس کی قائل بھی ہے، دیکھئے البانی کی صفۃ صلوۃ النبی ﷺ ص ۸۹، امام بخاریؒ یہ جتنے طعنے امام ابوحنیفہؒ کو سنا رہے ہیں اور قرآن کریم کی آیتیں اور حدیثیں پڑھ رہے ہیں کیا یہ سب ابوحنیفہؒ ہی کے لئے ہیں، دوسروں کیلئے نہیں ہیں، یہ لوگ بھی بہت سی حدیثوں کے تارک ہیں .

امام بخاری لکھتے ہیں: کہ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین منسوخ ہے، امام اوزاعیؒ اس کو نقل کرتے ہیں (جزء رفع یدین ص ۷۳)، امام اوزاعی کا قول کب سے حجت شرعیہ ہو گیا، کس دلیل سے منسوخ ہے؟ اگر یہ سب منسوخ ہیں تو رکوع میں جانے اور اس سے اٹھنے کے وقت رفع یدین بھی منسوخ ہو سکتا ہے، جابر بن سمرۃؓ کی مسلم ۱/۱۸۱ کی حدیث : **مالی أراکم رافعی أیدیکم أسکنوا فی الصلوۃ** اس کی دلیل بن سکتی ہے.

ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کے اندر حنفیہ کی طرف سے تعصب پایا جاتا ہے، اختلاف اور ائمہ سے بھی ہے جیسا کہ صحیح بخاری جاننے والوں کو معلوم ہے بلکہ حنفیہ سے زیادہ دوسروں سے ہے، لیکن ابوحنیفہؒ کے سوا کسی اور کی تردید میں وہ لب ولہجہ اختیار نہیں کرتے جو ابوحنیفہؒ کے بارے میں اختیار کرتے ہیں، اسی لئے امام زیلعی صوفی جمال الدین م ۷۶۲ھ نصب الرایہ میں جہر بسملہ کی بحث میں لکھتے ہیں: **فالبخاری مع شدۃ تعصبہ و فرط تحملہ علی مذھب أبی حنیفۃ لم یُودِع صحیحہ منھا حدیثا واحدا .**

(نصب الرایہ ۱/۳۵۵)

بخاری کی تاریخ صغیر سے بھی ان کا تعصب ظاہر ہے، ھدیۃ الدراری میں ہم نے اس کو ذکر کیا ہے. (دیکھئے ۵۳ تا ۵۶)

اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو جرح تعصب کی وجہ سے ہوتی ہے وہ مقبول نہیں ، اسلئے بخاری کی اس جرح کا جواب دینے کی ضرورت نہیں. پھر بھی سنئے !

امام صاحبؒ کا ارجاء

امام ابوحنیفہؒ کا ارجاء سنت ہے بدعت نہیں، مُرجئہ گمراہ فرقہ تو یہ کہتا ہے کہ معصیت سے ایمان کو نقصان نہیں ہوتا اور اعمال کی ضرورت نہیں، ایمان جہنم میں نہیں جائیگا، اعمال کی کسی اہمیت کے وہ قائل نہیں ہیں، ایسا کہکر بہت سی نصوص کا انھوں نے انکار کردیا.

امام ابوحنیفہؒ یہ نہیں کہتے، بیشک وہ یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں لیکن اعمال کی اہمیت کے قائل ہیں، نفسِ ایمان میں کمی زیادتی کے قائل نہیں، لیکن اعمال کو ایمان کا مکمّل مانتے ہیں، **أهله في أصله سواء والتفاضل بينهم بالخشية والتقى ومخالفة الهوى و ملازمة الأولى.** (العقيدة الطحاوية مع شرحہ للميداني ص ۹۸)

اہل ایمان اصلِ ایمان میں برابر ہیں لیکن تقوی اور خشیت، نفس کی مخالفت اور اولی اور بہتر میں لگے رہنے سے مومن صاحب فضیلت ہوجاتا ہے، اسی طرح حنفیہ اعمال سے ایمان کے انشراح اور کیفیت میں زیادتی کے قائل ہیں .

معتزلہ اور خوارج اعمال کو حقیقتِ ایمان میں داخل مانتے ہیں، اور مرتکب کبیرہ نیز تارک فرائض کو ایمان سے خارج مانتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ نے ان سے مقابلہ کرکے ان کو زیر کردیا، خوارج سے مناظرہ کیلئے بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ گئے جیسا کہ مناقب موفق مکی کے حوالہ سے گزر چکا، انہی مخالفین نے امام ابوحنیفہؒ کو مرجئی کہنا شروع کیا، اُدھر غسان کوفی جو فرقۂ مرجئہ میں سے تھا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کیلئے امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا تھا تاکہ اپنے مذہب کو رواج دے، محدثین جو حنفی قضات سے ناراض تھے اس ارجاء کے لفظ سے فائدہ

اٹھا کر امام ابوحنیفہؒ اور انکے متبعین کو بدنام کرنے لگے لیکن حقیقت کہاں چھپ سکتی ہے .

(دیکھئے ماتمس الیہ الحاجۃ مع ابن ماجہ ص ۱۹)

اگر اس اشتراک کی وجہ سے کہ حنفیہ مرجئہ کی طرح اعمال کو ایمان کا جزء نہیں مانتے حنفیہ کو مرجئہ کہنا صحیح ہے تو امام بخاری اور انکے ہم خیال لوگوں کو معتزلی اور خارجی کہنا بھی صحیح ہونا چاہئے کہ ان دونوں میں مشترک بات یہ ہے کہ دونوں اعمال کو ایمان کا جزء کہتے ہیں، اور اگر فرق بیان کیا جائے تو پھر وہی فرق مرجئہ اور حنفیہ کے درمیان بیان کرنا چاہئے.

غور سے دیکھا جائے تو گمراہ فرقے ایک طرف معتزلہ اور خوارج ہیں، دوسری طرف مرجئہ، بیچ میں اہل سنت والجماعت، اہل مذاہب اربعہ، متکلمین اور محدثین ہیں ان میں آپس میں اختلاف صرف لفظی ہے، یا کہہ لیجئے کہ تعبیر اور نظریہ کا ہے، جو زمانہ اور حالات کے تغیر سے پیدا ہوا، حنفیہ اور متکلمین کا مقابلہ خوارج اور معتزلہ سے ہوا تو مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے کہا کہ اعمال حقیقت ایمان کا جزء نہیں، اور مرتکب کبیرہ کی تکفیر نہیں کی جائیگی، اور قرآن وحدیث سے اس کے دلائل پیش کئے .

اور محدثین اور ائمہ ثلثہ کا مقابلہ مرجئہ سے ہوا جنھوں نے اعمال کو بالکل بے وزن کر رکھا تھا تو محدثین وغیرہ نے فرمایا: کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں، یایوں کہا کہ **الايمان قول و عمل يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية**، اور قرآن وحدیث سے دلائل پیش کئے تاکہ اعمال کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں آئے اور معاصی کو چھوڑ دیں اور فرائض وواجبات کو ادا کریں.

نتیجہ کے لحاظ سے حنفیہ اور محدثین میں کوئی فرق نہیں، مرتکب کبائر اور تارک فرائض کو دونوں مسلمان مانتے ہیں.

امام بخاریؒ نے کتاب الایمان کے شروع میں بہت زور لگایا کہ اعمال پر ایمان کا اطلاق بہت سی جگہ ہوا ہے اور امور ایمان بیان فرمائے، لیکن کتاب الایمان کے آخر میں کہنے لگے :

(تاریخ تصنیف: ۹/ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ ۱۵/مارچ ۲۰۱۱ھ منگل قبل تعطیل)

کفر دون کفر ظلم دون ظلم ، معاصی امر جاہلیت سے ہیں لیکن ان کی وجہ سے مرتکب کبیرہ کو کافر نہیں کہیں گے اور ملت اسلام سے خارج نہیں کریں گے .(بخاری ۹)، اس طرح گویا حنفیہ سے صلح کرلی ۔ بڑا مزا اس ملاپ میں ہے کہ صلح ہوجائے جنگ ہو کر

دوسری بات امام بخاریؒ نے فرمائی : **سکتوا عنہ و عن رأیہ و عن حدیثہ .**
ان سے اور ان کی رائے اور ان کی حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا.

جواب: سکتوا کی ضمیر کہاں جاتی ہے، اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ یہ تو معلوم ہی نہیں ہوا، اسلئے یہ جرح بالکل مبہم ہے، اس کا کیا اعتبار ہوگا.

اسکے برخلاف واقعہ یہ ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم کا بہت بڑا حصہ بقول بعض آدھا یا دوتہائی حصہ امام صاحب کا عقیدت مند ہے اور ان کی فقہ پر عمل کرتا ہے، ان کی حدیثوں کا اعتبار کرتا ہے، ان کی رائے کو وقیع سمجھتا ہے، اس میں بڑے بڑے فقہاء، محدثین، صوفیاء واتقیاء ہیں، ان میں بہت سے امام بخاری کے شیوخ اور شیوخ کے شیوخ ہیں، امام وکیع امام صاحبؒ کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے، یحی بن سعید قطان بھی امام صاحب کا قول لیتے تھے. (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۔ ماتمس الیہ الحاجۃ ۲۷)

اسلئے یہ سکوت کرنے والے یا تو خارجی ہیں جو عمران بن حطّان اور حریز بن عثمان کی تعدیل کرتے ہیں، یا معتزلی ہیں جو ایمان وکفر کے درمیان ایک درجہ قائم کرتے ہیں، یا پھر وہ سادہ لوح لوگ ہیں جو بغیر تحقیق کے ہر گری پڑی بات کو لے لیتے ہیں، اس سے امام صاحب کو کیا نقصان ہوگا جب کہ ان کا مذہب مشرق سے مغرب تک اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اگر بالفرض امام صاحب کی اور انکے شاگردوں کی کتابوں کو مٹا دیا جائے تو بھی ان کے مسائل ان کے مخالفین کی کتابوں میں ہمیشہ محفوظ رہیں گے .

اگر یہ بھی نہیں تو امام بخاری ظن وتخمین کے راستہ پر چل رہے ہیں، صحیح راستہ چھوڑ دیا ہے،

(تاریخ تصنیف ۱۴/جمادی الاولی ۱۴۳۲ھ ۱۹/اپریل ۲۰۱۱ء بعد تعطیل)

اور یہ بھی بھول گئے کہ ابوحفص کبیر (تلمیذ امام محمد وابو یوسف) کے یہاں ان کی نشو ونما ہوئی، اور انھوں نے امام بخاری کی مدد بھی کی تھی، شاید اسی کی معنوی سزا تھی جوان کو نیشاپور اور بخاری کے لوگوں سے پہونچی، اللہ تعالی ہماری اور ان کی مغفرت فرمائے. (دیکھئے تانیب الخطیب ۷۲ اور مقدمۂ انوار الباری ۱/۲۲۵ طبع ملتان) انہی کتابوں سے یہ مضمون لیا گیا ہے.

کوثری لکھتے ہیں: امام بخاری نے تاریخ اوسط میں بھی یہی راستہ اختیار کیا ہے، بڑی تعجب کی بات ہے کہ سند میں انقطاع، راوی کا عدم ضبط، کذب کی تہمت، عین اور وصف کی جہالت نیز بدعت کی وجہ سے حدیث ناقلین کے یہاں رد ہوجاتی ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کی برائی میں کوئی روایت ہو تو ان تمام خرابیوں کے باوجود قابل قبول ہوگی.

جب کہ امام ابوحنیفہؒ کو اس امت کے نصف نے بلکہ دو تہائی نے ایک مدت سے اللہ تعالی کے دین میں امام مان رکھا ہے، اگرچہ کچھ جاہلوں کو یہ تسلیم نہیں، اور وہ اس میں بحثیں کرتے ہیں. (تانیب الخطیب ۷۲)

<u>تاریخ صغیر</u>: امام بخاریؒ اپنی تاریخ صغیر میں اسماعیل بن عرعرہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: جہم کی عورت ہمارے یہاں آئی اور ہماری عورتوں کو ادب سکھایا. اھ

کوثری لکھتے ہیں : اسماعیل بن عرعرہ مجہول الصفت ہیں، ہم جہاں تک جانتے ہیں مؤرخین میں سے کسی نے انکا تذکرہ نہیں کیا، یہانتک کہ امام بخاریؒ نے بھی اپنی تاریخ کبیر میں انکا تذکرہ نہیں کیا اسکے باوجود یہ منقطع خبر ان سے ذکر کی، ہاں عبداللہ بن احمد کی کتاب السنۃ میں انکا ذکر ہے جس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بصری ہیں، عباس بن عبدالعظیم عنبری کے معاصر ہیں، لیکن اس سے کچھ کام نہیں چلتا جبکہ معلوم ہے کہ اصول ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے ان سے روات نہیں لی، اور انکے اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان انقطاع ہے.

اسی طرح کی ایک روایت خطیب بغدادیؒ نے بھی زنبور سے ذکر کی (۱۳/۳۷۵ تا ۳۸۱) .

کوثریؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ زنبور کی حدیث گئی گزری ہے جیسا کہ بخاری نے فرمایا، ثقہ نہیں ہے جیسا کہ نسائی نے فرمایا، متروک ہے جیسا کہ ابوحاتم نے فرمایا، جہمی ہے جیسا کہ احمد بن سنان نے کہا، اس کا نام محمد بن یعلی سُلمی ہے، جرح وتعدیل کا قانون ہے کہ کسی بدعتی کا قول اسکی بدعت کی تائید میں قبول نہیں ہوتا، خبر میں انقطاع ہے، متروک الحدیث اور مجہول راوی ہیں، کیسے یہ روایت قبول ہوگی۔ (تانیب الخطیب ص ۷۱)

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی گمراہ عورت جہم بن صفوان کے عقیدہ کی امام ابوحنیفہؒ کے گھر کی عورتوں کو ادب سکھانے آئے جب کہ امام صاحب نے جہم بن صفوان کو کافر کہہ کر نکال باہر کردیا تھا جیسا کہ فیض الباری ۴/۵۱۴ میں المسایرہ سے نقل کیا ہے، امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ایسا لگتا ہے کہ بہت سے جھوٹی باتیں ان کی طرف منسوب کرکے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن ان جھوٹی باتوں سے انکی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں پڑا، یہ ساری تدبیریں بیکار ہوگئیں، اور امت کے ایک بڑے طبقہ نے ان کی امامت کو تسلیم کیا، کمامر

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ صغیر ص ۱۵۸ طبع الہ آباد میں یہ روایت نقل کی :

حمیدی کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے کہا: میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو حجام سے تین سنتیں سیکھیں، جب میں اس کے سامنے بیٹھا تو اس نے کہا قبلہ کا استقبال کرکے بیٹھو، پھر اس نے میرے سر کے داہنی جانب سے حلق شروع کیا، اور سر کی دونوں ہڈیوں تک پہونچایا۔

اسکو بیان کرکے حمیدی نے کہا: دیکھو جس شخص کے پاس مناسک وغیرہ میں آنحضورﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی سنتیں نہ ہوں اس کی تقلید کس طرح میراث، زکوۃ، نماز اور امور اسلام میں کی جاسکتی ہے؟ اھ (تاریخ صغیر ۱۵۸)

امام بخاریؒ نے اسکو بغیر ردوانکار کے ذکر کردیا، جسکا مطلب یہ ہے کہ اس سے اتفاق کیا۔

علامہ انورشاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری اپنی صحیح میں تو کفِّ لسان کرتے ہیں

لیکن باہر تیز لسانی کرتے ہیں، یہ کیا چیز ہے؟ دیکھو جزء القراءت خلف الامام، اور جزء رفع الیدین۔ (مقدمہ انوار الباری ۲/۲۳۰ طبع ملتان)

ان دونوں کتابوں کی عبارتیں گزر چکیں، جو حیرت انگیز ہیں، اور قابل عبرت بھی۔

شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ لکھتے ہیں: بلکہ صحیح بخاری میں بھی نام لئے بغیر تیز لہجہ کے ساتھ تردید کرتے ہیں، دوسروں کی تردید اس لہجہ میں نہیں کرتے۔ (لامع ص ۱۵)

کہیں امام ابوحنیفہؒ کے اقوال میں تعارض دکھاتے ہیں، تاکہ یہ تاثر دیں کہ ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ دیکھئے بخاری کتاب الزکاۃ ۱/۲۰۳ اور کتاب الشھادات میں بعض الناس ۱/۳۶۱

امام بخاری نے تاریخ صغیر میں نعیم بن حماد سے نقل کیا، کہ فزاری [1] نے ہم سے بیان کیا کہ میں سفیان کے پاس تھا، امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کی خبر آئی تو فرمایا: الحمد للہ، اسلام کا ایک ایک حلقہ توڑ رہا تھا، اسلام میں اس سے زیادہ منحوس کوئی پیدا نہیں ہوا۔ (تاریخ صغیر ۱۷۴)

یعنی مرگیا تو اچھا ہوا۔

علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ پہلی روایت میں حمیدی نے حلاق کا قصہ کسی سے نقل نہیں کیا، حمیدی نے خود تو یہ واقعہ نہیں دیکھا ہوگا ان کا زمانہ متاخر ہے، اسلئے انقطاع کی وجہ سے یہ روایت معتبر نہیں۔

دوسری روایت میں نعیم بن حماد کا موجود ہونا اس کو رد کرنے کیلئے کافی ہے، اسلئے کہ اسکے بارے میں کم سے کم جو بات کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ منکر روایتیں ذکر کرتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی برائی میں قصے گھڑا کرتا ہے۔ (تانیب الخطیب ص ۷۲)

حجام کا قصہ اگر صحیح مان لیا جائے تو بھی حمیدی کا نتیجہ صحیح نہیں، اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ امام صاحب کا وہ حج پہلا حج رہا ہو (یوں تو امام صاحب نے ۵۵ حج کئے)، شروع میں کم عمری میں

---

[1] ابراہیم فزاری ۔ ۱۲ تاریخ بغداد ۱۳/۳۹۹

یہ حج کیا ہو، ابھی حج کے مسائل میں ماہر نہیں ہوئے تھے، لیکن مسائل کے معلوم کرنے کے حریص تھے، حتیٰ کہ حجام سے بھی سنتوں کو سیکھا، جو ایسا حریص ہوگا آگے چل کر بہت بڑا عالم بنے گا، اس سے امام صاحبؒ کی منقبت نکلتی ہے، (اس کیلئے دیکھئے الرفع والتکمیل فی الجرح و التعدیل تالیف امام لکھنویؒ کا حاشیہ ص ۳۹۶ طبع ثالث)

نیز حج کے مسائل کا دقیق اور مشکل ہونا معلوم ہے، پہلی مرتبہ بھول چوک ہونا بڑے بڑے علماء سے منقول ہے، امام حمیدی کا یہ نتیجہ انکے اندرونی خیالات کا پتہ دیتا ہے، واللہ بصیر بالعباد.

مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے مقدمہ اعلاء السنن ثالث (انجاء الوطن) میں حجام کے قصہ کو ذکر کے خوب جواب دیا ہے، فرماتے ہیں :

حمیدیؒ نے اس سے امام صاحب کی تنقیص کا ارادہ کیا، لیکن امام صاحب کی اس طرح تعریف کردی کہ انکو پتہ بھی نہیں چلا، اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کریم اور شریف آدمی تھے، کوئی ان کے ساتھ احسان کرے یا انکو کچھ سکھادے تو اس کو چھپاتے نہیں، اس کا احسان بھولتے نہیں، ایک حجام سے سنت سیکھی تو اس کا بھی تذکرہ کر رہے ہیں .

تعجب ہے حمیدی پر کہ انکے استاد امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں حاصل کیں، اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد حدیث میں سفیان بن عیینہؒ سے کی اور فقہ میں امام محمدؒ سے، اور معلوم ہے کہ امام محمدؒ کا علم امام ابو حنیفہؒ سے چلا ہے، امام شافعیؒ نے فرمایا: جو فقہ کا ارداہ کرے وہ امام ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب کو پکڑلے، اور فرمایا: جو فقہ چاہتا ہو وہ ابوحنیفہؒ کا محتاج ہے، اس کے باوجود حمیدی امام ابوحنیفہؒ کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے جو انکے استاذ کے استاذ (کے استاذ) ہیں، بے ادبی کرتے ہیں اور انکی نعمت کا انکار کرتے ہیں .

حمیدی کو جواب دیتے ہوئے مولانا تھانویؒ یہ بھی لکھتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ وہ حجام بڑے

علماء اور تابعین میں سے رہا ہو اسلئے کہ وہ زمانہ اسلام کے شباب کا زمانہ تھا، علم عروج پر تھا، غلام باندی اور تجار و کاشتکار اور مختلف پیشے والے علم حاصل کرتے تھے، احادیث و آثار یاد کرتے تھے، تو امام صاحبؒ نے یہ سنتیں ایک تابعی عالم سے سیکھیں جو لوگوں کے بال کاٹتے تھے، اور اس پیشہ کو اختیار کرنے میں کوئی عیب نہیں اور علم سارا کا سارا ایک استاذ سے ایک دن میں نہیں ملتا، اور کوئی حرفت اور پیشہ علم سے نہیں روکتا، بہت سے محدثین تعمیر کرنے والے، لکڑی چننے والے، بیع وشراء کرنے والے اور کپڑے بُننے والے تھے جیسا کہ ظاہر ہے، حمیدی کو کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ حلاق عالم تابعی نہیں تھے اور انھوں نے یہ سنتیں کسی صحابی جلیل سے یا کسی صحابی کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے نہیں حاصل کی تھیں .

حمیدی نے فرمایا : جس کے پاس مناسک وغیرہ میں سنتیں نہ ہوں اس کی تقلید اللہ تعالیٰ کے احکام، میراث، فرائض، زکوۃ، نماز اور امور اسلام میں کیسے کی جائیگی . اھ

اس کا جواب یہ ہے کہ حمیدی نے اگر چہ ان کی تقلید نہیں کی لیکن ان سے بڑے ان کے استاذ امام شافعیؒ نے کی، جن کی تقلید حمیدی نے کی، اسی طرح یحی بن سعید قطان، مالک بن انس، سفیان ثوری، احمد بن حنبل، وکیع بن الجراح، عبداللہ بن مبارک، یحی بن معین، اور ان جیسوں نے کی، امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے امام ابوحنیفہؒ کا علم اور فقہ سیکھا اور اقرار کیا کہ میں امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہوں، اس میں کوئی شک نہیں، امام مالکؒ بھی امام ابوحنیفہؒ کا بہت سا قول لیا کرتے تھے جیسا کہ گزرا اگر چہ چھپاتے تھے ظاہر نہیں کرتے تھے، سفیان ثوری بھی، جیسا کہ آئیگا، امام احمدؒ نے سب سے پہلے علم اور حدیث امام ابو یوسفؒ سے حاصل کیا اور فقہ امام محمدؒ کی کتابوں سے، دوسرے لوگوں کا امام اعظم کی تقلید کرنا ظاہر ہے .

پھر بادشاہوں نے، سلاطین نے، خلفاء نے، وزراء نے، علماء نے، محدثین نے، صالحین نے، فقہاء نے، عبادت گزاروں نے آپ کی تقلید کی، اسلام میں اللہ تعالیٰ کی عبادت

جتنی آپ کے مذہب کے مطابق کی گئی کسی اور مذہب پر نہیں کی گئی، یہ آپ کے اس ادب کی برکت ہے جس پر آپ پیدا ہوئے، یہاں تک کہ حلاق سے استفادہ میں بھی انکو شرم نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت کا امام، اماموں میں سب سے بڑا اور مخلوق کا مقتدیٰ بنا دیا۔

فدتک نفوسُ الحاسدین فانها — معذَّبة فی حضرة و مَغیب

وفی تعب من یحسدالشمس نورها — و یجهد أن یاتی لها بضریب

ترجمہ: تم پر حاسدین کی جانیں قربان ہوں کہ ہر وقت عذاب میں ہیں، سورج کی روشنی پر جو حسد کریگا اور کوشش کرے گا کہ اس کا مثل لائے وہ مشقت اور پریشانی میں رہے گا۔

(مقدمۂ اعلاء السنن ۲۹/۳)

دوسری روایت کا جواب:

سفیان (شاید سفیان ثوری [1]) کے قصہ کا جواب دیتے ہوئے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

یہ بڑی بات ہے جو انکے منہ سے نکلتی ہے، بخدا آنحضورﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ کوئی نیک بخت اور باسعادت انسان پیدا نہیں ہوا، اس کی دلیل ظاہر ہے، طعنہ کرنے والوں کے مذاہب مٹ گئے، ابوحنیفہؒ کا مذہب زندہ ہے، اور رات دن بڑھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اور ایمان والے بھی ابوحنیفہؒ ہی کو قبول کر رہے ہیں۔

میں اس روایت میں بخاری پر کوئی تہمت نہیں لگاتا، انھوں نے جیسا سنا نقل کر دیا لیکن تہمت ان کے شیخ نعیم بن حماد پر ہے، وہ اگرچہ احادیث کے حافظ ہیں اور بعض نے ان کی توثیق بھی کی ہے لیکن حافظ ابو بشر دولابی نے فرمایا: کہ نعیم عبداللہ بن المبارک سے روایت

[1] شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے جزم کیا ہے کہ یہ ثوری ہی کا قصہ ہے، تاریخ بغداد میں کئی جگہ اسکی تصریح ہے۔
قاعدة فی الجرح و التعدیل ص ۵۴

کرتے ہیں، نسائی نے فرمایا کہ ضعیف ہیں، کسی اور نے کہا کہ سنت کی تائید میں حدیثیں گھڑتے ہیں، اور امام ابوحنیفہؒ کی برائی میں قصے بناتے ہیں جو سب جھوٹ ہیں، اور ایسا ہی ابوالفتح ازدی نے بھی کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سنت کی تائید میں حدیث گھڑتے ہیں اور ابوحنیفہؒ کی برائی میں جھوٹے قصے، سب جھوٹ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۴۶۲/۱۰)

اور میزان (۲۴۰/۳) میں ہے کہ عباس بن مصعب نے اپنی تاریخ میں کہا کہ نعیم بن حماد نے ایک کتاب تیار کی ہے حنفیہ کی تردید میں۔

میں نعیم کو اس سے تو اونچا سمجھتا ہوں کہ حدیث وضع کریں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حنفیہ کے خلاف سخت تھے اور انکے امام کے بارے میں تعصب میں مبتلا تھے اسلئے ان کا قول اور ان کی روایت امام صاحبؒ کے حق میں کبھی قبول نہیں ہوگی۔

اور اگر ہم مان لیں کہ یہ روایت صحیح ہے تو سفیان امام صاحب کے معاصر اور ہم عمر ہیں (اور معاصر کی جرح معتبر نہیں) نیز سفیان سے امام صاحب کی تعریف بھی مروی ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا: ہم امام ابوحنیفہؒ کے سامنے ایسے تھے جیسے پرندے باز کے سامنے اور وہ علماء کے سردار تھے۔ اھ

امام صاحبؒ جب ان کے بھائی کی وفات کے وقت تعزیت کیلئے حاضر ہوئے تو سفیان ان کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوئے، تعظیم وتکریم کی اور اپنی جگہ پر بیٹھایا، کسی نے اس پر نکیر کی تو فرمایا: یہ آدمی علم کے ایک مقام پر ہیں، اگر میں ان کے علم کی وجہ سے نہ کھڑا ہوتا تو ان کی عمر کی وجہ سے کھڑا ہوتا اور اگر ان کی عمر کی وجہ سے نہ کھڑا ہوتا تو ان کے ورع اور تقوی کی وجہ سے کھڑا ہوتا، اگر اس کی وجہ سے نہیں تو ان کے فقہ کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ اھ

اور امام سبکی سے یہ بات نقل ہو چکی ہے کہ ثوری وغیرہ کی بات امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اور ابن ابی ذئب وغیرہ کی بات امام مالکؒ کے بارے میں اور یحیی بن معین کی بات امام

شافعیؒ کے بارے میں نہیں سنی جائیگی. اھ اسلئے کہ یہ جرحین معاصرت اور منافرت وغیرہ سے صادر ہوئی ہیں. (انجاء الوطن مقدمۂ اعلاء السنن ثالث ص ۲۷)

حافظ ابن حجرؒ نے نعیم کے اوپر سے اس جرح کو دفع کرنے کی کوشش کی ہے اسلئے کہ امام بخاریؒ نے ایک جگہ انکی روایت لی ہے، تعلیقات بھی ذکر کی ہیں، امام مسلمؒ نے بھی ایک جگہ روایت لی ہے، حافظ سے قبل ابن عدی نے دولابی کی جرح کو رد کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ دولابی اہل رائے کے حامی تھے اسلئے نعیم پر جرح نقل کرنے میں متہم ہیں، (یعنی اسلئے جرح نقل کی کہ نعیم اہل الرای پر تنقید کیا کرتے تھے)، لیکن حافظ فرماتے ہیں: کہ ابن عدی نے دولابی کو متہم قرار دیا حالانکہ وہ اس سے پاک ہیں، تہمت انکے شیخ پر ہے اسلئے کہ وہ مجہول ہیں، اسی طرح ازدی کی جرح بھی غیر معتبر ہے اسلئے کہ قالوا کے قائل معلوم نہیں، نعیم کی عدالت اور سچائی ثابت ہے لیکن انکی حدیث میں مشہور اوہام ہیں. (تہذیب التہذیب ۱۰/۴۱۲)

حاصل یہ ہے کہا ابن عدی ور حافظ ابن حجر نعیم کے اوپر سے جرح کو دور کرنے میں ٹکرا گئے **و اذا تعارضا تساقطا**.

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ فرماتے ہیں: ازدی اور دولابی ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں، وہ اپنے شیوخ سے جرح کو نقل کرتے ہیں، حافظ کا اعتذار نعیم کے زخم کو مندمل نہیں کرسکے گا، شاید وہ جھوٹی باتیں جو نعیم نے ابوحنیفہؒ پر گھڑی ہیں حافظ کے کان سے ٹکرائی نہیں ہوں گی، اسلئے یہ عذر پیش کررہے ہیں. (ماتمس الیہ الحاجۃ ۲۰)

نیز لکھتے ہیں: علماء نے اس باب میں امام بخاریؒ کی پیروی کرنے سے منع کیا ہے، حافظ سخاویؒ نے الاعلان بالتوبیخ ص ۶۵ میں لکھا ہے کہ حافظ ابوالشیخ ابن حبان نے اپنی کتاب السنۃ میں بعض ائمۂ متبوعین پر جو کلام نقل کیا ہے، ایسے ہی ابن عدی نے الکامل میں، حافظ ابو بکر خطیب نے تاریخ بغداد میں، ان سے قبل دوسرے لوگوں نے جیسے ابن ابی شیبہ نے اپنی

مصنف میں اور بخاری اور نسائی نے ...... تو مناسب ہے کہ اس میں ان کی پیروی سے پرہیز کیا جائے. (ماتمس الیہ الحاجۃ ۲۰)

سخاوی تو یہ رائے رکھتے ہیں لیکن ان کے استاذ ابن حجر امام بخاری کی حمایت میں نعیم کی طرف سے مدافعت کررہے ہیں حالانکہ قالوا سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدی کے کئی شیوخ نے یہ بات کہی ہے، نسائی نے نعیم کو ضعیف قرار دیا لیکن بخاری نے انکی روایت بخاری میں بھی لی.

صاحبِ اعلاء السنن کی بات جو گزری بہت مناسب ہے، کہ حدیث میں جھوٹ نہ بولتے ہوں لیکن حنفیہ کے بہت مخالف ہیں اسلئے حنفیہ کے خلاف ان کی روایت معتبر نہیں.

اور شیخ ابو غدہ نے الرفع والتکمیل کے حاشیہ میں اس بحث کو ذکر کے خوب لکھا:

بہرحال امام ابوحنیفہؒ کی وسعتِ قلبی سے یہ امید ہے کہ قیامت کے دن انکا سینہ امام بخاریؒ اور انکے شیخ حمیدی کو بھی معاف کرنے کیلئے کھلا ہوا ہوگا، جنھوں نے تعصب اور امام ابوحنیفہؒ پر حملہ کرنے کا جذبہ پیدا کیا، اللہ تعالی ان تمام سے راضی ہو اور ہماری اور انکی مغفرت فرمائے اور اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے. (تعلیق الرفع والتکمیل ص ۳۹۸) آمین یارب العالمین

امام نسائیؒ اور امام ابوحنیفہؒ

امام نسائی نے اپنی کتاب کتاب الضعفاء والمتروکین میں فرمایا: نعمان بن ثابت ابوحنیفہ حدیث میں قوی نہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں (ص ۲۳۳)

یہ ایک مبہم جرح ہے، امام ابوحنیفہؒ کی بہت سے لوگوں نے توثیق کی ہے، خاص طور سے ان کے زمانہ کے لوگوں نے جیسا کہ گزر چکا ہے، اسلئے اس مبہم جرح سے امام اعظمؒ کی عظیم شخصیت کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، یہ جرح وتعدیل کا عام قاعدہ ہے جو اصول حدیث کی کتابوں میں مشہور ہے.

دوسری بات یہ ہے کہ امام نسائیؒ نے شاید اپنے اس قول سے رجوع کرلیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ امام نسائی نے امام ابوحنیفہؒ کی روایت اپنی کتاب میں ذکر کی ہے: **ليس على من أتى بهيمة حدٌ** . یہ حدیث نسائی میں نعمان عن عاصم بن ابی ذر [1] عن ابن عباسؓ سند سے مذکور ہے، ابوعلی الاسیوطی اور مغاربہ کی روایت میں نعمان کے ساتھ کوئی نسبت نہیں لیکن ابن الاحمر کی روایت میں نعمان کے بعد یعنی اباحنیفۃ ہے (جس سے معلوم ہوا کہ نعمان سے مراد نعمان بن ثابت کوفی ابوحنیفہؒ ہیں)، یہ حدیث حمزہ بن السنی [2] اور ابن حیوہ کی روایتوں میں نہیں ہے، اور عاصم سے روایت کرنے میں نعمان کی متابعت سفیان ثوری نے کی ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے مناقب بہت ہیں، اللہ تعالی ان سے راضی ہوں اور جنت الفردوس میں ان کو جگہ دیں۔ (تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۳)

سنن کبری نسائی میں یہ روایت **ابواب التعزيرات و الشهود** کے تحت **باب من وقع على بهيمة** میں اس طرح مذکور ہے :

أخبرنا علي بن حجر قال أنا عيسى بن يونس عن النعمان يعني ابن ثابت أبي حنيفة عن عاصم هو ابن عمر عن أبي رزين عن عبد الله بن عباسؓ قال : ليس على من أتى بهيمة حدٌ . قال أبو عبد الرحمن : هذا غير صحيح و عاصم ابن عمر ضعيف في الحديث . (سنن کبری ٤ / ٣٢٣ طبع دارالکتب العلميه بيروت)

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں : کہ امام نسائی نے امام اعظم کے بارے میں جو کہا تھا شاید اس سے رجوع کرلیا اور شاید یہ اس وقت ہوا جب کہ مصر میں امام طحاویؒ سے ملاقات

---

[1] اصل میں ایسا ہی ہے لیکن صحیح شاید عن عاصم عن أبي رزين ہے جیسا کہ نسائی میں ہے۔ فضل

[2] حمزہ بن السنی: تہذیب میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے لیکن صحیح حمزہ وابن السنی ہوگا، حمزہ بن محمد الکنانی ابوالقاسم نسائی کے ایک راوی ہیں، اور احمد بن محمد ابن السنی ابوبکر دینوری دوسرے راوی ہیں۔ (مقدمہ کبری ص ۱۰)

ہوئی اور ان سے حدیثوں کا سننا اور سنانا ہوا۔

امام طحاویؒ نے نسائی سے حدیثیں سنی ہیں اور نسائی نے بھی طحاوی سے حدیث سنی ہے، زوائد سنن شافعیؒ میں طحاوی کی روایت امام مزنی سے اس طرح ہے :

حدثنا أبو جعفر و هو الطحاوی قال حدثنا بحر قال حدثنا ابن وهب قال حدثنا عمر عن الحكم عن زهير بن محمد عن سهيل عن أبيه عن زيد بن ثابت عن رسول الله ﷺ أنه قضى باليمين مع الشاهد ، قال أبو جعفر سألني عنه النسائي يعني أحمد بن شعيب ...... اھ

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سنن کبری کی حدیث مذکور میں امام نسائی نے صرف عاصم کی تضعیف کی، امام ابوحنیفہؒ کی نہیں، اگر امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف کے قائل ہوتے تو انکی بھی تضعیف کرتے۔ واللہ اعلم

تنبیہ : امام نسائیؒ نے عاصم کی وجہ سے حدیث مذکور کی جو تضعیف کی ہے یہ صحیح نہیں ہے، امام نسائی کو وہم ہوا کہ عاصم سے مراد عاصم بن عمر کو لیا حالانکہ یہ عاصم بن بہدلہ ابن ابی النجود مقری ہیں اس کی تصریح امام محمدؒ کی کتاب الآثار میں آئی ہے۔ (کتاب الآثار: باب درء الحدود رقم ۶۲۵ طبع الرحیم اکاڈمی) اور یہ امام عاصم ائمۂ ستہ کے رجال میں سے ہیں، ان کو نسائی نے لابأس بہ کہا ہے، بعض نے ان کی تعریف کی اور بعض نے ان پر کلام کیا۔ (دیکھئے ماتمس الیہ الحاجۃ ص ۲۸ اور الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن ص ۱۴۹)

اگر امام نسائی کا رجوع نہ بھی مانا جائے تو اس جرح سے امام ابوحنیفہؒ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، کیونکہ یہ جرح مبہم ہے اور توثیق بہت سے لوگوں نے کی ہے اور تعدیل کے ہوتے ہوئے عام راویوں میں بھی جرح مبہم نقصان نہیں پہونچاتی چہ جائیکہ امام اعظمؒ جیسے مقبول مشہور متفق علیہ امام میں۔

تفصیل پہلے گزر چکی ہے،ابن عبدالبر کی **جامع بیان العلم و فضله** اور **الانتقاء فی فضائل الثلثة الائمة الفقهاء : مالک و الشافعی و أبی حنیفة و بعض أصحابه الأجلاء** کی طرف رجوع کیا جائے ۔

دوسری جرحیں: ابن عدی نے الکامل میں اور دوسرے بعض لوگوں نے ، خاص طور سے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد جلد ۱۳ میں امام صاحب پر بہت سی جرحیں نقل کی ہیں، وہ سب غیر معتبر ہیں ان سے امام صاحب کی عظیم شخصیت مجروح نہیں ہوتی ۔ تفصیل کیلئے **السهم المصیب فی کبد الخطیب لملک العلماء الملک المعظم عیسی ابن أبی بکر الأیوبی**ؒ اور **تانیب الخطیب للکوثری** کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

عبداللہ بن طاہر سے کہا گیا کہ لوگ ابوحنیفہؒ کو عیب لگاتے ہیں تو فرمایا :

ما یضرّ البحر أمسی زاخرا ان رمٰی فیه غلام بحجر

سمندر میں اگر کوئی بچہ پتھر پھینکے تو اس سے اس کو کیا نقصان ہوگا ؟

کسی نے کہا:

اِن یحسدونی فزاد الله فی حسدی لاعاش من عاش یوما غیر محسود

ما یُحسد المرء الا من فضائله بالعلم والباس أو بالمجد والجود

کسی اور نے کہا :

وازداد لی حسدا مَن لستُ أحسُده ان الفضیلة لا تخلو عن الحسد

عمارہ بن عقیل نے کہا :

ما ضرّنی حسد اللئام و لم یزل ذوالفضل یحسده ذَوُو النقصان

یا بؤس قوم لیس حربی بینهم الا تظاهر نعمة الرحمن

(مناقب موفق ص ۲۶۸) ومناقب کردری ص ۲۸۰ اس میں حربی کے بجائے جُرمی ہے)

(امام اعظمؒ کی اور انکے فقہ کی تعریف و تعظیم کرنیوالے ائمہؒ کرام)

شیخ محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ نے عقود الجمان کی دسویں باب میں جو کچھ پیش کیا ہے اسکو مختصرا پیش کرتے ہیں، شیخ نے حوالہ کے ساتھ پیش کیا ہم اس کو حذف کرتے ہیں :

محمد باقر: ابوحمزہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ امام ابوجعفر محمد بن علی (محمد باقر رحمہ اللہ) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، امام ابوحنیفہؒ آئے، کچھ مسائل پوچھے، محمدؒ نے جوابات دیئے، ابوحنیفہؒ چلے گئے تو ہم سے ابوجعفر نے فرمایا: انکی سیرت وخصلت کتنی اچھی ہے، یا انکی سمجھ داری کتنی اچھی ہے .

امام مالکؒ: امام شافعیؒ فرماتے ہیں: امام مالکؒ سے پوچھا گیا: کیا آپ نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا: ہاں، میں نے ان کو ایسا آدمی پایا کہ اگر اس ستون کو وہ کہیں کہ سونا بنادیں گے تو دلیل سے اس کو ثابت کردیں گے .

امام مالکؒ نے خالد بن مخلد قطوانی کو لکھا کہ امام ابوحنیفہؒ کی کچھ کتابیں لے آؤ تو وہ لے آئے .

امام شافعیؒ نے امام مالکؒ سے پوچھا: آپ نے عثمان بتی کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں وہ قریب آدمی تھے [۱] پوچھا: آپ نے ابن شبرمہ کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں، ان کے پاس فصاحت تھی اور علم بھی، پوچھا: آپ نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا؟ فرمایا: سبحان اللہ ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا، اگر ابوحنیفہ کہدیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو اس کی صحت پر قیاسی دلیل قائم کردیں گے .

ابن المبارکؒ فرماتے ہیں: میں امام مالک کے یہاں تھا، ایک صاحب آئے، امام

---

[۱] شاید مطلب یہ ہے کہ متوسط آدمی تھے ۔ ۱۲ فضل

مالک نے ان کو بلند کیا (اونچی جگہ بٹھایا)، جب چلے گئے تو فرمایا: جانتے ہو یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں، فرمایا: یہ ابوحنیفہ عراقی ہیں، اگر کہدیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ایسا ہی نکلے گا، ان کو فقہ کی ایسی توفیق ملی ہے کہ ان کو اس میں کچھ زیادہ مشقت نہیں ہے۔

سفیان ثوری آئے تو ان کو ابوحنیفہؒ کی جگہ سے نیچی جگہ پر بٹھایا، جب چلے گئے تو ان کی پرہیزگاری اور سمجھداری کا تذکرہ کیا۔

امام شافعیؒ: امام شافعیؒ نے فرمایا: جو فقہ میں وسعت چاہے وہ ابوحنیفہؒ کا محتاج ہے، ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہیں جن کو فقہ کی توفیق دی گئی ہے، نیز فرمایا: لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں، نیز فرمایا: میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں دیکھا، خطیب نے فرمایا: نہیں دیکھا کا مطلب ہے نہیں جانا، کیونکہ امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہ کو نہیں پایا۔

نیز فرمایا: جو ابوحنیفہؒ کی کتابیں نہ دیکھے وہ علم میں وسعت والا اور فقیہ نہیں ہوسکتا۔

یہ بھی فرمایا: ابوحنیفہؒ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے جہاں تک میں جانتا ہوں اور فقہ میں ان کا قول تسلیم شدہ تھا۔

ابن عیینہؒ: سفیان بن عیینہ نے فرمایا: میری آنکھ نے امام ابوحنیفہؒ جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔

کبھی فرمایا: جو مغازی جاننا چاہے وہ مدینہ منورہ جائے، جو مناسک (حج کے احکام) چاہے وہ مکہ مکرمہ جائے، جو فقہ چاہے وہ کوفہ جائے اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے ساتھ لگ جائے۔

نیز فرمایا: علماء چار ہیں: ابن عباس اپنے زمانہ میں، شعبی اپنے زمانہ میں، ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں، سفیان ثوری اپنے زمانہ میں۔

ابن المبارکؒ: عبداللہ بن المبارک نے فرمایا: ابوحنیفہؒ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے، ان سے زیادہ فقیہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

حافظ عبدالرزاق بن ہمامؒ نے فرمایا: میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو فرماتے ہوئے سنا، اگر کسی کو اپنی رائے سے کہنا مناسب ہو تو ابوحنیفہؒ کو اپنی رائے سے کہنا مناسب ہوگا۔

ایک دفعہ فرمایا: ابوحنیفہ ایک نشانی تھے، کسی نے کہا کہ شر میں نشانی تھے یا خیر میں؟ فرمایا: خاموش رہو، شر کے لئے غایت بولا جاتا ہے، خیر میں آیت استعمال ہوتا ہے، پھر آیت تلاوت فرمائی: و جعلنا ابنَ مریم و أمَّه آیة، اور فرمایا: اگر اثر معلوم ہے اور رائے کی ضرورت ہے تو مالک، سفیان، اور ابوحنیفہ کی ضرورت ہے، ابوحنیفہ ان میں سب سے اچھی اور باریک رائے والے ہیں اور فقہ میں زیادہ غوطہ لگانے والے ہیں، تینوں میں زیادہ فقیہ ہیں۔

اور فرمایا: اگر اللہ تعالی ابوحنیفہؒ اور سفیان سے میری مدد نہ کرتے تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

نیز فرمایا: اگر آنحضورﷺ سے کوئی حدیث مروی نہ ہو تو (اس باب میں) ابوحنیفہؒ کا قول اثر کی طرح ہے۔

اور فرمایا: سفیان اور ابوحنیفہ کسی چیز پر جمع ہو جائیں تو میں انکو اپنے اور اللہ تعالی کے درمیان اس کے دین پر فتوی دینے کے لئے حجت بناؤں گا۔

عبداللہ بن مبارک کے سامنے ایک شخص نے امام ابوحنیفہؒ کی برائی کی تو فرمایا: بیوقوف! ایسے شخص کی برائی کرتا ہے جس نے ۴۵ سال تک پانچوں نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں اور قرآن دو رکعت میں ختم کیا کرتے تھے اور جو فقہ میرے پاس ہے انہی سے میں نے سیکھی ہے۔

عبداللہ بن مبارک ایک دن بیٹھے حدیث بیان کر رہے تھے، فرمایا: حدثنی النعمان بن ثابت، مجھ سے نعمان بن ثابت نے حدیث بیان کی، کسی نے پوچھا: ابوعبدالرحمٰن! آپ کس کو مراد لیتے ہیں؟ فرمایا: ابوحنیفہؒ کو جو علم کا گودہ ہیں، اس پر بعض لوگ لکھنے سے رک گئے، ابن المبارک بھی تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: اے لوگو! تم لوگ کتنے بے ادب ہو، ائمہ سے

جاہل ہو، علم اور اہلِ علم سے ناواقف ہو، ابوحنیفہؒ سے زیادہ کوئی اقتداء کئے جانے کے لائق نہیں، اسلئے کہ وہ امام تھے، متقی تھے، صاف ستھرے تھے، پرہیزگار عالم فقیہ تھے، علم کو اپنی فہم وبصیرت اور ذہانت وتقوی سے اس طرح سے کھول رکھا تھا کہ کسی نے اس طرح انکشاف نہیں کیا۔

سفیان ثوریؒ: محمد بن بشر فرماتے ہیں: کہ میں امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری دونوں کے یہاں آیا جایا کرتا تھا، ابوحنیفہ کے پاس جاتا تو پوچھتے کہاں سے آئے؟ میں کہتا سفیان کے پاس سے، تو فرماتے: اگر علقمہ اور اسود بھی آئیں تو ان کے محتاج ہوں گے، سفیان کے پاس جاتا تو پوچھتے کہاں سے آئے؟ میں کہتا ابوحنیفہؒ کے پاس سے، تو فرماتے: زمین والوں میں سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آئے۔

ابوخالد الاحمر کہتے ہیں کہ میں سفیان کے یہاں تھا، ان سے طلاق کا ایک مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا: اس میں حیلہ (باریک تدبیر) ابوحنیفہؒ کے سوا کوئی نہیں جاتا۔

محمد بن مہاجر فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو فرماتے سنا: جو ابوحنیفہؒ کی مخالفت کرتا ہے اسکو ان سے اونچے مرتبہ اور ان سے زیادہ علم والا ہونا چاہئے، اور ایسا ہونا دور کی بات ہے

بشار بن قیراط جو امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ شریک (تجارت) تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ اور سفیانؒ کے ساتھ سفر کیا، جب دونوں کسی منزل یا شہر میں اترتے تو لوگ جمع ہوجاتے اور کہتے: یہ عراق کے دو فقیہ ہیں، سفیان امام ابوحنیفہ کو آگے کرتے اور خود پیچھے چلتے اور جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور ابوحنیفہ موجود ہوتے تو خود جواب نہ دیتے امام صاحب ہی جواب دیتے۔

زائدہ سے روایت ہے کہ میں نے سفیان کے سر کے نیچے ایک کتاب دیکھی، اس میں غور کررہے تھے، میں نے اس کو دیکھنے کی اجازت مانگی تو میری طرف بڑھائی، میں نے دیکھا کہ

امام ابوحنیفہ کی کتاب الرھن ہے، میں نے کہا: آپ ان کی کتابوں میں دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ انکی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں، ان میں غور کرتا رہتا جب تک علم کی انتہا نہ ہوتی، لیکن ہم ان کے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: سفیان ثوری مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہ کی پیروی کرتے ہیں۔

ابن المبارک فرماتے ہیں: میں نے سفیان ثوریؒ سے پوچھا: قتال سے قبل دعوت دینے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: لوگوں کو معلوم ہے کہ ان سے کس بناء پر لڑائی ہو رہی ہے، میں نے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ ابوحنیفہ کیا کہتے ہیں؟ تو سر جھکایا پھر سر اٹھا کر دائیں بائیں دیکھا کوئی نظر نہیں آیا تو فرمایا: ابوحنیفہ نیزے کے پھل سے زیادہ تیز علم پر سوار تھے، واللہ علم کو بہت مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے، حرام کاموں سے روکنے والے تھے، اپنے شہر کے لوگوں کا اتباع کرتے تھے، محال تھا کہ آنحضرت ﷺ کی صحیح احادیث کے سوا کسی اور کو لیں، ناسخ منسوخ کو خوب جانتے تھے، ثقہ اور معتبر لوگوں کی حدیثیں حاصل کرتے تھے، اور آنحضرت ﷺ کے آخری فعل کو معلوم کرتے تھے، حق کے اتباع میں کوفہ کے علماء کو جس طریقہ پر پایا اسکو لیا اور اس کو اپنا دین بنایا، کچھ لوگوں نے ان پر (بیجا) اعتراض کیا، ہم اس پر خاموش رہے، اس سے ہم استغفار کرتے ہیں، اللہ تعالی ہم کو معاف کرے۔

امام اوزاعیؒ: ابن المبارک فرماتے ہیں کہ میں شام امام اوزاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، بیروت میں ملاقات ہوئی، مجھ سے فرمایا: اے خراسانی! کوفہ میں یہ کون بدعتی نکلا ہے جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے؟ میں گھر آیا امام ابوحنیفہ کی کتابیں نکالیں اور ان سے چند اچھے مسائل جمع کئے، تین دن میں رکا رہا، تیسرے دن حاضر ہوا، وہ اپنی مسجد کے مؤذن اور امام تھے، کتاب میرے ہاتھ میں تھی، پوچھا یہ کیسی کتاب ہے؟ میں نے ان کو کتاب دیدی، اس میں ایک مسئلہ دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا قال النعمان بن ثابت، اذان کے بعد کھڑے کتاب دیکھتے رہے،

کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھا، پھر کتاب تھیلی میں رکھ لی، پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی، پھر کتاب نکالی اور سب پڑھ گئے پھر مجھ سے پوچھا: اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں نے کہا: عراق میں ایک شیخ ہیں، ان سے میری ملاقات ہوئی تھی، فرمایا: یہ شریف شیخ ہیں جاؤ ان سے اور استفادہ کرو، میں نے کہا: یہی وہ ابوحنیفہ ہیں جن سے آپ نے مجھے منع کیا تھا.

یہ خطیب کی روایت تھی، اس قصہ کو ابوالقاسم جرجرائی نے بھی ابن المبارک سے نقل کیا، اس میں اخیر میں یہ زیادتی ہے: کہ پھر ابوحنیفہ اور اوزاعی کی مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی، اور دونوں میں گفتگو ہوئی، میں نے دیکھا کہ اوزاعی ابوحنیفہؒ سے ان مسائل میں جو رقعہ میں تھے بحث کر رہے تھے اور ابوحنیفہ ان مسائل کو اس سے زیادہ واضح کر رہے تھے جتنا میں نے لکھا تھا، جب دونوں الگ ہو گئے تو میں اوزاعیؒ سے ملا تو فرمایا: اس شخص کے علم کی کثرت اور عقل کی فراوانی پر مجھے رشک آیا، اور میں اللہ تعالی سے مغفرت چاہتا ہوں، میں کھلی غلطی میں تھا، اس آدمی کے ساتھ لگ جاؤ، ان کے متعلق جو خبر مجھے ملی تھی واقعہ اس کے خلاف ہے.

ابن جریج عبدالملک : ابن جریج نے فرمایا: کوفہ کے فقیہ نعمان کے بارے میں مجھے خبر ملی ہے کہ وہ بہت پرہیزگار، اپنے دین وعلم کے محافظ ہیں، دنیا والوں کو آخرت والوں پر ترجیح نہیں دیتے، میرا گمان ہے کہ علم میں عجیب شان ہوگی.

سعید بن سالم فرماتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کثرت سے ابن جریج کے سامنے پیش کیا کرتے تھے، وہ ان کو پسند کیا کرتے تھے، امام ابوحنیفہؒ سے محبت کرتے اور کثرت سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے.

عمر بن ہارون فرماتے ہیں: ایک دفعہ ابوحنیفہ کا ذکر ابن جریج کے سامنے (برائی کے ساتھ) ہوا تو فرمایا: خاموش رہو، وہ فقیہ ہیں، فقیہ ہیں، فقیہ ہیں.

امام احمد بن حنبلؒ: ابوبکر مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ کو سنا

فرمارہے تھے: ہمارے یہاں یہ صحیح نہیں ہے کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ قرآن مخلوق ہے، میں نے کہا: الحمدللہ، وہ علم کے ایک مقام پر ہیں، فرمایا: سبحان اللہ، وہ علم، تقوی، زہد اور آخرت کو ترجیح دینے میں ایسے مقام پر ہیں کہ اس کو کوئی پا نہیں سکتا، ان کو کوڑے لگائے گئے کہ ابوجعفر منصور کیلئے قضاء قبول کرلیں لیکن نہیں کیا، اللہ تعالی کی رحمت اور رضامندی ہو ان پر.

یزید بن ہارون: ضرار بن صُرد کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ ابوحنیفہ زیادہ فقیہ ہیں یا سفیان؟ تو فرمایا: سفیان حدیث کو زیادہ یاد رکھتے ہیں، اور ابوحنیفہ زیادہ فقیہ ہیں.

حافظ سجادہ فرماتے ہیں کہ میں اور ابومسلم یزید بن ہارون کے یہاں گئے تو ابومسلم نے پوچھا: اے ابوخالد! امام ابوحنیفہ اور انکی کتابوں میں غور کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو فرمایا: اگر فقیہ بننا چاہتے ہو تو ان میں غور کرو، میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا کہ انکے قول میں غور کرنے کو ناپسند کرتا ہو، ثوری نے کتاب الرہن کو کسی تدبیر سے نقل کرلیا.

تمیم بن المنتصرؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے یزید بن ہارون سے پوچھا: اے ابوخالد! امام مالک کی رائے آپ کو امام ابوحنیفہ کی رائے سے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا: امام مالکؒ کی حدیث لکھو وہ سند کے آدمیوں کو چنتے تھے، اور فقہ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کا فن ہے، فرائض کیلئے تو گویا وہ پیدا ہی ہوئے.

انہی تمیم سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں یزید بن ہارون کے یہاں تھا، ابوحنیفہؒ کا ذکر آیا تو ایک انسان نے ان کی برائی کی، یزید نے دیر تک گردن جھکائی، لوگوں نے کہا: اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے، بولئے تو، تو فرمایا: ابوحنیفہ صاف ستھرے، تقی زاہد عالم تھے، زبان کے سچے تھے، زمانہ والوں میں سب سے بڑے حافظ، ان کے زمانہ میں جتنے لوگوں کو ہم نے پایا وہ یہی کہہ رہے تھے کہ ان سے بڑا فقیہ ہم نے نہیں دیکھا.

حافظ ابونعیم فضل بن دکینؒ نے فرمایا: ابوحنیفہ مسائل میں غوطہ لگانے والے تھے.

امام **زاہد عبداللہ بن داود خریبیؒ** نے فرمایا: مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہؒ کے لئے دعا کیا کریں، اسلئے کہ ان کی خاطر سنتوں اور فقہ کو یاد کیا۔

یہ بھی فرمایا : لوگ ابوحنیفہ کے بارے میں دو قسم کے ہیں: حاسد اور جاہل، میرے نزدیک اچھے حال والا جاہل ہے۔

یہ بھی فرمایا: جو یہ چاہے کہ اندھے پن اور جہالت کی ذلت سے باہر آئے اور فقہ کی شیرینی پائے، وہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں میں غور کرے۔

حافظ مکی بن ابراہیمؒ : (امام بخاریؒ کے خاص استاذ) مکی بن ابراہیم نے فرمایا: ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔

یحیٰ بن سعید قطانؒ :(امام جرح وتعدیل) یحیٰ بن قطان نے فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں بولتے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے اچھی رائے والا کسی کو نہیں سنا، ہم نے ان کے اکثر اقوال کو اختیار کیا۔

یحیٰ بن معین فرماتے ہیں: یحیٰ بن سعید فتوی میں کوفیین کے قول کی طرف جاتے تھے، اور ان کے اقوال میں سے ابوحنیفہؒ کے قول کو اختیار کرتے تھے، اور ان کے ساتھیوں کی آراء میں سے ان کی رائے کا اتباع کیا کرتے تھے، یہ بھی فرمایا: کتنی اچھی باتیں ابوحنیفہ نے ارشاد فرمائی ہیں۔

نضر بن شمیلؒ : نضر بن شمیل نے فرمایا: لوگ فقہ سے سوئے (غافل) تھے ابوحنیفہ نے اس کو کھول کر اور بیان کرکے اور خلاصہ کرکے لوگوں کو بیدار کیا۔

ابو یحیٰ حمانیؒ : نے فرمایا میں نے کسی کو ابوحنیفہؒ سے بہتر نہیں دیکھا، اور فرمایا: میں نے ابو

حنیفہ کو ان کے زمانہ والوں میں سے کسی کے ساتھ ملایا (اور مقابلہ کیا) خواہ میں ان سے ملا ہوں یا نہ ملا ہوں تو میں نے دیکھا کہ خیر کے تمام ابواب میں ابوحنیفہ کو ان پر فضیلت ہے، میں نے کسی کو ان سے افضل، زیادہ پرہیزگار اور فقیہ نہیں پایا۔

مِسعر بن کِدامؒ : نے فرمایا: جو ابوحنیفہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان (واسطہ) بنائے مجھے امید ہے کہ اس کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور اپنے لئے احتیاط میں کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔

مِسعرؒ سے پوچھا گیا: آپ نے اپنے ساتھیوں کی رائے چھوڑ کر ابوحنیفہ کی رائے کیوں اختیار کی؟ فرمایا: میں نے ایسا اسلئے کیا کہ ان کی رائے صحیح ہے، ان سے زیادہ صحیح بات لاؤ تو میں ان کی رائے چھوڑ کر دوسری رائے اختیار کروں۔

ان سے یہ بھی مروی ہے: ہم نے ابوحنیفہ کے ساتھ حدیث کو تلاش کیا تو ہم پر غالب ہوگئے، پھر ہم نے زہد شروع کیا تو اس میں آگے نکل گئے، اور ان کے ساتھ فقہ کو حاصل کیا تو ان کا حال تم دیکھ رہے ہو۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر کو دیکھا کہ ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بیٹھے ہوئے سوال کر رہے ہیں اور استفادہ کر رہے ہیں۔

اور فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ فقہ میں ابوحنیفہؒ سے زیادہ اچھی بات کی ہو۔

اور فرمایا: میں کوفہ میں صرف دو آدمیوں پر حسد کرتا ہوں (شاید مراد رشک ہے) : ایک ابوحنیفہ پر ان کی فقہ کی وجہ سے، دوسرے حسن بن صالح پر ان کے زہد کی وجہ سے۔

یہ بھی فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے، بلاشبہ وہ فقیہ عالم تھے۔

عبداللہ بن ابی جعفر رازیؒ : عبداللہ بن جعفر نے فرمایا: ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقیہ اور پرہیزگار میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

فُضیل بن عیاضؒ: حافظ عابد فضیل بن عیاض نے فرمایا: ابوحنیفہؒ فقیہ آدمی تھے، فقہ اور ورع میں مشہور تھے، بڑے مالدار تھے، آنے جانے والوں پر بخشش کیا کرتے تھے، رات دن علم کے سکھانے پر صبر کرنے والے تھے، زیادہ خاموش رہتے، بات کم کرتے، کوئی مسئلہ حرام یا حلال کا آتا تو حق کی طرف اچھی طرح رہنمائی کرتے، بادشاہ سے دور بھاگتے۔

امام ابو یوسفؒ: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والدین سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کیلئے دعا کرتا ہوں، میں نے امام ابوحنیفہؒ کو سنا فرمارہے تھے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ حماد کیلئے دعا کرتا ہوں۔

قاضی یحی بن اکثم فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو جواب دیتے اور فرماتے کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور جس نے اپنے اور اللہ تعالی کے درمیان ابوحنیفہؒ کو واسطہ بنایا اس نے اپنے دین کی حفاظت کرلی۔

یہ بھی فرمایا: لوگ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالی نے فقہ، علم، عمل، سخاوت، دادودہش اور قرآنی اخلاق سے مزین فرمایا تھا۔

یہ بھی فرمایا: ابوحنیفہؒ گزشتہ لوگوں کے نائب تھے، اور جب گئے تو خدا کی قسم اپنا مثل نہیں چھوڑا۔

سلیمان اعمشؒ: سلیمان اعمشؒ نے ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ سے پوچھا: آپکے استاذ ابو حنیفہؒ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول "کہ باندی کی آزادی اس کی طلاق ہے" کیوں چھوڑا؟ تو فرمایا اسی حدیث کی وجہ سے جو آپ نے انکو سنائی تھی، ابراہیم سے نقل کرکے، انھوں نے اسود سے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ بریرہؓ جب آزاد کی گئیں تو انکو اختیار دیا گیا، اعمش نے کہا ابوحنیفہ سمجھدار ہیں، اعمش کو ابوحنیفہؒ کا استدلال اچھا معلوم ہوا۔

یعقوب بن شیبہؒ کہتے ہیں کہ سلیمان اعمش سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا: یہ کام صرف نعمان بن ثابت کپڑا بیچنے والا اچھا کرتا ہے، میرا گمان ہے کہ اس کے علم میں برکت ڈال دی گئی ہے۔

فضل بن موسی سینانیؒ: یحی بن آدمؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے فضل بن موسی سینانی سے کہا کہ یہ لوگ جو امام ابوحنیفہؒ کی عیب جوئی کرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ابوحنیفہ ایسے مسائل لائے جن کو یہ سمجھتے ہیں اور ایسے مسائل بھی لائے جن کو یہ لوگ نہیں سمجھ سکے اسلئے حسد کرنے لگے۔

عبداللہ بن یزید مقریؒ: نے فرمایا: میں نے کوئی کالے سر والا ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا، ابوحنیفہؒ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے: حافظ شاہان شاہ نے ہم سے بیان کیا۔

امام وکیع بن الجراحؒ نے فرمایا: میں کسی سے نہیں ملا جو ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقیہ اور ان سے اچھی نماز پڑھنے والا ہو۔

حافظ ناقد یحی بن معینؒ: نے فرمایا: فقہاء چار ہیں: ابوحنیفہ، سفیان، مالک اور اوزاعی۔

یہ بھی فرمایا: قراءت میرے نزدیک امام حمزہؒ کی قراءت ہے اور فقہ امام ابوحنیفہؒ کی، اسی پر میں نے لوگوں کو پایا۔

ان سے پوچھا گیا: کیا سفیانؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث روایت کی؟ فرمایا: ہاں، ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں، حدیث وفقہ میں سچے تھے، اللہ تعالی کے دین میں قابل اعتماد تھے۔

امام محمد بن حسنؒ: امام محمدؒ نے فرمایا: ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں یکتا تھے، اگر زمین ان سے پھٹے تو اندر سے علم، کرم، غمخواری، ورع وتقوی، اور اللہ تعالی کیلئے ایثار و ہمدردی کا ایک پہاڑ نکلے گا، ساتھ ہی فقہ وعمل بھی ہوگا۔

حسن بن محمد لیثیؒ: فرماتے ہیں: میں کوفہ پہونچا تو پوچھا کہ کوفہ میں سب سے بڑا عبادت گزار کون ہے؟ تو مجھے ابوحنیفہؒ کے پاس پہونچا دیا گیا، پھر جب میں بوڑھا ہوگیا اور کوفہ گیا اور پوچھا کہ یہاں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ تو مجھے امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہونچا دیا گیا.

حسن بن عُمارہؒ :عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ کی پاؤں دان پکڑے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں: ہم نے کسی کو نہیں پایا جو فقہ میں آپ سے زیادہ بلاغت کے ساتھ بات کرتا ہو اور صبر کرتا ہو اور حاضر جواب ہو، آپ کے زمانہ میں جتنے لوگوں نے فقہ میں کلام کیا ہے بلا اختلاف آپ ان سب کے سردار ہیں، آپ کے بارے میں حسد کی وجہ سے لوگ کلام کرتے ہیں .

قاسم بن معنؒ: حضرت ابن مسعودؓ کے پڑپوتے قاسم بن معن سے کسی نے پوچھا: کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ کے خدام میں ہوں؟ فرمایا: ابوحنیفہؒ سے زیادہ نفع بخش مجلس والا لوگوں کو کوئی نہیں ملا، سائل سے کہا میرے ساتھ آؤ، جب امام صاحب کے پاس پہونچے تو ان سے لپٹ گئے اور فرمایا: ان کے جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا.

بشر بن حارثؒ: عبادت گزار امام بشر بن حارثؒ نے فرمایا: اگر تم آثار یا حدیث اور (گمان ہے کہ فرمایا) ورع وتقوی چاہتے ہو تو سفیان (کو لے لو) اور اگر یہ دقیق مسائل چاہتے ہو تو ابوحنیفہ (کو لے لو).

حافظ امام شعبہؒ :شعبہ بن الحجاج نے فرمایا: میں نے حماد بن ابی سلیمان کو سنا فرما رہے تھے: ابوحنیفہ ہمارے ساتھ خوش خُلقی، وقار اور ورع کے ساتھ بیٹھتے تھے، ہم نے ان کو علم کی غذا دی یہاں تک کہ ان کو علم حاصل ہوگیا، شعبہ کہتے ہیں کہ اس سے مجھے ان پر خطرہ ہوا، اور

بخدا وہ اچھی سمجھ اور عمدہ حافظہ والے تھے، یہاں تک کہ لوگوں نے ان پر ایسا الزام لگایا جس سے وہ بری ہیں، کل اللہ تعالی کے یہاں ملیں گے، میں جانتا ہوں کہ علم ابوحنیفہؒ کا ساتھی ہے جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ سورج کے ساتھ روشنی ہے جس سے رات کی تاریکی دور ہوتی ہے.

شبابہ بن سوّارؒ فرماتے ہیں کہ شعبہ ابوحنیفہؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے، ان پر کثرت سے رحمت کی دعا کرتے تھے.

یحی بن معینؒ : عبداللہ دورقی فرماتے ہیں کہ یحی بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا گیا، میں سن رہا تھا، فرمایا: ثقہ ہیں،، میں نے کسی کو انکی تضعیف کرتے نہیں سنا، یہ شعبہ بن حجاج ہیں ان کو لکھتے ہیں کہ حدیث بیان کریں ان کو اس کا حکم کرتے ہیں، اور شعبہ تو شعبہ ہیں .

ایوب سختیانیؒ: حماد بن زید فرماتے ہیں کہ میرا حج کا ارادہ ہوا، میں ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی کی خدمت میں رخصت ہونے کیلئے حاضر ہوا، تو فرمایا: خبر ملی ہے، فقیہ نیک آدمی ابو حنیفہ بھی حج کو جا رہے ہیں، میرا سلام ان کو پہونچانا.

عبداللہ بن عونؒ: عبداللہ بن عون نے فرمایا: ابوحنیفہؒ شب بیدار اور عبادت گزار آدمی ہیں، کہا گیا کہ (لیکن) وہ ایک قول اختیار کرتے ہیں اور کل کو اس سے پھر جاتے ہیں، تو فرمایا: یہ ان کے ورع وتقوی کی دلیل ہے، غلطی سے درستگی کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو اپنی غلطی پر جمے رہتے اور مدافعت کرتے.

عمرو بن دینارؒ: حماد بن زید فرماتے ہیں: کہ ہم عمرو بن دینارؒ کے پاس جاتے تھے، جب ابوحنیفہؒ آجاتے تو عمرو بن دینار انکی طرف متوجہ ہوجاتے اور ہم کو چھوڑ دیتے، اور ہم ابوحنیفہؒ سے پوچھتے تو عمرو بن دینار بھی پوچھتے، پھر ابوحنیفہؒ حدیث بیان کرتے .

خصیف بن عبد الرحمٰنؒ: محمد بن فضیلؒ فرماتے ہیں کہ ہم خصیف بن عبد الرحمٰن کی خدمت میں ابوحنیفہؒ کے ساتھ حاضر ہوئے، خصیف ان کی طرف اٹھے اور انکا استقبال کیا، اور انکی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی تعظیم کی، ابوحنیفہؒ نے ان سے شتر مرغ کے انڈے سے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق پوچھا تو خصیف نے فرمایا: مجھ سے ابوعبیدہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے نقل کیا کہ محرِم اگر شتر مرغ کا انڈا توڑ دے تو اس میں قیمت واجب ہے۔

حافظ عبدالعزیز بن ابی روّادؒ: ابن کاس نے حافظ عبدالعزیز سے نقل کیا کہ جو ابوحنیفہؒ سے محبت کرے وہ سُنّی ہے، اور جو ان سے دشمنی رکھے وہ بدعتی ہے، حارثی کی روایت میں اس طرح ہے: ہمارے اور لوگوں کے درمیان ابوحنیفہ (حاکم) ہیں، جو ان سے محبت اور تعلق رکھے ہم جانیں گے کہ وہ اہل سنت میں سے ہے اور جو دشمنی رکھے ہم سمجھیں گے کہ وہ اہل بدعت میں سے ہے۔

سعید بن ابی عروبہؒ: سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ہم سعید بن ابی عروبہؒ کے پاس گئے تو فرمایا: مجھے ابوحنیفہؒ کا حال معلوم ہوا ہے کہ ان کے پاس علم اور فوائد بہت ہیں، اگر ان سے تم لوگ علم حاصل کرو تو اچھا ہوگا۔

نیز فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں حاضر ہوا تو سعید بن ابی عروبہ نے فرمایا: ابومحمد! تمہارے شہروں کی طرف سے امام ابوحنیفہؒ سے جو علوم آرہے ہیں ایسے علوم میں نے نہیں دیکھے، جی چاہتا ہے کہ ان کے پاس جو علم ہے اس کو اللہ تعالی مومنین کے دلوں تک پہونچا دیں، بلاشبہ اللہ تعالی نے اس آدمی کیلئے فقہ کو اس طرح کھول دیا گویا کہ وہ اسی کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔

زھیر بن معاویہؒ: عبداللہ یشکری فرماتے ہیں کہ میں زہیر بن معاویہ کے یہاں گیا تو

پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا ابوحنیفہؒ کے پاس سے، فرمایا: ان کے ساتھ ایک دن بیٹھنا میرے ساتھ ایک مہینہ تک بیٹھنے سے زیادہ تمہارے لئے نفع بخش ہے۔

حافظ ابوحمزۃ سکریؒ: محمد بن میمون سکری فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر کوئی علم والا، زہد وورع والا اور معرفت وفقہ والا نہیں تھا، خدا کی قسم ان سے ان کی بات سننے کے مقابلہ میں لاکھ دینار مجھ کو خوش نہیں کر سکتے۔

ابومعاویہ ضریرؒ: ابومعاویہ ضریر (محمد بن خازم محدثِ کوفہ) نے فرمایا: ابوحنیفہؒ سے محبت سنت کی تکمیل ہے، نیز فرمایا: ابوحنیفہ انصاف کرتے تھے اور انصاف کی بات کرتے تھے، لوگوں کیلئے علم کے راستے کھول دیئے اور اس کے معانی بیان کردیئے اور مشکلات کو حل کردیا، جو علم میں ان کے مقام کو پہونچ جائے یا ان کی طرح ہدایت پا جائے اس پر اللہ تعالی کا بڑا احسان ہوگا اور اس کا ہم پر بڑا احسان ہوگا۔

اسد بن حکیمؒ: اسد بن حکیم فرماتے ہیں: ابوحنیفہ کی عیب جوئی نہیں کرتا مگر جاہل یا بدعتی، ابوسلیمان جوزجانیؒ فرماتے ہیں، اللہ تعالی نے امام ابوحنیفہ کیلئے فقہ کو آسان کردیا تھا، ان کے سامنے کھل کر آگیا تھا، کسی مسئلہ میں ان کے شاگرد بولتے ان کا کلام زیادہ ہوتا، آوازیں اونچی ہوجاتیں، ہرفن میں بحث کرتے، امام صاحبؒ خاموش رہتے، پھر جب امام صاحبؒ بولتے اور مسئلہ کی شرح کرتے تو سب خاموش ہوجاتے گویا مجلس میں کوئی موجود ہی نہیں حالانکہ مجلس میں فقہاء اور اہل معرفت کے سردار موجود ہوتے تھے، امام صاحب ایک دن بولتے سب لوگ خاموش رہتے، جب ابوحنیفہؒ اپنے کلام سے فارغ ہوتے تو ایک شخص بولتا: پاک ہے وہ ذات جس نے سب کو آپ کیلئے خاموش کردیا۔

ابوسلیمان فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ عجائب میں سے ایک عجیب چیز تھے، ان کے کلام

سے اعراض صرف وہی کرے گا جو اس کو اچھی طرح سمجھ نہ سکے ۔

عطاء بن ابی رباحؒ : عبد الرحمٰن بن حارث فرماتے ہیں کہ ہم لوگ عطاء کے پاس ہوتے ، بعض بعض کے پیچھے ، جب ابوحنیفہؒ آتے تو عطاء ان کیلئے کشادگی کراتے اور اپنے قریب کرتے ۔

ابو عاصمؒ : ابو عاصم (ضحاک نبیل استاذ امام بخاریؒ) سے نصر بن علی نے پوچھا کہ آپ کے خیال میں ابوحنیفہؒ زیادہ فقیہ ہیں یا سفیان؟ فرمایا: بخدا وہ میرے نزدیک ابن جریج سے زیادہ فقیہ ہیں میری آنکھوں نے کسی آدمی کو ان سے زیادہ فقہ پر قدرت رکھنے والا نہی دیکھا ۔

داود طائیؒ : عبادت گزار حافظ امام داود طائی کے سامنے امام اعظمؒ کا ذکر آیا تو فرمایا: وہ ایک ستارہ ہیں جن سے راستہ چلنے والے ہدایت پاتے ہیں اور ایسا علم (ان کے پاس ہے) جس کو مؤمنین کے قلوب قبول کرتے ہیں ۔

یوسف بن خالد سمتیؒ : فقیہ یوسف بن خالد سمتی فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ میں عثمان بتی کے پاس بیٹھا کرتے تھے ، جب کوفہ آئے تو ابوحنیفہؒ کے پاس بیٹھے ، سمندر سے نہروں کو کیا نسبت؟ ان کو دیکھنے والا کوئی نہیں کہتا کہ ان جیسا کسی کو دیکھا ، ان پر علم کی طرف سے کوئی تکلف نہیں تھا ، اور وہ محسود تھے (لوگ ان پر حسد کرتے تھے)۔

قاضی شریکؒ : حافظ شریک قاضی فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ دیر دیر تک خاموش رہتے ، بہت سوچتے تھے ، فقہ میں باریک نظر والے تھے ، علم وعمل اور بحث میں باریک باتیں نکالتے تھے ، شاگردوں کو سکھانے میں صبر کرتے ، اگر طالب علم فقیر ہوتا تو اس کو مالدار بنادیتے ، اس پر اور اس کے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے ، یہاں تک کہ وہ عالم بن جائے ، جب عالم ہوجاتا تو فرماتے: تم حرام حلال جان کر سب سے بڑی مالداری پاگئے ، بڑے سمجھدار تھے ، لوگوں سے

بحث ومباحثہ کم کرتے ، بات چیت بھی کم کرتے ۔

خلف بن ایوبؒ : خلف نے فرمایا: علم اللہ تعالی سے چلا ، محمد ﷺ تک پہونچا ، وہاں سے صحابہ تک ، ان سے تابعین تک ، پھر ابوحنیفہؒ اور انکے شاگردوں تک ، جو چاہے خوش ہو اور جو چاہے ناراض ہو ۔

ابوضمرہؒ : ابوضمرہ ابوحنیفہؒ کا تذکرہ خوبی کے ساتھ کرتے اور تعجب کرتے تھے کہ اتنی مشغولیت کے ساتھ اتنی عبادت کا موقعہ ان کو کیسے مل جاتا ہے ۔

عبد العزیز ماجشونؒ : عبد العزیز بن ابی سلمہ ماجشون نے فرمایا: ابوحنیفہؒ مدینہ منورہ آئے تو ہم نے ان سے ان کے مسائل میں گفتگو کی ، تو اچھے دلائل سے استدلال کیا ، اس میں ان پر کوئی عیب نہیں ، ہم میں سے ہر ایک نے رائے سے بات کی اور اپنے لئے استدلال کیا ۔

مغیرہؒ : جریر فرماتے ہیں کہ میں جب ابوحنیفہؒ کی مجلس میں نہیں جاتا تو مغیرہ مجھے ملامت کرتے اور فرماتے کہ انکے ساتھ لگے رہو اور انکی مجلس سے غائب نہ ہو ، ہم لوگ حماد کے پاس جمع ہوا کرتے تھے تو حماد ان کیلئے ایسا علم بیان کرتے کہ ہمارے لئے ایسا نہیں کھولتے تھے ۔

رَقَبہ بن مِصقلہؒ : رقبہ نے فرمایا کہ ابوحنیفہؒ علم میں اتنا گھسے کہ وہاں تک کوئی نہیں پہونچا ، پھر انھوں نے جو چاہا پالیا ۔

حُدَیج بن معاویہؒ : یحی بن آدم فرماتے ہیں کہ حُدیج بن معاویہ جب ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے تو تعریف کرتے اور بڑائی بیان کرتے ، میں نے ان سے کہا: آپ جب ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے ہیں تو مدح وتعظیم کرتے ہیں ، کسی اور کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایسا نہیں کرتے؟ فرمایا: اسلئے کہ ان کا مرتبہ دوسروں کی طرح نہیں ہے ، ان کے علم سے لوگوں نے بہت فائدہ

اٹھایا، اسلئے میں ان کی تعریف وتوصیف کرتا ہوں تا کہ لوگ ان کے لئے دعا خیر کریں.

ابوشیبہؒ: عثمان بن ابی شیبہ فرماتے ہیں: کہ میں نے اپنے والد سے سنا فرمار ہے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ یہاں مسجد میں بیٹھے، پھر بات کی جو بات کی، بعض نے کہا چھوڑ دو ان کو، ہم نہیں سمجھتے کہ ان کی بات پُل سے آگے جائیگی، میرے والد کہتے ہیں: تھوڑے ہی دن رات گزرے کہ لوگ دور دور سے آنے لگے.

امام زفرؒ: امام زفرؒ فرماتے ہیں: میں ابوحنیفہؒ کے ساتھ بیس (۲۰) سال سے زیادہ رہا، کسی کو نہیں دیکھا کہ ان سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ ہو اور لوگوں پر مہربانی کرنے والا ہو، اپنی ذات کو اللہ تعالی پر قربان کر رکھا تھا، دن کے اکثر حصہ میں علم میں، مسائل کی تعلیم میں اور جو سوالات کئے جاتے ان کے جوابات دینے میں مشغول رہتے، اور جب مجلس سے اٹھتے تو مریض کی عیادت کو جاتے یا جنازہ کے پیچھے جاتے یا کسی فقیر کی غمخواری کرتے یا کسی کی ضرورت پوری کرتے، رات ہوتی تو عبادت، نماز اور قرآن کی قراءت میں مشغول ہوجاتے، یہ ان کی زندگی تھی، موت تک، اللہ تعالی ان سے راضی ہو.

امام وکیع فرماتے ہیں کہ سفیان اور ابوحنیفہ کا ذکر آیا تو امام زفر نے فرمایا: ابوحنیفہؒ سے زیادہ شریف کون تھا؟ گناہوں سے اور غیبت سے پرہیز کرنے میں ایسے مقام پر تھے کہ مخلوق اس سے عاجز تھی، بڑے تحمل مزاج اور صبر کرنے والے تھے.

امام سعید بن عبدالعزیزؒ: امام اہل شام سعید بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ جس طرح چاہتے بات کرتے، غامض مسائل میں غوطہ لگاتے اور جو چاہتے نکال لیتے، اور میں نے دیکھا کہ یہ باب ان پر آسان تھا.

حارث بن مسلمؒ: حارث بن مسلم نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ کا ایک دن ان کے زمانہ کے

بعض علماء کی پوری زندگی سے بہتر تھا، اسلئے کہ ابوحنیفہؒ کے علم سے عام لوگوں کو فائدہ ہوا، اور دوسروں کے علم سے بہت لوگ منتفع نہیں ہوئے.

ہارون بن مغیرہؒ: ہارون فرماتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں لوگوں کو سنا کہہ رہے تھے: ان کی مثال زمانہ میں تلاش کی گئی لیکن کوئی مثال نہیں ملی.

محمد بن عبدالعزیزؒ: محمد بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: امت میں کسی کو ہم نے نہیں پایا کہ اہل شہادت (مسلمان) کے معاملات کا ایسا اہتمام کرتے ہوں جیسا کہ ابوحنیفہ کرتے تھے.

مجتہد حازمؒ: حازم مجتہد فرماتے ہیں: میں نے ابوحنیفہؒ سے زہد، عبادت، یقین، توکل، اور اجتہاد ان تمام ابواب میں گفتگو کی، انھوں نے میرے لئے ہر باب کو الگ الگ کھول کر بیان کیا، اور ہرفن کے درمیان اچھی طرح فرق بتایا، میں نے اُن کو اِن تمام ابواب کا عالم بھی پایا اور اِن تمام ابواب پر عامل بھی، وہ فقہاء کے امام تھے، زُہاد اور عُبّاد کے بھی امام تھے، اصحاب الیقین اور توکل واجتہاد والوں کے بھی امام تھے، اور ان تمام علوم کو اچھی طرح جانتے تھے.

شیخ محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی الشافعیؒ ان تمام روایتوں کو کتابوں کے حوالوں کے ساتھ نقل کر کے لکھتے ہیں:

" ان مذکورہ آثار کے علاوہ ائمہ سے منقول اقوال بہت ہیں، جتنا ہم نے ذکر کیا اس میں مُنصِف اور حق پسند کیلئے کافی مواد ہے جو مُوجب قناعت ہے، آئندہ ابواب میں بھی اس طرح کی بہت سی باتیں آرہی ہیں.

میں اس باب کو حافظِ مغرب حافظ ناقد فقیہ علامہ مُنصِف ابوعُمر یوسف ابن عبدالبر مالکیؒ کی بات پر ختم کرتا ہوں، وہ لکھتے ہیں:

"ابوحنیفہؒ فقہ میں امام، اچھی رائے اور قیاس والے تھے، ذہن عمدہ، فہم حاضر، ہوشیار،

پرہیزگار، سمجھ دار تھے، صرف یہ ہے کہ انکا مذہب عادل کی اخبار آحاد میں یہ تھا کہ اصولِ مجمع علیہ کے اگر خلاف ہوتو اس کو قبول نہیں کرتے، اسکی وجہ سے محدثین نے ان پر نکیر کی، مذمت کی، اوراس میں حد سے گزر گئے اوران پر حسد کیا، ان کے وقت ہی سے کچھ لوگوں نے ان پر ظلم کیا اورانکے بارے میں غیبت کو جائز سمجھا، دوسرے لوگوں نے ان کی تعظیم بھی کی اوران کو اونچا بتایا، ان کو امام مانا اور تعریف میں غلو بھی کیا، لوگوں نے ان کے فضائل میں بھی کتابیں لکھیں اور برائی اور طعن میں بھی۔

پھر ابوعُمر لکھتے ہیں کہ فقہاء ان پر طعن کی طرف توجہ نہیں کرتے اوران کی طرف جو برائیاں منسوب کی جاتی ہیں ان کو صحیح نہیں سمجھتے، ابوعمرؒ نے جو باتیں کتاب العلم میں لکھی ہیں وہ اس کتاب کے آخر میں آرہی ہیں''۔ (عقود الجمان ص۱۸۶ تا ۲۱۰)

ابوالمؤید خوارزمیؒ نے یہ اشعار سنائے:

شهدت نعمانَ الامام بسبقه — فی العلم و التقوی بنو الأيام

ترجمہ : اہل زمانہ نے امام نعمان بن ثابت کے بارے میں یہ شہادت دی ہے کہ علم وتقوی میں وہ سب سے آگے بڑھ گئے۔

و تألبت و تظاهرت فی مدحه — فِرقُ الهدی و ائمةُ الاسلام

اسلام کے ائمہ اور ہدایت یافتہ جماعتوں نے ان کی مدح میں اتفاق واتحاد کیا ہے۔

أهل الحجاز مع العراق بأسرهم — مدحوه مثل مديح أهل الشام

اہل شام کی طرح حجاز اور عراق کے تمام لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے۔

بل كل أهل الأرض قدمدحوا الرِّضٰی — مدحا يَجدُّ علی مدی الأعوام

بلکہ تمام روئے زمین کے لوگوں نے پسندیدہ ایسی تعریف کی ہے جو زمانہ کے گزرنے کے ساتھ نئی ہوتی رہے گی۔

نادَوا بأن أبا حنيفة للتقی — و العلم صار امامَ كل امام

لوگوں نے پکار کر کہد یا کہ ابوحنیفہ تقوی اور علم کی وجہ سے ہر امام کے امام ہوگئے۔

أخذ الامامُ من الشريعة و التقی — و من العبادة أوفر الأقسام

اس امام نے شریعت اور تقوی اور عبادت سے بڑے بڑے حصے لے لئے۔

للّٰه قد مدحوه اذ لم تدعُهم — نحوَ المديح شوافع الأرحام

تعریف کرنے والوں نے اللہ تعالی کیلئے ان کی تعریف کی، کیونکہ کسی رشتہ داری نے ان کو تعریف کیلئے دعوت نہیں دی۔

عرفتْ ملوکُ الحق حق علومه — فثَنَوا اليه أعِنَّةَ الاعظام

اچھے بادشاہوں نے ان کے علوم کے حق کو پہچانا، اسلئے ان کی طرف تعظیم کی لگامیں پھیر دیں۔

(عقود الجمان ص۲۱۰ ومناقب أبي حنيفه للامام الموفق بن احمد المکیؒ ص۳۲۶)

عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا:

لقد زان البلادَ و من عليها — امام المسلمين أبو حنيفه

مسلمانوں کے امام ابوحنیفہؒ نے شہروں کو اوران میں رہنے والوں کو مزین کردیا۔

بآثار و فقه فی حديث — كآيات الزبور علی الصحيفه

آثار (صحابہ) اور حدیث کے علم سے مزین کردیا، جیسے صفحات پر زبور کی آیات ہوں۔

فما ان بالعراق له نظير — و لا بالمشرقين و لا بكوفه

عراق میں اور کوفہ میں اور پوری دنیا میں ان کی کوئی مثال نہیں۔

(مناقب موفق مکی ص۴۴۶)

امام اعظمؒ کی کثرتِ عبادت

صلوۃ اللیل کی کثرت اور کثرتِ تلاوت

شیخ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (عقود الجمان) میں تیرہویں باب میں لکھتے ہیں:
حافظ ابوعبداللہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: امام صاحب کا رات کا قیام، تہجد اور عبادت متواتر ہے۔

ابوعاصم ضحاک فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کو رات کو زیادہ قیام کرنے کی وجہ سے وَتَد کہا جاتا تھا۔ وتد کھونٹی کو کہتے ہیں۔

یحیی بن ایوب زاہدؒ نے فرمایا: ابوحنیفہؒ رات کو سوتے نہیں تھے۔

حفص بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ رات کو زندہ رکھتے تھے، ایک رکعت میں پورا ایک قرآن پڑھ جاتے، تیس (۳۰) سال تک یہ معمول رہا۔

زافر بن سلیمانؒ سے بھی مروی ہے کہ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھتے، اس طرح پوری رات گزارتے ل

اسد بن عمرو فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ نے جیسا کہ محفوظ ہے فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے چالیس (۴۰) سال تک پڑھی،، اکثر راتوں میں پورا قرآن ایک رکعت میں پڑھ لیتے،

ل امام ذہبیؒ اپنے جزء میں لکھتے ہیں کہ یہ حکایت غریب ہے، محفوظ وہ روایت ہے جس کو بشر بن ولید کندی نے امام ابویوسفؒ سے نقل کیا کہ ایک دفعہ میں امام صاحب کے ساتھ جا رہا تھا، ایک شخص نے کسی سے کہا: ابو حنیفہ رات کو سوتے نہیں، ابوحنیفہؒ نے فرمایا: واللہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ میرے متعلق ایسی بات کہی جائے جو میں نہ کرتا ہوں، چنانچہ پوری رات نماز ودعا اور آہ وزاری میں گزارتے۔ (مناقب أبی حنیفہ وصاحبیہ للذہبی ص ۲۱)

رات کو ان کے رونے کی آواز سنی جاتی، حتی کہ پڑوسیوں کو رحم آتا، اور یہ بھی محفوظ ہے کہ جس جگہ ان کا انتقال ہوا ہے وہاں سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ل

منصور بن عاصم کہتے ہیں کہ ایک کوفے کے آدمی نے امام صاحبؒ کی غیبت کی اور برائی کی تو عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: تم اسکی غیبت کرتے ہو جس نے ۴۵ سال تک پانچ نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں، اور پورا قرآن رات کو دو رکعت میں ختم کر لیتے تھے اور میرے پاس جو فقہ ہے وہ میں نے انہی سے سیکھی ہے۔

امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا: اللہ تعالی ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے وہ مصلین میں سے تھے یعنی بہت نماز پڑھتے تھے۔

اور فرمایا: ہمارے وقت میں مکہ مکرمہ میں ان سے زیادہ نماز پڑھنے والا کوئی نہیں آیا۔

ابومطیع سے مروی ہے، فرماتے ہیں میں مکہ میں تھا، رات کے جس وقت میں طواف کرنے جاتا ابوحنیفہؒ اور سفیان کو طواف میں پاتا۔

امام ابوحنیفہؒ کے بیٹے حماد فرماتے ہیں کہ جب امام صاحبؒ کا انتقال ہوا ہم نے حسن بن عمارہ سے درخواست کی کہ غسل دیدیں، غسل دے کر فرمایا اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے اور آپکی مغفرت فرمائے، آپ نے تیس (۳۰) سال سے افطار نہیں کیا اور چالیس (۴۰) سال سے رات کو داہنی کروٹ ٹیک نہیں لگایا، اپنے بعد والوں کو آپ نے تھکا دیا، قاریوں کو شرمندہ کر دیا۔

امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں امام صاحبؒ کے ساتھ جا رہا تھا، ایک آدمی کو سنا کسی سے کہہ رہا تھا: یہ ابوحنیفہؒ ہیں، رات کو سوتے نہیں ہیں، امام صاحبؒ نے فرمایا: سبحان اللہ! دیکھتے نہیں، اللہ تعالی نے ہمارے لئے یہ شہرت کر دی ہے، کیا یہ بری بات نہیں کہ اللہ

ل محشی (مولانا ابوالوفاء افغانیؒ) لکھتے ہیں: اس میں تسامح ہے، شاید اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے انکو بغداد لے جایا گیا، کیونکہ بغداد کے جس قید خانہ میں انکا انتقال ہوا وہاں تھوڑے ہی دنوں تھے۔ مختصرا

تعالی ہم سے اس کے سوا دیکھیں، بخدا لوگ میرے بارے میں ایسی بات نہیں کریں گے جس کو میں نہیں کرتا، (فرماتے ہیں): اس کے بعد پوری رات نماز، دعا، آہ وزاری میں لگے رہتے، (یہی وہ روایت ہے جس کو امام ذہبی نے معتبر مانا ہے. فضل)

امام ابو یوسفؒ یہ بھی فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ ہر دن اور رات ایک ختم کرتے، جب رمضان کا مہینہ آتا تو لیلۃ الفطر اور یوم الفطر کے ساتھ باسٹھ (۶۲) ختم کرتے، مال کے ساتھ سخاوت کرتے، علم کی تعلیم میں صبر کرتے، ان کے بارے میں جو کہا جاتا ہے اس کو برداشت کر لیتے، غصہ سے دور رہتے، ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ وہ فجر کی نماز شروع رات کے وضوء سے پڑھتے، میں نے ان کو اس طرح بیس (۲۰) سال تک دیکھا، ہم سے پہلے جو ان کے ساتھ تھے وہ کہتے تھے کہ انھوں نے صبح کی نماز شروع رات کے وضوء سے چالیس (۴۰) سال تک پڑھی.

یحی بن فضیلؒ کہتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ تھا، ابوحنیفہؒ آنے لگے تو کسی نے کہا: ان کو دیکھتے ہو، رات کو سوتے نہیں، ابوحنیفہؒ نے سن لیا، فرمایا میں اپنے کو لوگوں کے خیال میں اس کے سوا پاتا ہوں جو میں اللہ تعالی کے یہاں ہوں، اب میں بستر پر نہیں لیٹوں گا، یحی فرماتے ہیں: (اس کے بعد) امام ابوحنیفہؒ رات بھر قیام کرتے یہاں تک کہ انتقال ہوا.

مِسعر بن کِدامؒ فرماتے ہیں: میں ایک رات مسجد میں گیا، ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا، میں نے اس کی قراءت کو بہت پسند کیا، قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا، میں نے سوچا اب رکوع کریں گے، پھر ایک تہائی پڑھا، پھر آدھا پڑھا، برابر پڑھتے رہے، یہاں تک کہ پورا قرآن ایک رکعت میں پڑھ دیا، میں نے دیکھا تو وہ ابوحنیفہؒ تھے.

مِسعر سے یہ روایت بھی کئی کتابوں میں ہے: میں ابوحنیفہؒ کے پاس ان کی مسجد میں حاضر ہوا، دیکھا فجر کی نماز پڑھ رہے ہیں، پھر لوگوں کو پڑھانے میں مشغول ہوئے، ظہر تک مشغول رہے، پھر عصر تک بیٹھے، پھر مغرب کے قریب تک بیٹھے، مغرب کے بعد عشاء تک بیٹھے، میں

نے دل میں سوچا یہ آدمی اتنا مشغول ہے، کب عبادت کرتا ہے، میں نے سوچا میں اس کو دیکھوں گا، میں ان کے پیچھے لگ گیا، جب لوگوں کی آمد ورفت بند ہوئی، مسجد میں آگئے، بہت اچھی خوشبو لگائے ہوئے تھے گویا کہ نئے شادی شدہ ہوں، نماز کیلئے کھڑے ہوگئے، یہاں تک کہ صبح ہوئی، اور (اسکے بعد) گھر میں گئے، کپڑے پہنے اور مسجد آگئے، صبح کی نماز پڑھی اور لوگوں کیلئے بیٹھ گئے، ظہر تک پھر عصر تک پھر مغرب تک پھر عشاء تک، میں نے سوچا: آدمی کو ایک رات عبادت کیلئے نشاط ہوسکتا ہے، میں آج پھر دیکھوں گا، میں نے دیکھا جب سناٹا ہوگیا نکلے اور نماز کیلئے کھڑے ہوگئے اور جیسے پہلی رات میں کیا تھا ایسا ہی اس رات میں بھی کیا، جب صبح ہوئی نماز کیلئے نکلے اور ویسا ہی کیا جیسا اس سے پہلے دو دنوں میں کیا، جب عشاء کی نماز پڑھ لی میں نے سوچا آدمی کبھی ایک دو رات کیلئے نشاط کرسکتا ہے، آج رات کو میں دیکھوں گا کیا کرتے ہیں، پھر ویسا ہی کیا جیسا کہ پہلی دو راتوں میں کیا تھا، صبح کے بعد اسی طرح بیٹھ گئے، میں نے جی میں ٹھان لیا اب میں ان کے ساتھ ہی رہوں گا یہاں تک کہ انکی موت آئے یا میری، پھر انکی مسجد میں ان کے ساتھ ہی رہتا، فرماتے ہیں: میں نے ابوحنیفہؒ کو دن میں کبھی بغیر روزہ کے نہیں دیکھا اور رات کو کبھی سوتا ہوا نہیں دیکھا، ظہر سے پہلے تھوڑی دیر جھپکی لیتے ہوئے دیکھا.

ابن ابی معاذ فرماتے ہیں کہ مِسعر کی وفات امام ابوحنیفہؒ کی مسجد میں سجدہ کی حالت میں ہوئی.

شریک نے فرمایا: میں نے حماد بن ابی سلیمان، علقمہ بن مرثد، محارب بن دثار، عون بن عبداللہ بن عتبہ، عبدالملک بن عمیر، ابو ہمام ولید بن قیس سکونی، موسی بن طلحہ اور ابوحنیفہؒ کو دیکھا ان سب میں ابوحنیفہؒ سے زیادہ اچھی رات والا کسی کو نہیں دیکھا، میں ان کے ساتھ ایک سال تک رہا، میں نے نہیں دیکھا کہ اپنا پہلو بستر پر رکھا.

خارجہ بن مصعب فرماتے ہیں: چار ائمہ نے قرآن کریم ایک رکعت میں ختم کیا، عثمان ابن عفان، تمیم داری، سعید بن جبیر اور ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم.

وہ صیمری کی روایت تھی، ابن کاس کی روایت میں ہے کہ کعبہ کے اندر.

یحیٰ بن نصر فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ بسا اوقات رمضان میں ساٹھ (۶۰) مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے.

ابوالجویریہ فرماتے ہیں: میں حماد بن ابی سلیمان، علقمہ بن مرثد، محارب بن دثار، عون ابن عبداللہ اور ابوحنیفہؒ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ رہا، ابوحنیفہ جوان تھے، قوم میں ان سے زیادہ اچھی رات والا کوئی نہیں تھا، میں ان کے ساتھ چھ ماہ رہا، میں نے ان کو نہیں دیکھا کہ پہلو (بستر پر) رکھا.

علی بن یزید طائی فرماتے ہیں: میں نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا کہ رمضان کے مہینہ میں ساٹھ (۶۰) مرتبہ قرآن ختم کیا، ایک دن میں اور ایک ختم رات کو کرتے تھے.

ان سے یہ بھی مروی ہے: ابوحنیفہؒ کے لئے رات کا وظیفہ تھا اس میں قرآن ختم کر لیتے، کبھی ایک رکعت میں ختم کر لیتے اور کبھی پوری صلاۃ اللیل میں، دن کے اکثر حصہ میں فتوی میں مشغول رہتے اور اپنے شاگردوں کے ساتھ مسائل میں، میری آنکھوں نے اجتہاد اور دین و ورع میں ان جیسا نہیں دیکھا.

امام صاحبؒ کے بعض شاگردوں سے مروی ہے کہ امام صاحبؒ جب رات کو نماز پڑھنا چاہتے تو زینت کرتے اور داڑھی میں کنگھی کرتے.

حفص بن زیاد احمر فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ کو فرماتے سنا، قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں جو قراءت کا سرا ہو مگر میں نے اس سے وتر کو شروع کیا، نضر سے پوچھا گیا، اسکا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: قرآن کا کوئی حصہ پڑھتے، جب وتر میں پہونچتے تو جہاں تک پہونچے

ہوتے وہاں سے پڑھتے.

ابونعیم فضیل بن دکین (استاذ امام بخاریؒ) نے فرمایا: میں سلیمان اعمش، مِسعر، حمزہ زیات، مالک بن مِغوَل، اسرائیل، شریک اور علماء کی بے شمار جماعت سے ملا ہوں ان کے ساتھ نماز بھی پڑھی ہے لیکن ابوحنیفہؒ سے اچھی نماز والا کسی کو نہیں دیکھا، نماز شروع کرنے سے پہلے دعا کرتے اور روتے، کہنے والا کہتا واللہ وہ اللہ تعالے سے ڈرتے ہیں.

انھوں نے یہ بھی فرمایا: جب بھی میں نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا عبادت کی وجہ سے ان کو پُرانی مشک کی طرح دیکھا.

ابوالولید فرماتے ہیں: میں ابوحنیفہؒ کے پاس سترہ (۱۷) سال تک آتا جاتا رہا، ان کو دیکھا کہ صبح کی نماز شروع رات کے وضوء سے پڑھتے، علم کا سب سے زیادہ حریص انکو پایا، اِس پر عمل بھی کرتے اور لوگوں کو سکھاتے بھی تھے.

عبداللہ بن اسید فرماتے ہیں: جب رمضان کا مہینہ آتا امام ابوحنیفہؒ قرآن پڑھنے کیلئے فارغ ہو جاتے، اور جب عشرۂ اخیرہ آجاتا تو مشکل ہی سے ان سے بات ہو سکتی تھی.

عبدالحمید حمانیؒ فرماتے ہیں: میں ابوحنیفہؒ کے ساتھ چھ ماہ تک رہا، میں نے نہیں دیکھا کہ صبح کی نماز پڑھی مگر عشاء کے وضوء سے، ہر رات آخری رات میں قرآن ختم کر لیتے.

امام زفرؒ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ نے ایک دفعہ میرے یہاں رات گزاری، یہ آیت دہراتے، اسی سے پوری رات قیام کیا: **بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمرّ**.

زائدہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ان کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی، لوگ چلے گئے، میں مسجد میں تھا ان کو معلوم نہیں کہ میں مسجد میں ہوں، مجھے ان سے ایک مسئلہ اس طرح پوچھنا تھا کہ مجھے کوئی دیکھے نہیں، کھڑے ہوئے نماز میں قرآن پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہونچے: **فمنّ اللّٰهُ علينا و وَقانا عذابَ السَّموم**.

میں مسجد میں ٹھہرا انتظار کر رہا تھا کہ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں، وہ اس آیت کو دہراتے رہے یہاں تک کہ مؤذن نے فجر کی اذان دی .

محمد بن قاسم اسدی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے چالیس (۴۰) سال تک فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی .

امام ذہبیؒ نے ابوسنان سے نقل کیا کہ ابوحنیفہؒ عشاء اور فجر کی نماز ایک وضوء سے پڑھتے تھے، امام ذہبی نے امام صاحب کے بچے کی پرورش کرنے والی عورت ام حمید سے نقل کیا وہ کہتی ہے کہ مجھ سے امام صاحبؒ کی ام ولد نے بیان کیا کہ جب سے میں ان کو جانتی ہوں کبھی رات کو بستر سے پیٹھ نہیں لگائی، گرمی میں صرف ظہر وعصر کے درمیان سوتے اور سردی میں مسجد میں شروع رات میں سوتے .

ذہبی نے ابوعبدالرحمٰن مُقری سے نقل کیا، فرماتے ہیں: اگر امام ابوحنیفہؒ کو تم نماز پڑھتے دیکھتے تو جان لیتے کہ نماز ان کی فکر ہے .

ابوالحسن بن محمدؒ نے فرمایا: جو ابوحنیفہ کے ساتھ بیٹھا دوسروں کو ان کے بعد ان سے چھوٹا سمجھا اور جس نے انکو دیکھا ان کے چہرہ کے پیلے ہونے اور عبادت میں محنت کی وجہ سے جسم کے کمزور ہونے کی وجہ سے ان پر رحم کھایا .

حسن کے والد طریف کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کے چہرہ میں سجدہ کا ہلکا نشان تھا .

عبدالمجید بن ابی رواد فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں طواف، نماز، قیام اور فتوی میں امام ابو حنیفہ سے زیادہ صبر کرنے والا کسی کو میں نے نہیں دیکھا، پورے دن اور رات میں اپنی آخرت کی طلب اور نجات کی کوشش میں لگے رہتے، جو لوگ علم حاصل کرنے کیلئے ان کے پاس آتے ان کی تعلیم میں صبر کرتے، دس دن میں ان کے ساتھ رہا نہیں دیکھا کہ رات کو سوئے اور دن کو تھوڑی دیر بھی طواف، نماز اور علم کی تعلیم سے فارغ نہ رہے .

یحیی حمانی فرماتے ہیں: میں امام صاحب کے ساتھ تقریبا ایک سال رہا، دن کو افطار کرتے نہیں دیکھا اور رات کو صرف قیام کرتے دیکھا، ان کے پیٹ میں کسی کا مال داخل نہیں ہوتا، صبح کی نماز شروع رات کے وضوء سے پڑھتے، ہر رات صبح اول کے طلوع ہونے کے ساتھ قرآن ختم کر لیتے اور دوسری صبح کے بعد دو رکعتیں پڑھتے، پوری رات عبادت میں گزارتے .

امام کردری نے مناقب میں ذکر کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے پچپن (۵۵) حج کئے .

احمد بن بشیر اور حفص بن غیاث نے فرمایا: ہم نے کسی عبادت میں محنت کرنے والے کو نہیں دیکھا مگر وہ حلال وحرام کے علم میں ناقص تھا اور کسی حلال وحرام کے عالم کو نہیں دیکھا مگر وہ عبادت اور محنت میں ناقص تھا، سوائے ابوحنیفہؒ کے کہ وہ دونوں کے جامع تھے، ہم نے اندازہ کیا کہ صرف جس جگہ ان کا انتقال ہوا[1] اس جگہ سات ہزار دفعہ قرآن ختم کیا دوسری جگہوں کے علاوہ، اور ہر رمضان میں ان کے ساٹھ (۶۰) ختم ہوتے تھے .

ھُذلی کی الکامل میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا جب انتقال ہوا تو ان کے ایک پڑوسی کے بیٹے نے پوچھا: والد صاحب! وہ ستون کیا ہوا جو ابوحنیفہؒ کی چھت پر ہر رات نظر آتا تھا؟ باپ نے کہا: بچے وہ ستون نہیں تھا وہ شریعت کا ستون امام ابوحنیفہ تھے .

ابوالمؤید (صدر الائمہ صدر الدین موفق بن احمد مکی مناقب ابوحنیفہ کے مصنف م ۵۶۸ھ) نے اپنے یہ اشعار امام صاحبؒ کے بارے میں لکھے ہیں :

نهـار أبـي حنيفة للافادة و ليل أبي حنيفة للعبادة یہ بھی کہا ہے

و سورة زلزلت قد زلزلته بسَورتها و قد سلبت فؤاده

و ودّع نومه خمسين عاما بطـاعتـه و خـداه الوسادة

ترجمہ :امام صاحب کا دن لوگوں کو فائدہ پہونچانے کیلئے اور انکی رات اللہ تعالی کی عبادت کیلئے تھی

---

[1] اس سے مراد ان کا گھر ہوگا جہاں سے ان کو بغداد لے جایا گیا، جہاں ان کا انتقال ہوا. فضل

سورۂ زلزال نے اپنی سختی کی وجہ سے انکو ہلا دیا تھا اوران کے دل کو چھین لیا تھا، اور اللہ تعالی کی عبادت کی وجہ سے پچاس (۵۰) سال تک نیند کو چھوڑ رکھا تھا اور اپنے رخسار کو تکیہ سے الگ کر رکھا تھا.

(اور اشعار بھی ہیں، اس کے لئے دیکھئے مناقب موفق مکی ص ۲۳۳)

ایک اشکال اوراس کا جواب

امام کردریؒ (حافظ الدین بن محمد کردری م ۸۲۷ھ) نے فرمایا :

اگرتم یہ کہو : لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جس نے قرآن تین دن سے کم میں پڑھا اس نے قرآن کو نہیں سمجھا (حدیث شریف میں ایسا آیا ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اسکی مخالفت کی) ؟

تو میں کہوں گا: یہ اس کیلئے ہے جس کے لئے قرآن خفیف اور ہلکا نہ کیا گیا ہو، دیکھتے نہیں آنحضورﷺ سے صحیح ثابت ہے، آپ نے فرمایا: داود علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے قراءت آسان کردی گئی تھی، اپنے جانور پر زین کسنے کا حکم دیتے، جتنی دیر میں زین باندھی جاتی اتنی دیر میں وہ زبور ختم کر لیتے .

اور حضرت عثمان، تمیم داری، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم سے صحیح طور پر مروی ہے کہ یہ لوگ ایک رکعت میں قرآن ختم کر لیتے تھے اور صحابہ وتابعین ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں. اھ

(یہ سارے مضامین عقود الجمان باب نمبر گیارہ (۱۱) سے لئے گئے ہیں ص ۲۱۱ تا ۲۲۳)

(مصنفؒ نے کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں، ہم نے ترجمہ میں انکو حذف کردیا ہے)

ایقاظ

امام صاحبؒ کے متعلق کثرت عبادت اور کثرت تلاوت قرآن کے واقعات بہت مستبعد معلوم ہوتے ہیں، بہت سے لوگوں کی عقل اور دل و دماغ اس کو قبول نہیں کریں گے. لیکن روایتیں اتنی کثرت سے ہیں اور متعدد لوگوں سے ہیں کہ انکار کرنا بھی تاریخ کا انکار ہے،

ایک دو روایتیں ہوں تو غلو یا تعبیر کی غلطی پر محمول کر سکتے ہیں، یہاں تو روایتیں بہت ساری ہیں، ابھی سب مذکور بھی نہیں ہوئی ہیں، مناقب کی کتابوں میں اس سے زیادہ روایتیں موجود ہیں، اسلئے اسکو امام اعظمؒ کی کرامت ہی کہیں گے اور اولیاء کی کرامتیں حق ہیں، اور کرامتیں عادت کے خلاف ہی ہوتی ہیں

ولیس علی اللہ بمستنکر   أن یجمع العالم فی واحد

اور اس طرح کی کرامتیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اولیاء متاخرین تک بے شمار لوگوں سے مروی ہیں، کیا سب کا انکار کردیں گے؟ یہ تو تواتر کا انکار ہوگا، اسلئے عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو بطور کرامت کے تسلیم کیا جائے، سنجیدہ لوگ ہمیشہ ایسا ہی کرتے آئے ہیں . و اللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل

اقامةُ الحُجّة علی أنّ الاکثارَ فی التعبُّد لیس ببدعة

مولانا محمد عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلیؒ نے بعض لوگوں سے سنا جو یہ کہہ رہے تھے کہ عبادت میں بہت محنت کرنا، پوری رات عبادت کرنا، پورا قرآن ایک رکعت میں پڑھ جانا، ہزار رکعتیں پڑھنا جو ائمہ سے منقول ہے یہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے، مولانا نے اس کے جواب کیلئے یہ نفیس کتاب لکھی، اس میں بدعت کی تعریف کی کہ جو عمل سلف صالحین، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے صحیح سند سے مروی ہے وہ بدعت نہیں، کثرت سے عبادت صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، اسکو بدعت نہیں کہہ سکتے، امام اعظمؒ کا عمل بھی اسی قسم کا ہے، ممانعت صرف ان لوگوں کیلئے ہے جو تحمل نہ کرسکیں یا دوسرے حقوق ضائع کردیں، شیخ عبدالفتاح کے حاشیہ کے ساتھ یہ کتاب مطبوع ہے، دیکھنی چاہئے، بہت مفید ہے.

امام اعظم کا خوفِ خداوندی، مراقبۂ ربِ تعالی اور لایعنی سے زبان کی حفاظت

عقود الجمان کے مصنف شیخ محمد بن یوسف صالحی باب نمبر ۱۲ میں لکھتے ہیں (کتابوں کا حوالہ ہم حذف کرتے ہیں) :

اسد بن عمرو نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ کا رات کا رونا سنا جاتا ہے حتی کہ پڑوسی ان پر رحم کھاتے ہیں .

وکیع بن الجراحؒ فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ بخدا بڑے امانتدار تھے، اللہ تعالی ان کے دل میں بہت عظمت وجلال والے تھے، اللہ تعالی کی رضاء کو ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے، اگر اللہ تعالی کی رضا میں ان پر تلوار چلائی جاتی تو اس کو بھی برداشت کرلیتے، اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے اور نیک بندوں کی طرح ان سے راضی ہو، وہ بھی ابرار میں سے تھے .

یحی بن سعید قطانؒ نے فرمایا: واللہ ہم ابوحنیفہؒ کے ساتھ بیٹھے اور ان سے سنا بھی، واللہ جب میں ان کی طرف دیکھتا تو چہرہ سے پتہ چلتا کہ اللہ تعالی سے ڈر رہے ہیں .

قاسم بن معن فرماتے ہیں: ایک رات امام ابوحنیفہؒ یہ آیت بار بار پڑھتے رہے اور آہ وزاری کرتے رہے : بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمرّ .

یزید بن کمیت جو اللہ تعالی کے ایک نیک بندے تھے، فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ اللہ تعالی سے بہت ڈرنے والے تھے، ہم کو ایک رات عشاء کی نماز میں علی بن حسین مؤذن نے اذا زلزلت سنائی، جب نماز ختم ہوگئی اور سب لوگ چلے گئے تو میں نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا وہ سوچ رہے ہیں اور سانس لے رہے ہیں، میں نے سوچا میں اٹھ جاؤں انکا دل میری وجہ سے مشغول

نہ ہو، جب میں نکلا تو قندیل کو چھوڑ دیا، اس میں تیل تھوڑا ہی تھا، صبح کو جب میں واپس آیا تو دیکھا کہ کھڑے ہیں اور اپنی داڑھی پکڑ کر فرما رہے ہیں: اے وہ ذات جو ہر نیکی کا اچھا بدلہ دیتی ہے اور ہر برائی کا برا بدلہ دیتی ہے اپنے نعمان کو آگ سے بچا اور ہر برائی سے جو آگ سے قریب کرتی ہے، اور اس کو اپنی رحمت کی وسعت میں داخل فرما، میں نے اذان دی، قندیل جل رہی تھی امام صاحب کھڑے تھے، جب میں گیا تو مجھ سے فرمایا: کیا تم قندیل لینا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں نے صبح کی نماز کیلئے اذان دیدی ہے، فرمایا: جو کچھ دیکھا اس کو چھپانا، دو رکعت سنت پڑھی اور بیٹھے رہے یہاں تک کہ اقامت ہوئی اور شروع رات کے وضوء سے ہمارے ساتھ فجر کی نماز پڑھی .

بکر عابد فرماتے ہیں: ایک رات میں نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا نماز پڑھ رہے ہیں اور رو رہے ہیں اور دعا کر رہے ہیں: اے میرے رب جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے میرے اوپر رحم فرمائیے گا اور مجھے اپنے عذاب سے بچائیے گا، میرے گناہوں کو اس دن معاف کردیجئے جس دن گواہیاں قائم ہوں گی :

رَبِّ ارْحَمني يومَ تَبعَثُ عبادَک وقِنِي عذابَک واغْفِرلي ذُنوبِي يومَ يَقومُ الأشهاد

عبدالرزاق بن ہمام (محدث جلیل) فرماتے ہیں: جب میں ابوحنیفہؒ کو دیکھتا ان کی آنکھوں اور رخساروں میں رونے کا اثر دیکھتا، اللہ تعالی کی رحمت ہو ان پر .

ابو الاحوص فرماتے ہیں: اگر ابوحنیفہؒ سے کہا جائے کہ آپ تین دن میں مرجانے والے ہیں تو جتنا عمل وہ کرتے ہیں اس سے زیادہ کرنے کی ان کو طاقت نہیں ملے گی .

یزید بن کمیت کہتے ہیں کہ ایک شخص نے مناظرہ کرتے ہوئے امام صاحب کو یا مبتدع یا زندیق کہدیا، امام صاحبؒ نے فرمایا: اللہ تعالی تمہاری مغفرت کرے، اللہ تعالی مجھ سے اس کے خلاف جانتے ہیں جو تم نے کہا، وہ جانتے ہیں کہ میں نے جب سے اسکو پہچانا ہے اس کے

برابر کسی کو نہیں قرار دیا، اور مجھے امید نہیں مگر اسکی معافی کی، اور میں نہیں ڈرتا ہوں مگر اسکی سزا سے، جب عقاب کا ذکر آیا تو رو دیئے اور فوراً گر گئے (یا بے ہوش ہو گئے)، پھر ہوش آیا تو اس آدمی نے کہا مجھے معاف کر دیجئے، فرمایا: جس جاہل نے بھی میرے بارے میں کچھ کہا وہ (میری طرف سے) معافی میں ہے اور اگر کسی عالم نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو مجھ میں نہیں ہے وہ تنگی میں ہے، کیونکہ علماء کی غیبت ان کے بعد بھی کچھ باقی رہتی ہے۔

مکحولؒ (تابعی) نے فرمایا: ابوحنیفہؒ نے فرمایا: اگر مجبوری نہ ہوتی تو میں لوگوں کو فتوی نہ دیتا، سب سے زیادہ خطرناک کام جس کی وجہ سے جہنم میں جانے کا ڈر ہے یہ فتوی ہے جو میں کر رہا ہوں۔

عیسی بن یونسؒ نے ایک دفعہ ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کیا، تو ان کو دعا دی اور فرمایا: انکی پوری کوشش ہوتی تھی کہ اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کریں اور اس کی حرمات کی تعظیم کریں۔

فضیل بن دکین نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ فرما رہے تھے: جو مجھ سے دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالی اس کو مفتی بنا دیں۔

یہ بھی فرمایا: ابوحنیفہؒ بہت بارعب آدمی تھے، بولتے نہیں تھے الا یہ کہ کسی کا جواب دیں، لایعنی نہ بولتے نہ سنتے۔

یزید بن کمیت فرماتے ہیں: ایک آدمی نے امام صاحبؒ سے کہا: اللہ تعالی سے ڈرتے رہئے، امام صاحب کانپ گئے، اور پیلے ہو گئے، سر جھکایا اور فرمایا: اے میرے بھائی! اللہ تعالی تم کو جزاء خیر دے، لوگ ہر وقت ایسے شخص کے محتاج ہیں جو اللہ تعالے کو یاد دلاتا رہے، کیونکہ جب زبان سے علم کی بات ظاہر ہوتی ہے تو عجب پیدا ہو جاتا ہے، اس وقت نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اعمال میں اخلاص پیدا ہو، خوب سمجھ لو! میں جب علم کی بات کرتا ہوں تو مجھے یہ یاد رہتا ہے کہ اللہ تعالی اس کے متعلق مجھ سے سوال کریں گے، اور میں سلامتی حاصل

کرنے کا حریص ہوتا ہوں۔

ایک واقعہ: ایک دفعہ آپ کے غلام نے ریشم کا ایک مجموعہ نکالا، تو ہرے رنگ، سرخ رنگ، اور پیلے رنگ کا تھا، پھر غلام نے کہا: ہم اللہ تعالی سے جنت مانگتے ہیں، یہ سن کر امام صاحب اتنا روئے کہ ان کی کن پٹیاں اور کندھے ہلنے لگے، اور دو کان بند کرنے کا حکم دیا اور سر ڈھانک کر تیزی سے اٹھے، دوسرے دن غلام سے فرمایا: اے بھائی! ہم اللہ تعالی پر بہت جری ہیں، ہم میں سے کوئی جنت مانگتا ہے، جنت صرف وہ مانگ سکتا ہے جو اللہ تعالی کو راضی کر لے، ہمارے جیسے لوگ تو صرف معافی مانگ سکتے ہیں ۱؎

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ جب راستہ میں چلتے تو مرد و عورت میں فرق نہیں کر پاتے۔

(شاید اسلئے کہ نگاہ نیچی کئے غور و فکر میں رہتے، اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے کما ھو السنۃ. مترجم)

بکر بن جعفر فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ امام صاحبؒ کی خدمت میں کوئی آتا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا، کہتا ایسا ہوا ویسا ہوا، جب بہت بات کرتا تو امام صاحبؒ فرماتے: یہ سب چھوڑو، اس کی بات کاٹ کر فرماتے: فلاں اور فلاں مسئلہ میں تم کیا کہتے ہو، اور فرماتے: لوگوں کی جو باتیں پسند نہیں ان کو چھوڑ دو، ہمارے بارے میں جو ناپسند باتیں کرتے ہیں اللہ تعالی ان کو معاف فرمائے اور جو اچھی باتیں کرتے ہیں ان پر اللہ تعالی رحم فرمائے، دین کی سمجھ حاصل کرو، اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ان کو ہماری ضرورت پڑے گی تو اللہ تعالے ان کو ہمارے پاس بھیجیں گے۔

۱؎ من نگویم کہ طاعتم بپذیر — قلم عفو بر گناہم کش

ترجمہ: میں نہیں کہتا کہ میری نیکی قبول کر لیجئے ہمارے گناہوں پر معافی کا قلم پھر دیجئے۔

اللّٰهم مغفرتک أوسع من ذنوبنا و رحمتک أرجی عندنا من أعمالنا. مؤلف

یزید بن ہارون فرماتے ہیں: امام صاحبؒ فضیلت اور دین داری والے آدمی تھے، زبان کی حفاظت کرتے اور اہم ومفید کام میں مشغول رہتے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ علقمہ افضل ہیں یا اسود؟ فرمایا: میرا کام واللہ اس کے سوا نہیں ہے کہ ان دونوں کیلئے انکی تعظیم کی وجہ سے میں استغفار اور دعا کروں، میں ان دونوں میں فضیلت دینے کا کام کیسے کرسکتا ہوں؟

ابراہیم بصریؒ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا کہ مغموم ومتفکر ہیں، اور اونچا سانس لے رہے ہیں، میں نے ان سے عرض کیا، کیا بات ہے؟ اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے، فرمایا: ایک مطلوب اور مقصد ہے اور اسکا خطرہ ہے، (یعنی نجات اور آخرت کی کامیابی. مترجم)

فرماتے ہیں: ایک دن فجر کی نماز میں میں انکے بغل میں تھا، امام نے یہ آیت پڑھی: **و لا تحسبنّ اللّٰہَ غافلا عمّا یعمَلُ الظالِمون**، امام ابوحنیفہؒ کانپ گئے، میں نے ان سے اس کو محسوس کیا۔

ابوجعفر فقیہ بلخی فرماتے ہیں: مجھے خبر ملی کہ امام صاحبؒ پر جب کوئی مسئلہ مشکل ہوتا اور اشتباہ ہوتا تو شاگردوں سے فرماتے کہ یہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوا جو میں نے کیا، پھر استغفار کرتے اور کبھی اٹھ کر وضوء کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور استغفار کرتے، پھر مسئلہ کھل جاتا تو فرماتے: میں خوش ہوگیا اسلئے کہ مجھے امید ہے کہ میری توبہ قبول ہوئی یہاں تک کہ میں نے مسئلہ معلوم کرلیا۔

کہتے ہیں: فضیل بن عیاضؒ کو جب اس کی اطلاع ملی تو بہت روئے، پھر فرمایا: اللہ تعالی ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے، یہ ان کے گناہوں کی کمی کی وجہ سے تھا، دوسرے لوگوں کو اس پر تنبہ نہیں ہوتا کیونکہ ان کے گناہوں نے ان کو ڈبو رکھا ہے۔

مِسعر فرماتے ہیں: میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ چل رہا تھا، انجان میں ایک بچہ کے پاؤں پر

امام صاحب کا پاؤں پڑ گیا، بچے نے امام صاحب سے کہا: شیخ قیامت کے دن بدلہ کا ڈر نہیں؟ فرماتے ہیں: یہ سن کر امام صاحبؒ پر غشی طاری ہوگئی، میں وہیں کھڑا رہا، جب ہوش آیا تو میں نے کہا: اس بچے کی بات نے آپ کے دل پر اتنا اثر کردیا؟ فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ اسکو (اللہ تعالی کی طرف سے) اس کی تلقین کی گئی ہے۔

نصر بن حاجب فرماتے ہیں: امام صاحبؒ عمر بن ذر کی (وعظ کی) مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے، میں نے ایک دن دیکھا کہ غور سے بات سن رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہے۔

ابو جناب فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ منصور بن معتمر اور ابوحنیفہؒ مسجد میں داخل ہوئے اور دیر تک کھڑے ہوکر چپکے چپکے باتیں کررہے ہیں اور رو رہے ہیں، پھر دونوں مسجد سے باہر آئے، میں نے ابوحنیفہؒ سے پوچھا: آپ دونوں کو کیا ہوا کہ بہت روئے؟ فرمایا: ہم نے زمانہ کو یاد کیا اور یہ کہ اہل باطل اہل خیر پر غالب آگئے ہیں اس وجہ سے ہمارا رونا زیادہ ہوگیا۔

یحی بن نصر بن حاجب فرماتے ہیں کہ میرے والد ابوحنیفہؒ کے دوست تھے، میں کبھی ان کے یہاں رات گزارتا تو دیکھتا کہ پوری رات نماز پڑھ رہے ہیں، اور چٹائی پر ان کے آنسو گرنے کی آواز ایسے سنائی دیتی جیسے بارش۔

لیث بن خالد امام صاحب کے ایک شاگرد سے نقل کرتے ہیں: امام صاحب کی اکثر نماز رات کو ہوتی تھی، میں نے انکو دیکھا کہ ایک رات قیام کیا اور پورا قرآن پڑھ لیا، جب الھاکم التکاثر پر پہونچے تو اسی کو پڑھتے رہے، بار بار دہراتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی۔

جعفر بن ربیع فرماتے ہیں: میں امام صاحبؒ کے یہاں پانچ سال رہا، ان سے زیادہ دیر تک خاموش رہنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

عبداللہ بن مبارک نے سفیان ثوریؒ سے فرمایا: اے ابو عبداللہ! ابوحنیفہؒ غیبت سے کتنا

دور ہیں، کسی دشمن کی غیبت کرتے ہوئے بھی میں نے ان کو نہیں سنا، فرمایا: وہ اس سے زیادہ سمجھدار ہیں کہ اپنی نیکیوں پر کسی کو مسلط کریں جو انکو لے جائے۔

شریک فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ دیر تک خاموش رہتے، زیادہ فکر میں رہتے، فقہ میں گہری نگاہ والے تھے، علم وعمل اور بحث میں لطیف استخراج والے تھے، زیادہ عقل والے تھے، لوگوں سے بحث ومباحثہ کم کرتے تھے، بات چیت بھی کم کرتے۔

ضمرہ بن ربیعہ فرماتے ہیں: لوگوں کا اس میں اختلاف نہیں کہ ابوحنیفہؒ سیدھی زبان والے تھے، کسی کا تذکرہ بُرائی کے ساتھ نہیں کرتے۔

بکیر بن معروف فرماتے ہیں: میں نے ابوحنیفہؒ سے عرض کیا: لوگ آپ کے بارے میں باتیں کرتے ہیں، آپ کسی کے بارے میں کچھ نہیں فرماتے، فرمایا: یہ اللہ تعالی کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

یہ بھی فرمایا: محمد ﷺ کی امت میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عمدہ سیرت والا میں نے نہیں دیکھا۔ (عقود الجمان باب نمبر ۱۲ ص ۲۲۴ تا ۲۳۱)

(امام اعظمؒ کی سخاوت اور غمخواری)

حجر بن عبد الجبار فرماتے ہیں: لوگوں نے امام صاحبؒ سے زیادہ شریف صحبت والا اور اپنے ساتھیوں کا ان سے زیادہ اکرام والا کسی کو نہیں دیکھا۔

حجر کہتے ہیں: کہا جاتا تھا کہ شرافت والے دوسروں سے زیادہ کامل عقل والے ہوا کرتے ہیں۔

حفص بن حمزہ فرماتے ہیں: کبھی کوئی آدمی امام ابوحنیفہؒ کے پاس سے گزرتا اور بلا قصد ان کے پاس بیٹھ جاتا، ہم نشینی کا ارادہ بھی نہیں ہوتا، لیکن جب اٹھتا تو امام صاحب اس کے بارے میں پوچھتے، اگر محتاج ہوتا تو مدد فرماتے، بیمار ہوتا تو عیادت کرتے، یہاں تک کہ اس کو اپنے تعلق کی طرف کھینچ لیتے، لوگوں میں سب سے زیادہ شریف ہمنشینی والے تھے۔

حسن بن زیاد فرماتے ہیں: امام صاحبؒ نے اپنے ساتھ بیٹھنے والوں میں سے ایک شخص پر خستہ خراب کپڑے دیکھے، اس کو حکم دیا کہ ٹھہرا رہے، وہ بیٹھا رہا، جب لوگ چلے گئے اور وہ شخص اکیلا ہوا تو اس سے فرمایا: یہ مصلی اٹھاؤ اس کے نیچے جو کچھ ہے لے لو اور اس سے اپنی حالت بدل لو، اس شخص نے مصلی اٹھایا تو اس کے نیچے ایک ہزار تھا۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ سے کسی حاجت کے بارے میں سوال کیا جاتا تو اس کو پوری فرماتے۔

امام صاحب کے پوتے اسماعیل بن حماد فرماتے ہیں کہ جب امام صاحب کے بیٹے حماد سورۂ فاتحہ میں ماہر ہوگئے تو امام صاحب نے معلّم کو پانچ سو درہم ہدیہ کے طور پر دیئے، اور ایک روایت میں ہے جس کو زرنجری نے ذکر کیا کہ ہزار درہم دیئے۔

ابن جبارہ کی الکامل کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ معلّم نے فرمایا: میں نے کیا کیا کہ اتنی بڑی رقم بھیجی، امام صاحبؒ نے ان کو بلوایا اور فرمایا: اے صاحب! آپنے میرے لڑکے کو جو سکھایا اسکو معمولی مت سمجھو، واللہ اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو اور دیتے قرآن کی تعظیم کیلئے .

قیس بن ربیع فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ ہر اس شخص کے ساتھ جوان کے پاس آتا بہت سلوک واحسان کرنے والے تھے، اپنے دوست پر بہت سخاوت کرنے والے تھے .

انہی سے یہ بھی مروی ہے: امام صاحبؒ سامانِ تجارت بغداد بھیجتے اور اس سے سامان خرید کر کوفہ منگواتے اور نفع بھی پورے سال جمع کرتے، اس سے محدثین کرام کی ضرورت کی چیزیں، روزی، لباس، اور تمام ضرورتیں خریدتے اور نفع میں سے جو بچ جاتا وہ سب ان کو دیدیتے اور فرماتے: اپنی ضرورتوں میں خرچ کیجئے، اور اللہ تعالے کے سوا کسی کا شکریہ نہ کیجئے، میں نے اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا، لیکن یہ اللہ تعالے کا مجھ پر فضل ہے آپ لوگوں کی وجہ سے، یہ آپ لوگوں کے سامان کا نفع ہے، واللہ یہ اللہ تعالے آپ لوگوں کو دے رہے ہیں میرے ہاتھ سے .

وکیع بن جراح نے فرمایا: مجھ سے امام اعظمؒ نے فرمایا: چالیس (۴۰) سال سے زیادہ ہوا کہ میں چار ہزار درہم سے زیادہ کا مالک نہیں ہوا، جب بھی زیادہ ہوا اس کو نکال دیا، یہ چار ہزار بھی اسلئے رکھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار ہزار اور اس سے کم خرچہ ہے. اھ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ مجھے ان کی ضرورت پڑے گی تو اتنا بھی میں نہ رکھتا.

امام سفیان بن عیینہؒ سے مروی ہے، فرمایا: امام ابوحنیفہؒ بہت نماز، روزہ، اور صدقہ خیرات والے تھے، جتنے مال کے مالک ہوتے اسکو نکال دیتے، میرے پاس اتنا زیادہ ہدیہ بھیجا کہ میں اس کو دیکھ کر گھبرا گیا، میں نے ان کے بعض شاگردوں سے شکایت کی تو فرمایا:

آپ کا کیا حال ہوتا اگر وہ ہدیہ دیکھتے جو انھوں نے سعید بن ابی عروبہ کے پاس بھیجا تھا، محدثین میں سے کوئی نہیں تھا مگر اس کے ساتھ بہت بڑے بڑے احسان کرتے تھے.

مِسعر فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ جب اپنے گھر والوں کیلئے کچھ خریدتے تو اتنا ہی بڑے علماء کیلئے بھی خریدتے، جب کوئی کپڑا بنواتے تو بھی ایسا ہی کرتے، جب پھل فروٹ اور کوئی دوسری چیز اپنے اور گھر والوں کیلئے خریدنا چاہتے تو پہلے بڑے مشائخ کیلئے خریدتے پھر اپنے لئے خریدتے .

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: امام اعظمؒ ہر جان پہچان والے کے ساتھ بہت احسان کرنے والے تھے، کسی آدمی کو پچاس (۵۰) دینار یا اس سے بھی زیادہ دیدیتے، جب وہ لوگوں کے سامنے شکریہ ادا کرتا تو اس سے ان کو رنج ہوتا اور فرماتے: اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرو، یہ روزی اللہ تعالے نے آپ کیلئے بھیجی ہے .

ابو اسرائیل نے فرمایا: ابوحنیفہؒ سخی آدمی تھے، اپنے دوستوں کی بہت غمخواری کرتے تھے، عیدین کے موقعہ پر انکے ساتھ سلوک کرتے اور ہر ایک کے پاس اس کی حیثیت کے مطابق ہدیہ بھیجتے، ضرورتمندوں کی شادی کرادیتے اور اپنی طرف سے ان کو خرچہ دیتے اور ان کی ضروریات پوری کرتے .

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا، میں ان سے یہ کہتا کہ آپ سے زیادہ سخی کسی کو میں نے نہیں دیکھا تو فرماتے: حمادؒ کو دیکھتے تو تم کیا کہتے.

نیز فرمایا: میری اور میرے عیال کی دس سال سے زیادہ عیال داری کی، میں نے ان سے زیادہ اچھی خصال کا جامع کسی کو نہیں دیکھا .

حسن بن سلیمان فرماتے ہیں: میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو سخی نہیں دیکھا، اپنے دوستوں کی ایک جماعت کیلئے ہر مہینہ کا خرچہ مقرر کر رکھا تھا، اس کے علاوہ بھی غمخواری کیا

کرتے تھے ۔

شقیق بن ابراہیم نے فرمایا : میں ابوحنیفہؒ کے ساتھ کسی مریض کی عیادت کو جارہا تھا راستہ میں دور سے ایک آدمی نے امام صاحبؒ کو دیکھا تو چھپ گیا اور دوسرے راستہ پر جانے لگا، امام صاحبؒ نے زور سے پکارا اور فرمایا: اے فلاں راستہ مت بدلو جس راستہ پر ہو اسی پر رہو، جب اس آدمی نے جان لیا کہ امام نے مجھے دیکھ لیا ہے تو شرمندہ ہوا اور رک گیا، امام صاحبؒ نے پوچھا: کیوں تم نے راستہ بدل دیا تھا، اس نے کہا: آپ کا میرے اوپر دس ہزار ہے، لمبی مدت گزر گئی، میں ادا نہیں کرسکا، آپ کو دیکھ کر میں شرمندہ ہو گیا، امام صاحبؒ نے فرمایا: سبحان اللہ! معاملہ یہاں تک پہونچ گیا کہ مجھے دیکھ کر تم چھپ گئے، میں نے وہ سب تم کو دیدیا (یعنی معاف کردیا) اور اپنے اوپر میں نے گواہ بنادیا، اب آئندہ مت چھپنا، تمہارے دل میں میری وجہ سے ملاقات کے وقت جو (شرمندگی) لاحق ہوئی اس کو معاف کرنا۔

شقیق فرماتے ہیں: میں نے اس وقت جان لیا کہ امام ابوحنیفہؒ حقیقی زاہد ہیں ۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ بخشش کی کثرت میں اور کلام کی قلت میں اور علم نیز اہل علم کی عزت کرنے میں مشہور تھے ۔

شریک فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ اپنے شاگردوں کو علم سکھانے میں بڑے صبر سے کام لیتے تھے، اگر طالب علم محتاج ہوتا تو اس کو بے نیاز کردیتے، اس پر اور اس کے اہل وعیال پر خرچ کرتے رہتے یہاں تک کہ وہ پڑھ لیتا، جب پڑھ لیتا تو فرماتے: تم نے حرام وحلال کا علم حاصل کرکے سب سے بڑی مالداری حاصل کرلی ۔

علی بن الجعدؒ فرماتے ہیں: الحاج (شاید کسی کا نام ہے) نے امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں ہزار چپّل بھیجے، امام صاحب نے ان کو اپنے دوستوں میں تقسیم کردیا، اس کے بعد امام صاحبؒ نے چپّل خریدنے کا ارادہ کیا تو پوچھا گیا: وہ سب چپل کیا ہوئے؟ تو فرمایا: ان میں

سے کوئی چپل میرے گھر میں نہیں آیا تھا، میں نے سب اپنے دوستوں کو ہدیہ کردیا تھا۔

زائدہ بن حسن فرماتے ہیں: میرے والد صاحب نے امام صاحبؒ کو ایک رومال ہدیہ میں دیا جس کو تین دینار میں خریدا تھا، امام صاحبؒ نے قبول فرماکر اس کے بدلہ میں ایک ریشمی کپڑا ہدیہ کیا، جس کی قیمت پچاس (۵۰) درہم تھی ۔

زکریا بن عدی نے فرمایا: عبیداللہ بن عمرو رَقّی نے امام صاحب کی خدمت میں کچھ میوے بھیجے جو ان کے یہاں ہوتے تھے، امام صاحبؒ نے اس کے بدلے میں ان کے پاس بہت قیمتی کوئی اونچا سامان بھیجا ۔

عبداللہ بن بکر سہمیؒ نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں راستہ میں اونٹ والے نے مجھ سے کسی چیز میں جھگڑا کیا، اور مجھے ابوحنیفہؒ کے پاس لے گیا، امام صاحب نے ہم سے سوال کیا، ہم نے اختلاف کیا، ہم سے پوچھا: کتنے درہم میں جھگڑا ہے؟ اونٹ والے نے کہا : چالیس درہم میں، امام صاحب نے فرمایا: لوگوں سے مروت اور بلند ہمتی اب چلی گئی ہے، مجھے شرم آئی، امام صاحبؒ نے اپنی طرف سے چالیس درہم وزن کرکے اونٹ والے کو دیئے (اس طرح جھگڑا ختم کردیا، جزاہ اللہ خیرا) ۔

یحی بن خالد نے فرمایا: ابراہیم بن عیینہ قرضہ کی وجہ سے جو اُن پر آ گیا تھا پکڑے گئے، امام صاحبؒ کے پاس آئے، امام صاحبؒ نے پوچھا: کتنا قرضہ ہے؟ بتایا: چار ہزار سے زیادہ، آپ نے پوچھا: کسی سے کچھ لیا بھی ہے؟ فرمایا جی ہاں، امام صاحب نے فرمایا: جو لیا ہے اس کو واپس کردو، میں سارا قرضہ ادا کردوں گا۔

غورک سعدی نے فرمایا: میں نے امام ابوحنیفہؒ کو کچھ تحفے بھیجے، امام نے اس کے بدلے میں اس سے کئی گنا بھیج دیا، میں نے ان سے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ایسا کریں گے تو میں ہدایا نہ بھیجتا، فرمایا: ایسا مت کرنا، فضیلت تو شروع کرنے والے کیلئے ہے، وہ حدیث

نہیں سنی جو مجھ سے ہیشم نے بیان کی ان سے ابوصالح نے، انھوں نے اس کو نبی ﷺ تک پہونچایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے، اس کو بدلہ دو، اگر بدلہ دینے کیلئے کچھ نہ پاؤ تو اس کی تعریف کرو [۱] (یعنی جزاکم اللہ کہدو)

میں نے کہا: یہ حدیث مجھے میری تمام ملکیت سے زیادہ محبوب ہے.

وکیع بن الجراحؒ نے فرمایا: ایک آدمی امام ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور کہا مجھے دو کپڑوں کی ضرورت ہے، آپ احسان فرما کر دے دیجئے، میں ان کو پہن کر شادی کرنا چاہتا ہوں، امام صاحبؒ نے فرمایا: دو ہفتے انتظار کرو، دو ہفتے کے بعد آیا، امام صاحب نے فرمایا: کل آنا، کل آیا، امام صاحبؒ نے دو کپڑے اس کیلئے نکالے جنکی قیمت بیس (۲۰) دینار سے زیادہ تھی، ان کے ساتھ ایک دینار بھی دیا، اور فرمایا: میں نے تمہارے نام سے بغداد سامان بھیجا وہ بیچا گیا، میں نے تمہارے لئے یہ دو کپڑے اٹھالئے، اصل رأس المال بھی آگیا اور ایک دینار بھی، اگر اسکو قبول کرلو تو ٹھیک ہے ورنہ یہ کپڑے بیچ دوں گا اور انکی قیمت اور ایک دینار صدقہ دیدونگا.

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: لوگ کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالی نے علم، عمل، سخاوت، مال خرچ کرنے اور قرآنی اخلاق سے زینت دی ہے، یہ سب صفات ان میں تھیں.

(عقود الجمان ۲۳۲ تا ۲۳۸ باب نمبر ۱۳)

فضل الرحمٰن اعظمی آزادول جنوبی افریقہ

۱۱/ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ ۷/نومبر ۲۰۱۱

---

۱ یہ حدیث امام کی مسانید میں نہیں ملی، ابوداود نے زکوۃ میں اور ادب کے آخر میں، نسائی نے زکوۃ میں، امام احمد نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے. (حاشیہ عقود الجمان ۲۳۸)

امام اعظمؒ کا زہد وتقوی اوران کی امانتداری

صالحی عقود الجمان میں لکھتے ہیں :

مکی بن ابراہیم (امام بخاریؒ کے خاص استاذ) نے فرمایا: میں کوفہ کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا، ان میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ ورع وتقوی والا کسی کو نہیں پایا.

ابونعیم فضیل بن دکین نے فرمایا: ابوحنیفہؒ اچھی دینداری اور بڑی امانتداری والے تھے.

عبداللہ بن مبارکؒ سے امام اعظمؒ کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: ان کے جیسا کون تھا، کوڑوں سے آزمائے گئے پھر بھی صبر کیا.

محمد بن مقاتل سے سفیان (ثوری) اور امام ابوحنیفہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: جو بھاگ گیا اور نجات پا گیا (یعنی سفیان) وہ اس شخص کی طرح نہیں جو آزمایا گیا اور صبر کیا (یعنی امام ابوحنیفہؒ).

عبداللہ بن مبارکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کیا تو فرمایا: اس آدمی کے بارے میں کیا کہا جائے جس پر دنیا اور مال پیش کئے گئے اس نے ان کو پھینک دیا اور کوڑے لگائے گئے تو صبر کیا اور اس میں داخل نہیں ہوئے جس کو دوسرے لوگ طلب کیا کرتے تھے.

نیز فرمایا: میں کوفہ گیا تو پوچھا کہ یہاں سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ تو کہا گیا ابوحنیفہؒ.

حسن بن صالح نے فرمایا: ابوحنیفہؒ بہت پرہیز کرنے والے تھے، حرام سے بہت ڈرتے اور بچتے تھے، بہت سے حلال کو بھی شبہہ کی وجہ سے چھوڑ دیتے، کسی فقیہ کو میں نے ان سے زیادہ اپنے اور اپنے علم کی حفاظت کرنے والا نہیں دیکھا، ان کی ساری تیاری قبر کیلئے تھی.

نضر بن محمدؒ نے فرمایا: میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ پرہیز کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا.

ابن المبارک نے بھی یہی فرمایا۔

ابن المبارک نے یہ بھی فرمایا: ابوحنیفہؒ کو ایک باندی خریدنی تھی، دس یا بیس سال تک سوچتے رہے اور مشورہ کرتے رہے کہ کن قیدیوں میں سے خریدوں۔

یزید بن ہارون نے فرمایا: میں نے ہزار اساتذہ سے حدیثیں لکھیں، ان سے علم حاصل کیا، واللہ میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ پرہیزگار اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

حسن بن زیادؒ نے فرمایا: واللہ ابوحنیفہؒ نے کسی کا ہدیہ اور انعام قبول نہیں کیا۔

علی بن حفص بزاز نے فرمایا: حفص بن عبدالرحمٰن ابوحنیفہ کے شریک تھے، ابوحنیفہؒ ان کے پاس مال سامان بھیجا کرتے تھے، ایک دفعہ سامان بھیجا اور بتادیا کہ فلاں فلاں کپڑے میں عیب ہے، جب فروخت کرنا تو بتادینا، حفص نے سامان بیچا تو عیب بتانا بھول گئے اور معلوم نہیں ہوا کہ کس کے ہاتھ بیچا، جب ابوحنیفہؒ کو علم ہوا تو سامان کی پوری قیمت صدقہ کردی، جو تیس ہزار (۳۰) دینار تھی اور شریک سے علیحدگی اختیار کرلی۔

امام وکیعؒ نے فرمایا: ابوحنیفہؒ نے اپنے اوپر یہ لازم کرلیا تھا کہ جب بات چیت کے دوران کوئی قسم کھاؤں گا ایک درہم کا صدقہ کروں گا، پھر قسم کھائی اور صدقہ کیا، پھر یہ لازم کرلیا کہ جب قسم کھاؤں گا ایک دینار صدقہ کروں گا، تو جب سچی قسم بھی بات چیت میں کھالیتے تھے تو ایک دینار کا صدقہ کرتے۔

حفص بن عبدالرحمٰن امام صاحب کے ساتھ تیس (۳۰) سال رہے، فرمایا کرتے تھے کہ اس لمبی مدت میں میں امام صاحب کے ساتھ خوب گھلا ملا رہا، میں نے نہیں دیکھا کہ امام صاحب کبھی اسکے خلاف ظاہر کرتے ہوں جو اندر میں ہے، اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ معمولی چیزوں میں بھی ایسی احتیاط کرتے ہوں جیسی وہ کرتے تھے، انکو کسی چیز میں ذرا بھی

شبہ پیدا ہوجاتا تو اسکو دل سے نکال دیتے اگرچہ وہ سارا مال ہی کیوں نہ ہو۔

سہل بن مزاحم فرماتے ہیں: ہم ابوحنیفہؒ کے گھر جاتے تو کوئی چیز ان کے گھر میں نظر نہیں آتی سوائے بوریئے اور چٹائی کے۔

زید بن ورقاء نے فرمایا: ایک آدمی نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا: آپ کے اوپر دنیا پیش کی جاتی ہے، آپ کے بیوی بچے ہیں (اس کو قبول کرلیجئے) فرمایا: بیوی بچوں کیلئے اللہ تعالی ہیں، میری اپنی روزی مہینہ میں دو درہم ہے، میں بیوی بچوں کیلئے کیوں جمع کروں جس پر مجھ سے سوال ہوگا، وہ اللہ تعالی کے فرمانبردار ہوں یا نافرمان، اللہ تعالی کی سب پر صبح وشام روزی آتی ہے، فرمانبرداروں پر بھی اور نافرمانوں پر بھی، پھر یہ آیت پڑھی: **و فی السماء رزقکم و ما توعدون** ، (اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور وہ چیز جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے)

عبداللہ بن مبارکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کیا اور فرمایا: آپ لوگ اس آدمی کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جس پر دنیا اور بڑے بڑے اموال پیش ہوئے اور انھوں نے انکو اپنے پیچھے پھینک دیا، اور کوڑے سے مارے گئے اور کہا گیا دنیا لے لو، انھوں نے خوشحالی اور تنگی دونوں حالتوں میں صبر کیا اور اس میں داخل نہیں ہوئے جس کو لوگ طلب کیا کرتے تھے اور اس کی تمنا کیا کرتے تھے، واللہ وہ ان لوگوں کے خلاف تھے جن کو ہم نے پایا، لوگ دنیا طلب کرتے ہیں، اور دنیا ان سے بھاگتی ہے اور ابوحنیفہؒ کے پاس دنیا آتی تھی اور وہ اس سے بھاگتے تھے۔ (عقود الجمان ۲۴۲)

خارجہ بن مصعبؒ نے فرمایا: میں عمرہ کیلئے گیا اور اپنی باندی امام ابوحنیفہؒ کے پاس چھوڑ دی اور میں مکہ مکرمہ میں تقریبا چار مہینے رہا، واپس آیا تو امام صاحب سے پوچھا: اس باندی کی خدمت اور اخلاق کو کیسا پایا،؟ تو مجھ سے فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اور لوگوں کیلئے انکا دین محفوظ کیا اور حرام وحلال کو جانا اس کو ضرورت ہے کہ اپنے کو فتنہ سے بچائے، واللہ میں نے

تمہاری باندی کو جب سے تم گئے آنے تک دیکھا ہی نہیں، میں نے باندی سے امام صاحب کے اور انکے گھر کے اندر کے اخلاق کے بارے میں پوچھا: تو اس نے کہا: میں نے ایسا آدمی نہ دیکھا نہ سنا، میں نے انکو نہ رات کو غسل جنابت کرتے دیکھا نہ دن کو، جمعہ کے دن نکلتے فجر کی نماز پڑھ کر گھر آتے، چاشت کی نماز ہلکی سی پڑھتے، اسلئے کہ جمعہ کیلئے جلدی نکلتے، تو جمعہ کا غسل کرتے اور تیل لگاتے، پھر نماز کیلئے چلے جاتے، اور میں نے کبھی ان کو دن میں افطار کرتے نہیں دیکھا، آخر رات میں کھاتے پھر تھوڑی دیر آرام کرتے پھر نماز کیلئے نکل جاتے۔

امام وکیع نے فرمایا: میں امام ابوحنیفہؒ کے یہاں تھا ایک عورت ریشم کا کپڑا لائی اور کہا اس کو میرے لئے بیچ دیجئے، آپ نے پوچھا کتنے میں بیچنے کیلئے تم سے کہا گیا ہے؟ اس نے کہا سو میں، امام صاحب نے فرمایا: یہ سو سے زیادہ کا ہے، تم کتنے میں کہتی ہو اس نے ایک ایک سو بڑھایا یہاں تک کہ چار سو تک پہونچی، امام صاحب نے فرمایا: اس سے زیادہ قیمت کا ہے، عورت نے کہا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا: کسی مرد کو بلاؤ، وہ کسی مرد کو لائی اس نے اس کپڑے کو پانچ سو میں خریدا۔

امام وکیع نے فرمایا: ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بڑے امانتدار تھے۔

حکم بن ہشام ثقفی سے ایک آدمی نے درخواست کی کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بتائیے، تو فرمایا: امام ابوحنیفہؒ بہت امانتدار آدمی تھے، بادشاہ نے چاہا کہ انکو اپنے خزانوں کی چابیوں پر قابض بنادیں یا انکی پشت پر پٹائی ہو، انھوں نے اس کے عذاب کو اللہ تعالے کے عذاب پر ترجیح دی، اس آدمی نے کہا: آپ کی طرح میں نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا، فرمایا: واللہ وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ میں نے کہا۔

امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں: امام اعظمؒ نے فرمایا: اگر اللہ تعالی کی طرف سے یہ خوف نہ ہوتا کہ علم ضائع ہوجائیگا تو میں کسی کو فتوی نہ دیتا، ان کیلئے تو مزے ہیں اور میرے اوپر بوجھ۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: کوفہ میں لوٹ اور غارت کی کچھ بکریاں آگئیں اور کوفہ کی بکریوں سے مل گئیں، امام اعظم نے لوگوں سے پوچھا: بکریاں کتنے سال تک زندہ رہتی ہیں، لوگوں نے بتایا سات سال تک، تو سات سال تک امام صاحبؒ نے بکری کا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔

مناقب کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ امام صاحب نے دیکھا کہ لشکر کے بعض سپاہیوں نے گوشت کھا کر بچا ہوا کوفہ کی نہر میں پھینک دیا، امام صاحبؒ نے مچھلی کی عمر کے بارے میں پوچھا، بتایا گیا اتنی اور اتنی مدت، اس مدت میں امام صاحب مچھلی کھانے سے رکے رہے۔

استاذ ابوالقاسم قشیری شافعیؒ نے اپنے مشہور رسالہ کے باب تقوی میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کسی مقروض کے درخت کے سایہ میں نہیں بیٹھتے تھے، فرماتے تھے: **كل قرض جرّ نفعا فهو ربا**، جو قرض نفع دلائے وہ ربا اور سود ہے۔

یزید بن ہارونؒ نے فرمایا: میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ ورع واحتیاط والا کسی کو نہیں دیکھا، ایک دن دیکھا کہ ایک شخص کے دروازہ پر دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے کہا اے ابوحنیفہ! اگر سایہ میں آجائیں تو اچھا ہو، فرمایا: اس گھر کے مالک پر میرا قرضہ ہے، میں اس کے گھر کے سایہ میں بیٹھنا پسند نہیں کرتا، یزید بن ہارون کہتے ہیں: اس سے بڑھ کر تقوی اور احتیاط کیا ہوگی۔

یحی بن ابی زائدہ کا ایک دفعہ امام اعظم کے پاس سے گزر ہوا، وہ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے، قریب میں ایک گھر تھا، یحی نے قسم دیکر پوچھا: کیوں اس سایہ سے آپ دور ہیں (کیوں نہیں سایہ میں بیٹھتے؟) فرمایا: اس گھر والے کے اوپر میرا قرضہ ہے، میں اس کی دیوار کے سایہ سے فائدہ اٹھانا پسند نہیں کرتا، کہیں یہ (مقروض سے) فائدہ اٹھانا نہ ہو، میں لوگوں پر اس کو واجب نہیں کرتا، لیکن ضرورت ہے کہ عالم اپنے علم سے اس سے زیادہ فائدہ اٹھائے جتنا وہ

دوسروں کو دعوت دیتا ہے .

امام صاحب کے ورع وتقوی کے واقعات بہت ہیں اور مشہور ہیں.

(عقود الجمان ص۲۳۹ تا ص۲۴۵)

ابوالمؤید خوارزمی کے اشعار :

خير مديح أبي حنيفة أنه	أسد العلوم و غابة الأقلام
قد حاز في شأن التورع غاية	تكبو وراء بلوغها الأوهام
للزهد لم يقبل حلالا طيبا	فمتى يساق الى حماه حرام
هل قد رأيتم مثله متورعا	جاء ت به الأصلاب والأرحام
لما أتاه الفقه منهوما و ما	باهى به باهى به الاسلام
ما مثله رأت الليالي عابدا	يقضان أو في درسه الأيام

(عقود الجمان ص۲۴۵ باب ۱۴)

امام ابوحنیفہؒ کی عقلمندی اور تیزفہمی

محمد بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی عقلمندی' ان کی بات چیت، ان کے افعال، ان کی چال ڈھال اور ان کے آنے جانے سے ظاہر ہوتی تھی.

علی بن عاصم نے فرمایا: ابوحنیفہؒ کی عقل کو آدھے زمین والوں کی عقل سے تولا جاتا تو ابوحنیفہؒ کی عقل وزنی ہوتی .

قیس بن ربیع نے فرمایا: ابوحنیفہؒ عقلمند لوگوں میں سے تھے .

خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں: میں نے ہزار علماء کی زیارت کی ان میں تین یا چار کو

عقلمند پایا، ان میں سے ایک امام ابوحنیفہؒ کو بتایا.

یزید بن ہارون نے فرمایا: میں نے (بہت) لوگوں کو پایا، امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عقلمند، افضل اور پرہیزگار کسی کو نہیں پایا.

امام ابویوسفؒ نے فرمایا: میں کسی ایسے شخص سے نہیں ملا جو یہ کہہ سکتا ہو کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر عقلمند اور زیادہ مروت اور جوانمردی والا کسی کو دیکھا ہو.

یحی بن معین (امام جرح وتعدیل) نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ بہت سمجھدار تھے، جھوٹ نہیں بول سکتے تھے، عبداللہ بن مبارکؒ ان کی جیسی تعریف اور توصیف کرتے تھے کسی اور کو کرتے نہیں سنا .

ابن مبارک نے فرمایا: ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو میں نے عقلمند نہیں دیکھا .

ہارون رشید کے یہاں ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کا ذکر آیا تو ان پر رحمت کی دعا کی اور فرمایا: وہ اپنی عقل کی آنکھ سے وہ دیکھ لیتے تھے جس کو دوسرے لوگ سر کی آنکھ سے نہیں دیکھ پاتے .

امام شافعیؒ نے فرمایا: عورتوں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عقلمند کسی کو نہیں جنا .

بکر بن خنیس نے فرمایا: اگر ابوحنیفہؒ کی عقل کو جمع کیا جائے اور ان کے زمانہ کے لوگوں کی عقلوں کو تو ان کی عقل لوگوں کی عقلوں پر غالب ہو جائیگی .

امام صاحب کے پوتے اسماعیل بن حماد فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی رافضی (شیعہ) تھا، آٹا پیستا تھا، طحّان تھا، اس کے پاس دو خچر تھے، ایک کا نام ابوبکر دوسرے کا نام عمر رکھا تھا (شیخین کی توہین کیلئے)، ایک رات اس میں سے ایک نے اس کے سینہ پر اتنی زور سے لات ماری کہ وہ مرگیا، امام صاحبؒ کو یہ قصہ بتایا گیا تو فرمایا: دیکھو جس نے اس کو لات ماری یہ وہی ہوگا جس کا نام عمر رکھا تھا، لوگوں نے دیکھا تو ایسا ہی تھا. (اس سے امام صاحبؒ کی فراست معلوم ہوئی)

امام صاحب نے اپنے شاگردوں کے بارے میں رائے قائم فرمائی تھی، بعد میں ایسا ہی ہوا، داود طائی سے فرمایا تھا: تم عبادت کیلئے فارغ ہوگے، امام ابو یوسفؒ سے فرمایا تھا: تم دنیا کی طرف مائل ہوگے، امام زفر وغیرہ کے بارے میں بھی کچھ کچھ فرمایا، بعد میں ایسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا تھا.

محمد بن ابراہیم فقیہ نے فرمایا: ابوحنیفہؒ ایک دفعہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی ان کے سامنے سے گزرے، امام صاحبؒ نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسافر ہیں، پھر کچھ آگے گئے تو امام صاحبؒ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ ان کی آستین میں کچھ میٹھی چیز ہے، پھر کچھ چلے تو فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ بچوں کے معلّم ہیں .

امام صاحب کے بعض شاگرد تحقیق کیلئے اٹھے، اس آدمی کے پیچھے لگے تو معلوم ہوا کہ مسافر ہیں اور ان کی آستین میں خوشک انگور (کشمش) ہے اور بچوں کے استاد ہیں، لوگوں نے امام صاحبؒ سے پوچھا کہ آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا، فرمایا: میں نے اس آدمی کو دیکھا کہ دائیں بائیں دیکھ رہے ہیں، مسافر ایسا ہی کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ اس کی آستین پر مکھی آرہی ہے تو میں نے سمجھا کہ اس کی آستین میں کوئی میٹھی چیز ہے (اسلئے کہ مکھیاں میٹھی چیز پر آتی ہیں)، اور میں نے دیکھا کہ بچوں کی طرف دیکھ رہے ہیں تو سمجھ گیا کہ یہ بچوں کو تعلیم دیتے ہیں . (عقود الجمان ص ۲۴۶ تا ص ۲۵۰)

امام صاحبؒ کی ذہانت اور فراست کے اور بھی کئی قصے مذکور ہیں، اس کیلئے عقود الجمان وغیرہ دیکھیں .

امام اعظمؒ کی ذہانت وذکاوت اور حیران کرنیوالے سوالات کے مُسکِت جوابات

زائدہ اور محمد بن مقاتل سے روایت ہے کہ ایک شخص امام صاحب کے پاس آیا اور سوال کیا کہ اس آدمی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس کا حال یہ ہے کہ جنت کی امید نہیں رکھتا، جہنم سے ڈرتا نہیں، اللہ تعالےٰ سے بھی نہیں ڈرتا، مردار کھاتا ہے، بغیر رکوع سجدہ کے نماز پڑھتا ہے، بغیر دیکھے گواہی دیتا ہے، حق سے دشمنی رکھتا ہے، فتنہ کو پسند رکھتا ہے، رحمت سے بھاگتا ہے، یہود ونصاری کی تصدیق کرتا ہے .

امام صاحبؒ نے اس سے فرمایا اور جانتے تھے کہ وہ آدمی آپ سے بہت دشمنی رکھتا ہے: اے فلاں! تم نے مجھ سے یہ باتیں پوچھیں، کیا تم کو ان کا علم ہے؟ اس نے کہا نہیں: لیکن اس آدمی سے برا آدمی میں نے نہیں پایا، اسلئے میں نے اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا.

امام صاحب نے اپنی شاگردوں سے پوچھا: اس آدمی کے بارے میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ شاگردوں نے کہا: بہت برا آدمی ہے وہ جس کی یہ صفت ہے، امام صاحب مسکرائے اور فرمایا: یہ آدمی اولیاء اللہ میں سے ہے، پھر اس آدمی سے فرمایا: اگر میں بتاؤں کہ وہ آدمی اولیاء اللہ میں سے ہے تو تم اپنی زبان مجھ سے روک کے رکھو گے اور حفاظت کرنے والے فرشتوں پر ایسی بات نہیں لکھواؤ گے جس سے تم کو نقصان ہو؟ اس نے کہا جی ہاں، تو امام صاحب نے فرمایا: تمہارا یہ کہنا کہ وہ جنت کی امید نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا تو بات یہ ہے کہ وہ جنت کے مالک سے امید رکھتا ہے اور جہنم کے مالک سے ڈرتا ہے، اور تمہارا یہ کہنا کہ وہ اللہ تعالی سے نہیں ڈرتا ہے تو وہ اللہ تعالے سے نہیں ڈرتا کہ اس پر ظلم کریں گے کیونکہ وہ اپنی بادشاہت میں

عادل ہیں، ارشاد خداوندی ہے: **و ما ربک بظلام للعبید**، آپ کا رب بندوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا، اور تمہارا یہ کہنا کہ وہ مردار کھاتا ہے، اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ مچھلی کھاتا ہے، اور تمہارا یہ کہنا کہ بغیر رکوع و سجود کے نماز پڑھتا ہے اس سے مراد نماز جنازہ ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے: وہ نبی ﷺ پر درود پڑھتا ہے، اور تمہارا یہ کہنا کہ وہ بغیر دیکھے گواہی دیتا ہے تو بیشک وہ اللہ تعالی کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی بغیر دیکھے دیتا ہے، اور تمہارا یہ کہنا کہ وہ حق سے دشمنی رکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ موت کو جو حق ہے پسند نہیں کرتا، چاہتا ہے کہ زندہ رہے تا کہ اللہ تعالی کی اطاعت کرے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **و جاء ت سکرة الموت بالحق**، اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی، اور تمہارا یہ کہنا کہ فتنہ کو محبوب رکھتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **انّما أموالکم و أولادُکم فتنة**، تمہارے مال و اولاد صرف فتنہ ہیں، اور تمہارا یہ کہنا کہ وہ رحمت سے بھاگتا ہے تو بارش سے بھاگتا ہے جو رحمت ہے، (**رحمة لا عذابا**، بارش کے وقت پڑھنے کی حدیث میں دعا آئی ہے)، اور تمہارا کہنا کہ وہ یہود و نصاری کی تصدیق کرتا ہے تو اس سے مراد ان کا یہ قول ہے جو قرآن کریم میں آیا ہے: **و قالت الیهود لیست النصاری علی شیء و قالت النصاری لیست الیهود علی شیء**، یہ سن کر وہ آدمی کھڑا ہوا اور امام صاحب کے سر کا بوسہ دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں.

محمد بن سلمہ اور فضل بن غانم نے روایت کیا کہ امام ابو یوسفؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے، امام ابوحنیفہؒ ان کی عیادت کو بار بار گئے، ایک دفعہ (آخری دفعہ) گئے تو دیکھا کہ بہت بیمار ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر فرمایا: مجھے امید تھی کہ میرے بعد مسلمانوں کو تم کام آؤ گے، اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو تمہارے ساتھ بہت سا علم چلا جائیگا، ایک روایت میں یوں ہے: اگر اس نوجوان کا انتقال ہو گیا تو روئے زمین پر اس کا کوئی بدل نہیں ہوگا، امام ابو یوسفؒ کو امام

صاحب کی یہ بات پہونچ گئی، پھر بیماری سے اچھے ہو گئے تو ان میں کچھ بڑائی آ گئی اور اپنی فقہ کی مجلس الگ قائم کر لی، پھر لوگوں کی ان کی طرف توجہ بھی ہو گئی اور امام اعظمؒ کی مجلس سے غیر حاضر ہونے لگے، امام صاحبؒ نے ان کے بارے میں معلوم کیا، بتایا گیا کہ انھوں نے اپنی مجلس الگ قائم کر لی ہے، اور آپ کی تعریفی بات ان کو پہونچ گئی ہے، امام صاحبؒ نے ایک آدمی کو بلایا جنکا ان کے یہاں مرتبہ تھا اور فرمایا: یعقوب کی مجلس میں جاؤ اور ان سے پوچھو: کہ ایک آدمی نے دھوبی کو کپڑا دیا کہ دو درہم میں اسکو دُھل دو، کچھ دنوں کے بعد گیا کپڑا لینے تو دھوبی نے کہا: تمہارا یہاں کچھ نہیں ہے، دینے سے انکار کر دیا، (وہ آدمی واپس آ گیا)، پھر دوبارہ کپڑے والا اسکے پاس گیا اور اپنا کپڑا مانگا تو اس نے دُھلا ہوا کپڑا دیدیا، اب بتایئے دھوبی اجرت کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر کہیں کہ اجرت ملے گی تو کہو کہ آپ نے غلط کہا، اور اگر کہیں کہ اجرت نہیں ہے تب بھی کہنا کہ آپ نے غلط کہا، وہ آدمی پہونچ گئے اور سوال کیا، امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: دھوبی کو اجرت ملے گی، انھوں نے کہا آپ نے غلط کہا، امام ابو یوسفؒ نے تھوڑی دیر غور کیا پھر فرمایا: اجرت نہیں ملے گی، انھوں نے پھر کہا آپ نے غلط کہا .

امام ابو یوسفؒ اسی وقت اٹھے اور امام اعظمؒ کے یہاں حاضر ہوئے، امام صاحبؒ نے فرمایا: آپکو دھوبی کا مسئلہ یہاں لایا ہے، فرمایا: جی ہاں، فرمایا: سبحان اللہ! جو فتوی دینے بیٹھا اور اپنی مجلس الگ قائم کر لی جس میں اللہ تعالے کے دین کی بات کرنے لگا اور اس کا مرتبہ یہ ہے کہ اجارہ کے ایک مسئلہ میں صحیح جواب نہیں دے سکتا، امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: امام صاحبؒ مجھے بتایئے، امام صاحبؒ نے فرمایا: اگر کپڑے کے غصب کرنے اور دینے سے انکار کے بعد دھلا تو اسکو اجرت نہیں ملے گی اسلئے کہ اس نے اپنے لئے دھلا، اور اگر انکار سے پہلے دھلا تھا تو اجرت ملے گی اسلئے کہ اس نے کپڑے والے کے لئے دھلا، اس کو خطیب اور صیمری نے ذکر کیا .

شادی اور رخصتی کا عجیب واقعہ : امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شادی کی دعوت میں یہ حضرات جمع ہوئے: ابوحنیفہ، سفیان، مِسعر، مالک بن مِغول، جعفر بن زیاد احمر اور حسن بن صالح، ایک آدمی نے اپنی دو بیٹیوں کی ایک آدمی کے دو بیٹوں سے شادی کرائی، اور دعوت ولیمہ میں شریف اور غلام ہر طرح کے لوگوں کو بلایا۔

جب لوگ جمع ہوئے تو ولی آیا اور اس نے بتایا کہ ایک بڑی مصیبت پیش آگئی، پوچھا گیا کیا ہوا؟ اس نے کہا ہم اس کو چھپانا چاہتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ نے پوچھا: وہ مصیبت کیا ہے؟ اس نے کہا: غلطی ہوگئی، ہر بیٹے کے پاس اس کی بیوی کی بہن پہونچائی گئی، امام صاحبؒ نے فرمایا: دونوں نے دخول کیا، صحبت کی؟ اس نے کہا جی! سفیان نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اسی طرح کا فیصلہ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا، حضرت معاویہؓ نے انکے پاس یہ سوال بھیجا تھا، حضرت علیؓ نے سائل سے پوچھا تم معاویہ کے قاصد ہو؟..... ہر مرد پر عورت کو ہاتھ لگانے کی وجہ سے عقر (مہر) واجب ہے، ہر عورت اپنے شوہر کے پاس چلی جائے، اس کے سوا اور کوئی چیز واجب نہیں، لوگ سفیان کی بات سن رہے ہیں، خاموش ہیں، اور انکے جواب کو پسند کر رہے ہیں، امام اعظمؒ بھی وہاں موجود ہیں، خاموش ہیں، مِسعرؒ نے امام صاحب کی طرف توجہ کی اور فرمایا: ابوحنیفہ آپ بولئے، سفیان نے کہا اسکے سوا اور کیا بولیں گے، امام صاحبؒ نے فرمایا: دونوں بچوں کو حاضر کیا جائے، حاضر کئے گئے، ان سے پوچھا: کیا تم چاہتے ہو کہ جو عورت تمہارے پاس لائی گئی وہی تمہاری بیوی رہے؟ دونوں نے کہا جی ہاں! فرمایا: تمہاری بیوی کا کیا نام ہے جو تمہارے بھائی کے پاس پہونچائی گئی؟ اس نے کہا فلانہ بنت فلاں، فرمایا: تم کہو کہ میری طرف سے اس کو طلاق، دوسرے سے بھی ایسا ہی کہلوایا، پھر امام صاحب نے خطبۂ نکاح پڑھا اور دونوں کی ان عورتوں سے شادی کرادی جس کو ہاتھ لگایا تھا، اور فرمایا: پھر سے شادی مناؤ (دعوت کرو)، لوگوں کو امام صاحب کے فتوی پر تعجب ہوا۔

اس دن مِسعر اٹھے اور امام صاحبؒ کے منہ کا بوسہ دیا اور لوگوں سے فرمایا: تم ان سے محبت کرنے پر مجھے ملامت کرو، سفیان چپ چاپ تھے، کچھ بولتے نہیں تھے۔

دوسرا واقعہ : شریک فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں تھے، ساتھ میں سفیان ثوری، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلی، ابوحنیفہ، ابوالاحوص، مندل اور حبان بھی تھے، جنازہ بنی ہاشم کے ایک سید ادھیڑ عمر کے بیٹے کا تھا، اس کے جنازہ میں کوفہ کے بڑے بڑے لوگ شریک ہوئے، پیدل چل رہے تھے، (اچانک) جنازہ رُک گیا، لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہا گیا: اس بچے کی ماں بے صبری میں نکل پڑی اور اپنا کپڑا اس بچے پر ڈال دیا، اور اپنا سر کھول دیا، عورت ہاشمیہ تھی، شریف تھی، اس کے شوہر نے اس کو ڈانٹا اور حکم دیا کہ لوٹ جا، اس نے انکار کیا، شوہر نے قسم کھالی: اگر نہیں لوٹتی تو تجھ کو طلاق، اس عورت نے قسم کھالی کہ اگر جنازہ کی نماز پڑھنے سے پہلے لوٹوں تو میرے سب غلام باندی آزاد، لوگ ٹھہر گئے اور ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت اور سوال میں مشغول ہوگئے، کوئی بول نہیں رہا تھا، نہ کوئی جواب دے رہا تھا، بچے کے باپ نے امام ابوحنیفہؒ کو آواز دی، نعمان! ہماری مدد کرو، ابوحنیفہؒ آئے اور پوچھا آپ نے کیسے قسم کھائی؟ انھوں نے اپنی قسم دہرائی، عورت سے پوچھا تم نے کیسے قسم کھائی؟ اس نے اپنی قسم دہرائی، امام صاحبؒ نے فرمایا: چارپائی رکھ دو، رکھ دی گئی، باپ سے فرمایا: آگے بڑھ کر نماز پڑھایئے، انھوں نے نماز پڑھائی لوگوں نے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھی جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے انکو بلایا گیا وہ بھی پیچھے آگئے، پھر امام صاحب نے عورت سے فرمایا: گھر چلی جا، تو قسم میں سچی ہوگئی، مرد سے بھی یہی فرمایا، ابن شبرمہ نے اس دن فرمایا: آپ جیسی اولاد عورتیں جننے سے عاجز ہیں، آپ کے لئے علم میں کوئی تکلف نہیں۔

تیسرا واقعہ : ابن مبارکؒ نے ذکر کیا کہ ایک آدمی نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا: میں

اپنے گھر کی دیوار میں ایک چھوٹا دروازہ کھولنا چاہتا ہوں، امام صاحبؒ نے فرمایا: جو چاہو کھول لو لیکن پڑوسی کے گھر میں تاک جھانک مت کرنا، اسکے پڑوسی نے منع کیا اور اس کو لیکر قاضی ابن ابی لیلی کے پاس گیا، انھوں نے اس کو منع کیا، وہ آدمی امام صاحب کے پاس آیا اور شکایت کی، امام صاحب نے فرمایا: تم اس میں پورا دروازہ کھول لو، وہ کھولنے گیا تو پھر اسکا پڑوسی اس کو لے کر قاضی ابن ابی لیلی کے پاس گیا، انھوں نے اس کو منع کیا، وہ آدمی پھر امام صاحب کے پاس آیا، اور واقعہ بتایا، امام صاحبؒ نے پوچھا: تمہاری دیوار کی کیا قیمت ہے؟ اس نے کہا تین دینار، امام صاحب نے فرمایا: یہ تین دینار میرے ذمہ ہیں، جاؤ، پوری دیوار گرادو، جب گرانے گیا تو پھر پڑوسی نے منع کیا اور اس کو لے کر ابن ابی لیلی کے پاس گیا، قاضی نے کہا: وہ اپنی دیوار گرا رہا ہے تم چاہتے ہو کہ میں اس کو منع کروں؟ اور اس آدمی سے فرمایا: جاؤ گرادو اور جو چاہو کرو، پڑوسی نے کہا: کیوں آپ نے مجھے مشقت اور پریشانی میں ڈالا، کیوں مجھے چھوٹا دروازہ کھولنے سے منع کیا، وہ میرے لئے آسان تھا، ابن ابی لیلی نے کہا: جب ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو میری غلطی بتاتا ہے اور مجھے میری غلطی ظاہر بھی ہوگئی تو اب میں کیا کروں؟

چوتھا واقعہ: امام وکیعؒ فرماتے ہیں: ہم ابوحنیفہؒ کے یہاں تھے، ایک عورت ان کے پاس آئی اور کہنے لگی: میرے بھائی کا انتقال ہوا، چھ سو دینار چھوڑے، لوگوں نے اس میں سے مجھے صرف ایک دینار دیا، امام صاحب نے پوچھا: کس نے تمہارا فریضہ تقسیم کیا؟ اس نے کہا: داود طائی نے، فرمایا: وہی تیرا حق ہے، کیا تیرے بھائی نے دو بیٹیاں نہیں چھوڑیں؟ کہا جی، پوچھا ماں بھی؟ کہا جی ہاں، پوچھا: اور بیوی؟ کہا جی ہاں، فرمایا: اور بارہ بھائی (۱۲) اور ایک بہن بھی؟ کہا: جی ہاں، فرمایا: لڑکیوں کو دو تہائی یعنی چار سو، ماں کو چھٹا حصہ، ایک سو، بیوی کو آٹھواں حصہ پچھتر (۷۵)، باقی بچا پچیس (۲۵)، بھائیوں کیلئے چوبیس (۲۴) ہر بھائی کو

دو دینار، اور تم کو ایک دینار. (عقود الجمان ص ۲۵۱ تا ص ۲۶۱ باب نمبر ۱۶)

اس باب میں صالحی نے بہت سے واقعات ذکر کئے ہیں جس سے امام صاحبؒ کی حیرت انگیز ذہانت اور حاضر جوابی کا پتہ چلتا ہے، تفصیل کیلئے اسکی طرف رجوع کیا جائے.

امام اعظمؒ کے مکارم اخلاق کے کچھ اور نمونے

یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ صبر کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، ان میں فضیلت، دینداری، پرہیزگاری تھی، زبان کی حفاظت کرتے اور اہم کاموں میں لگے رہتے.

یزید بن کمیت فرماتے ہیں کہ میں امام صاحبؒ کے پاس تھا ایک آدمی آیا امام صاحب کو برا بھلا کہا اور بہت زبان درازی کی اور کہا: اے زندیق! (بددین)، امام صاحبؒ نے (نہایت سنجیدگی سے) فرمایا: اللہ تعالی تم کو معاف کرے، وہ مجھ سے اس کے خلاف جانتا ہے جو تم کہہ رہے ہو.

محدث عبد الرزاق بن ہمامؒ نے فرمایا: میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو حلیم نہیں دیکھا، ہم ان کے ساتھ مسجدِ خیف میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگ انکے ارد گرد جمع تھے، بصرہ کے ایک آدمی نے ایک مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے اس کا جواب دیا، اس نے کہا: حسن بصری نے اس میں ایسا اور ایسا کہا، امام اعظمؒ نے فرمایا: ان سے غلطی ہوگئی، ایک آدمی اٹھا اور چہرہ چھپا کر کہا: او زانیہ کا بیٹا! اور ایک اور روایت میں ہے: اے فاعلہ کا بیٹا! تو کہتا ہے کہ حسن سے غلطی ہوئی، لوگ آپس میں الجھ گئے، امام صاحبؒ نے انکو خاموش کیا اور تھوڑی دیر سر جھکا کر پھر اٹھایا اور فرمایا: ہاں حسن نے غلطی کی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحیح کہا، اس کو

آنحضرت ﷺ سے روایت کیا۔

ابو یحییٰ حمانی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے کسی کو کبھی برائی کا بدلہ نہیں دیا، اور کسی پر لعنت نہیں کی، کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم نہیں کیا، کسی کے ساتھ خیانت نہیں کی اور کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔

یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں امام صاحب کے یہاں تھا، ایک آدمی آیا کہنے لگا: میں نے سفیان کو سنا آپ کی برائی کر رہے تھے اور آپکے بارے میں بات کر رہے تھے، امام صاحبؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کی اور میری مغفرت فرمائیں، اگر سفیان ابراہیم نخعی کے زمانہ میں ہوتے اور فوت ہوجاتے تو مسلمانوں کو نقصان ہوتا (ابراہیم نخعی کے ہونے کے باوجود، یہ ثوری کی بہت تعریف ہے)

جعفر بن ربیع فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس پانچ سال رہا، ان سے زیادہ خاموش رہنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

عبداللہ بن رجاء غدانی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا ایک پڑوسی موچی (جوتا بنانے والا) تھا، دن بھر کام کرتا، اور رات کو شراب پی کر اشعار پڑھتا تھا، ان میں ایک شعر یہ بھی تھا: ؎

أضاعوني و أي فتى أضاعوا   ليوم كريهة و سِداد ثغر

امام صاحب رات بھر نماز پڑھتے اور اس کی آواز سنتے، ایک دو رات اس کی آواز نہیں سنائی دی تو پوچھا، معلوم ہوا کہ رات کو نگرانی کرنے والی پولس پکڑ لے گئی ہے، امام صاحبؒ نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد خچر کو تیار کرنے کا حکم دیا اور اس پر سوار ہوکر والیٔ شہر کے دروازہ پر حاضر ہوئے، والی کو خبر دی گئی تو بیٹھنے کی جگہ تک سوار ہوکر حاضر ہونے کا حکم دیا، جب امام صاحب پہونچے تو ملاقات کی اور اکرام کیا اور کہا: زیادہ مناسب تھا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، کیوں نہیں بلوالیا میں حاضر ہوجاتا؟

امام صاحب نے فرمایا: میرے ایک پڑوسی کو چند دن پہلے نگرانی والوں نے پکڑ لیا ہے کیا امیر اس کو چھوڑنے کا حکم دے سکتے ہیں؟ امیر نے کہا: جی ہاں، اس رات سے اب تک جتنے لوگ پکڑے گئے ہیں ان سب کو ہم چھوڑتے ہیں، پھر سب کو چھوڑنے کا حکم دیدیا، امام صاحب سوار ہوکر واپس ہوئے اور وہ موچی پیچھے پیچھے پیدل آرہا تھا، امام صاحب نے اس سے پوچھا: اے نوجوان! ہم نے تم کو ضائع کیا، اس نے کہا نہیں بلکہ میری حفاظت کی اور میری رعایت کی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے کہ آپ نے پڑوس کا احترام کیا اور حق کی رعایت کی، اس آدمی نے توبہ کی اور پھر غلط کام کی طرف نہیں گیا، اور امام صاحب کی مجلس میں آنے لگا یہاں تک کہ فقیہ بن گیا۔

ولید بن قاسم فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ اپنے ساتھیوں کی اچھی خیر خبر رکھتے تھے، ان کے حالات معلوم کرتے، کوئی محتاج ہوتا اس کی غمخواری کرتے، کوئی بیمار ہوتا یا رشتہ دار ہوتا اس کی زیارت کرتے، کسی کا انتقال ہوتا اس کے جنازہ میں شریک ہوتے، کسی پر مصیبت آجاتی تو اس کی ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش کرتے، شریف طبیعت کے آدمی تھے۔

ابو معاذ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ جانتے تھے کہ میں سفیان ثوری کے یہاں آتا جاتا ہوں، اور ان دونوں کے درمیان وہ بات تھی جو ہم زمانہ لوگوں میں ہوتی ہے (یعنی منافست اور چپقلش) پھر بھی وہ مجھے قریب کرتے اور میری ضرورتیں پوری کرتے، وہ بردبار، پرہیزگار، اور باوقار آدمی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان میں شریف خصلتیں جمع فرمادی تھیں۔

عاصم بن یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مسجد کے کنارے کھڑا ہوا اور امام ابوحنیفہؒ کو برا بھلا کہنے لگا، امام صاحب نے اپنی بات بند نہیں کی، نہ اس کی طرف دیکھا نہ اس کو جواب دیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس سے بات کرنے سے منع کیا، جب امام صاحبؒ درس سے فارغ ہوگئے اور اٹھے تو وہ بھی پیچھے پیچھے چلا، جب امام صاحب اپنے گھر کے دروازہ پر

پہونچے تو کھڑے ہوگئے اور اس آدمی کی طرف منہ کرکے فرمایا: میرا گھر ہے، اگر تم اپنی بات پوری کرنا چاہتے ہو تو کرلو، تمہارے دل میں جو کچھ ہے بول لو، کچھ باقی نہ رہ جائے، ڈرو نہیں، وہ آدمی شرما گیا.

اسی طرح کا ایک دوسرا قصہ بھی ہے: اسکے آخر میں یہ ہے کہ وہ آدمی امام صاحب کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ امام صاحب گھر میں چلے گئے، وہ گالی دیتا رہا، کسی نے جواب نہیں دیا، اس نے کہا: کیا تم مجھ کو کتا سمجھتے ہو؟ اندر سے آواز آئی: جی ہاں، اس طرح کے متعدد واقعات شیخ محمد یوسفؒ صالحی نے ذکر کئے ہیں، دیکھئے عقود الجمان سترہواں باب ص ۲۸۷ تا ۲۹۶

امام اعظمؒ تجارت کا پیشہ کرتے تھے
امراء اور خلفاء کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے

شیخ صالحی لکھتے ہیں: اس بات پر روایات متواتر ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے، اور اس میں کامیاب اور ماہر تھے، کوفہ میں ان کی دوکان تھی اور شرکاء بھی تھے، جو کپڑے کے خریدنے اور بیچنے کیلئے سفر کیا کرتے تھے،

امام اعظمؒ کے پوتے عمر بن حماد نے فرمایا: ابوحنیفہؒ کپڑے کے تاجر تھے، ان کی دوکان عمرو بن حریث کے محلّہ میں مشہور تھی.

امام ابویوسفؒ نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ مال خرچ کیا کرتے تھے، سب لوگوں سے بے نیاز تھے، کسی سے لالچ نہیں رکھتے تھے.

حسن بن زیاد فرماتے ہیں: واللہ امام صاحب نے کسی کا انعام اور ہدیہ قبول نہیں کیا.

یوسف بن خالد سمتی نے فرمایا: ابوجعفر (منصور خلیفہ) نے امام صاحب کے پاس چند

مرتبہ میں تیس (۳۰) ہزار درہم انعام کے طور پر بھیجوایا، امام صاحبؒ نے فرمایا: امیر المؤمنین! میں بغداد میں پردیسی ہوں، ان کو رکھنے کی میرے پاس جگہ نہیں ہے، بیت المال میں رکھ دیجئے، منصور نے بات مان لی، ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا تو ان کے گھر سے لوگوں کی امانتیں نکلیں، تو ابوجعفر نے کہا: ابوحنیفہؒ نے ہم کو دھوکہ دیا.

خارجہ بن مصعب نے فرمایا: منصور نے امام صاحبؒ کو دس ہزار درہم کا انعام دیا، پھر امام صاحب کو اس پر قبضہ کرنے کیلئے بلایا گیا، امام اعظمؒ نے مجھ سے مشورہ کیا، اور فرمایا: اگر میں نہ لوں تو یہ آدمی ناراض ہوگا، اور اگر قبول کرلوں تو یہ میرے دین میں نقصان ڈالے گا جس کو میں ناپسند کروں گا، میں نے کہا یہ مال اس کی نگاہ میں بڑا ہے، جب آپ کو لینے کیلئے بلایا جائے تو کہہ دیجئے کہ میں اتنے زیادہ مال کی امیر المؤمنین سے امید نہیں رکھتا تھا، جب بلایا گیا تو امام صاحب نے یہ جملہ کہدیا، امیر المؤمنین تک یہ بات پہونچ گئی اس نے یہ انعام روک لیا، فرماتے ہیں: اس کے بعد امام صاحب میرے سوا کسی سے مشورہ نہیں کرتے تھے.

ابو مالک نے ایک واقعہ سنایا: امیر المؤمنین ابوجعفر اور اس کی آزاد بیوی کے درمیان اختلاف اور جھگڑا ہوگیا، اسلئے کہ خلیفہ کو اس کی طرف میلان نہیں تھا، اس نے مطالبہ کیا کہ انصاف کیجئے، خلیفہ نے کہا: تو میرے اور اپنی درمیان کس کے فیصلہ پر راضی ہے، اس نے کہا: ابوحنیفہؒ کے، خلیفہ راضی ہوگیا، اور امام صاحب کو بلایا، عورت پردہ کے پیچھے بیٹھ گئی، خلیفہ نے بات شروع کی کہ یہ حرہ مجھ سے جھگڑا کرتی ہے، امام صاحب نے فرمایا: بولئے آپ کیا فرماتے ہیں؟، پوچھا: ایک مرد کتنی عورتوں کو نکاح میں جمع کرسکتا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا: چار، اس نے پوچھا اور کتنی باندیاں رکھ سکتا ہے، امام صاحب نے فرمایا: جتنی چاہے، کوئی خاص عدد نہیں، اس نے کہا: کیا اس کے خلاف کہنا کسی کے لئے جائز ہے؟ امام نے فرمایا: نہیں، امیر المؤمنین نے کہا: اے عورت سنتی ہے؟ اس نے کہا: سن لیا، امام صاحبؒ نے فرمایا: امیر

المؤمنین! اللہ تعالی نے یہ سب کچھ اس کیلئے جائز رکھا ہے جو انصاف کر سکے، جو انصاف نہ کر سکے یا ڈرتا ہو کہ انصاف نہیں کر سکے گا اس کیلئے مناسب ہے کہ ایک سے زیادہ نہ کرے، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: **فان خفتم ألا تعدلوا فواحدة أو ما ملكت أيمانكم.** (نساء :۳) ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم اللہ تعالی کے بتائے ہوئے آداب سے متصف ہوں اور اس کی نصیحتوں پر عمل کریں، یہ سن کر خلیفہ خاموش ہوگئے اور امام صاحب اٹھ کر چلے آئے، جب گھر پہونچے تو اس عورت نے امام صاحب کیلئے ایک خادم بھیجا اور اسکے ساتھ پانچ تھیلیاں دس دس ہزار کی، یعنی پچاس (۵۰) ہزار درہم اور ایک خوبصورت باندی اور ایک مصری بہترین گدھا، اور غلام سے کہا کہ امام صاحب سے کہنا کہ میری آقانی آپ کو سلام کہتی ہے اور شکریہ ادا کرتی ہے کہ آپ نے اس موقعہ پر حق بات کہی، خادم یہ ہدیہ لیکر امام صاحب کے پاس آیا، امام صاحب نے فرمایا: اپنی آقانی کو میرا بھی سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ میں نے اپنے دین کی طرف سے مدافعت کی اور میں نے اس موقعہ پر جو کچھ کہا اللہ تعالی کیلئے کہا، اس سے مقصود کسی کا تقرب نہیں اور دنیا طلبی نہیں، یہ سب لے جاؤ اس کو واپس دیدو اور کہدو: اللہ تعالے تم کو اور تمہارے مال میں برکت دے، امام صاحب نے ہدیہ کی کسی چیز کی طرف نہ ہاتھ بڑھایا نہ آنکھ اٹھا کر دیکھا. (عقود الجمان باب نمبر ۱۸ ص ۲۹۷ تا ۲۹۹)

امام اعظمؒ کی ایسی خصوصیات جو اور کسی امام میں موجود نہیں

اللہ تعالے سب ائمہ سے راضی ہوں

شیخ صالحیؒ لکھتے ہیں: امام صاحبؒ کی گیارہ ایسی خصوصیات ہیں جن میں کوئی امام ان کا شریک نہیں:

(۱) ۔ وہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جب کہ بہت سے صحابہ دنیا میں موجود تھے، اسلئے مشہور صحیح حدیث: **خير الناس قرني** کا مصداق ہیں، اس زمانہ کے لوگ سب سے اچھے اور عادل تھے.

(۲) ۔ بعض صحابہ کو دیکھا، (اور بقول بعض) بعض صحابہ سے سنا بھی، اور حدیث میں آیا ہے: **لا يدخل النار مسلم رآني و لا من رای من رآني.** رواه الطبراني بسند حسن عن عقبة الجهنيؓ. وہ مسلمان جہنم میں نہیں جائیگا جس نے مجھ کو دیکھا اور وہ بھی جس نے میرے کسی صحابی کو دیکھا.

(۳)۔ امام صاحبؒ نے تابعین کے زمانہ میں اجتہاد کیا اور فتوی دیا.

(۴)۔ بڑے بڑے ائمہ نے ان سے حدیث روایت کی جیسے عمرو بن دینار وغیرہ.

صالحی نے حروف تہجی کی ترتیب سے آٹھ سو شاگردوں کے نام گنوائے.

(۵) ۔ چار ہزار تابعین سے امام صاحب نے استفادہ کیا ہے.

عیسی بن موسی نے خلیفہ منصور سے کہا کہ یہ ابوحنیفہ آج کے دنیا کے (سب سے بڑے) عالم ہیں، تو منصور نے آپ سے پوچھا: نعمان! آپ نے کس سے علم سیکھا؟ امام نے فرمایا: حضرت عمر، علی، ابن مسعود اور ابن عباس کے شاگردوں سے، اور ابن عباس کے وقت میں ان سے بڑا کوئی عالم روئے زمین پر نہیں تھا، منصور نے کہا: واہ واہ آپ نے اپنے لئے جیسا چاہا اعتماد حاصل کرلیا.

(۶) ۔ امام صاحب کو جیسے شاگرد ملے بعد میں آنے والے ائمہ کو ایسے شاگرد نہیں ملے.

ابن کرامہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن وکیع بن جراح کے پاس تھے، ایک شخص نے کہدیا کہ ابوحنیفہ نے غلطی کی، وکیع نے فرمایا: ابوحنیفہؒ کیسے غلطی کر سکتے ہیں جبکہ انکے پاس ابو یوسف، محمد، اور زفر جیسے قیاس واجتہاد کرنے والے لوگ موجود ہیں، اور یحی بن زکریا بن ابی زائدہ،

حفص بن غیاث، حبان بن علی اور مندل بن علی جیسے حدیث کو یاد رکھنے والے اور حدیث کی معرفت رکھنے والے لوگ موجود ہیں، قاسم بن معن جیسے لغت اور عربیت کے ماہر موجود ہیں، داود طائی، اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد اور متقی لوگ موجود ہیں، جس کے شاگرد اور احباب ایسے ہوں وہ غلطی نہیں کرے گا، اگر غلطی کرے گا تو اس کو حق کی طرف لوٹا دیں گے۔

پھر امام وکیع نے فرمایا: جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

(۷) ۔ امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم فقہ کو جمع کیا اور ابواب پر مرتّب کیا، ان کے بعد امام مالکؒ آئے اور مؤطا لکھی، امام ابوحنیفہؒ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا۔

امام ابوحنیفہؒ ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط تیار کی، ابوسلیمان جوز جانی کہتے ہیں کہ مجھ سے بصرہ کے قاضی احمد بن عبداللہ نے کہا کہ ہم لوگ کوفہ والوں سے زیادہ شروط کو جانتے ہیں، تو میں نے عرض کیا کہ علماء کیلئے انصاف کی بات کرنا مناسب ہے، امام ابوحنیفہؒ نے ہی اس کو جمع کیا، آپ لوگوں نے اس میں کمی زیادتی کی اور الفاظ خوبصورت بنائے، امام ابوحنیفہؒ سے پہلے کس نے یہ کام کیا؟ اگر آپ لوگوں کے پاس یا کوفہ والوں کے پاس شروط امام ابوحنیفہؒ سے پہلے کے ہیں تو لایئے، یہ سن کر خاموش ہوگئے پھر کہا: مان لینا جھگڑا لڑائی کرنے سے بہتر ہے۔

(۸) ۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ایسے شہروں میں مشہور ہوا جہاں دوسرے مذاہب نہیں ہیں جیسے ہندوستان، سندھ، روم، ماوراء النہر کے شہر اور اکثر عجمی شہر اور ان کے علاوہ۔

(۹) ۔ امام صاحب اپنی کمائی کھاتے تھے، اور اپنی کمائی میں سے علماء ومشائخ پر خرچ کرتے تھے، اور بادشاہوں اور امراء کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے۔

(۱۰) ۔ مظلومیت اور قید کی حالت میں انتقال فرمایا، ان کو زہر دیا گیا، سجدہ کی حالت میں

اللہ تعالے سے ملے۔

(۱۱) ۔ ان کی عبادت کی کثرت، زہد وتقوی وغیرہ مشہور ومتواتر ہے، اسی طرح حج، عمرہ کی کثرت بھی۔ (عقود الجمان ص ۱۷۹ تا ۱۸۵)

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں: بعض لوگ جنھوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مسند کو جمع کیا ہے یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب کی ترتیب پر جمع کیا، پھر انکے بعد امام مالکؒ آئے اور مؤطا کو ابواب پر مرتب کیا، کیونکہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں ابواب اور کتب نہیں جمع کئے، وہ اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے، جب امام ابوحنیفہؒ نے علم کو منتشر دیکھا اور ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا تو اسکو جمع کیا اور ابواب قائم کئے .....الی آخرہ (تبییض الصحیفہ ص ۱۲۹)

موفق مکیؒ نے بھی مناقب میں اس کو ذکر کیا ہے ۔ (ص ۳۹۳)

اس روایت میں علم شریعت کا لفظ ہے، فقہ کا نہیں، اس سے مراد علم حدیث ہے، امام ابو حنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہ کی طرح حدیث کو بھی مرتب کیا اور ابواب پر جمع کیا، امام صاحب کی ایسی تصنیف کتاب الآثار ہے جو ان کے شاگردوں اور راویوں کے نام سے مشہور ہے، کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ، کتاب الآثار امام محمدؒ وغیرہ، یہ تلامذہ ان سے اس کتاب کو روایت کرتے ہیں جیسے مؤطا امام مالک کو ان سے ان کے کئی تلامذہ نقل کرتے ہیں۔

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ (ابن ماجہ اور علم حدیث) میں لکھتے ہیں:

غرض کتاب الآثار قرآن پاک کے بعد کتب خانہ اسلام کی دوسری کتاب ہے جو ابواب پر مرتب ومدون ہوئی، اور اس میں صرف ان ہی احادیث وآثار نے جگہ پائی جن کی روایت ثقات اور اتقیاء امت میں برابر چلی آتی ہے، اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کے آخری افعال اور ہدایات کو مبنائے اول اور آثار وفتاوی صحابہ وتابعین کو مبنائے ثانی قرار دیا، کتاب الآثار کا

موضوع احادیثِ احکام یعنی سنن ہیں جن سے مسائل فقہ کا استنباط ہوتا ہے اور اسکا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اسکی مرویات اس عہد کی دیگر تصنیفات کی طرح اپنے ہی شہر اور اقلیم کی روایات میں محدود ومنحصر نہیں بلکہ اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرض کہ حجاز وعراق دونوں جگہ کا علم تحریر وتدوین میں یکجا موجود ہے۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۶۸)

حافظ ابن حجرؒ بھی کتاب الآثار کو امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف سمجھتے ہیں، تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الأربعۃ میں اس کے رجال کو ذکر کیا ہے، اور یہ عبارت لکھی ہے: **و الموجود من حديث أبى حنيفة مفردا انما هو كتاب الآثار التى رواها محمد بن الحسن.**

(تعجيل المنفعة ص ٥)

ایک غلط فہمی کا ازالہ : مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ (ابن ماجہ اور علم حدیث) میں لکھتے ہیں: کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی تصنیف موجود نہیں، اور آثار کو امام محمدؒ کی تصنیف سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں، کتاب الآثار امام صاحب کی تصنیف ہے، امام محمدؒ اس کے راوی ہیں، البتہ درمیان میں بہت سی باتوں کا اضافہ کردیا اسلئے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب مذکور کا صفحہ ۱۷۱)

(امام اعظمؒ کے وہ اصول جن پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی)

شیخ یوسف صالحیؒ لکھتے ہیں : حافظ یحیی بن ضریس فرماتے ہیں: میں سفیان ثوری کے پاس موجود تھا، ایک آدمی آئے جو علم وعبادت میں ایک مقام رکھتے تھے، سفیان ثوری سے فرمایا: آپ امام ابوحنیفہؒ پر کیوں ناراض ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ان کی کیا بات ہے؟ ان صاحب نے کہا: میں نے ان کو ایسی بات کہتے ہوئے سنا جس میں انصاف ہے، وہ کہتے ہیں

کہ میں اللہ تعالی کی کتاب لیتا ہوں، اگر اللہ تعالی کی کتاب میں نہیں پاتا تو آنحضرت ﷺ کی سنت کو لیتا ہوں، اگر اس میں نہیں پاتا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لیتا ہوں،، اور جس کے قول کو چاہتا ہوں چھوڑتا ہوں، لیکن ان سب کے اقوال کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کی طرف نہیں جاتا، لیکن جب بات (تابعین میں) ابراہیم نخعی، شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطا اور سعید بن مسیّب کی طرف آتی ہے تو میں بھی اجتہاد کرتا ہوں جیسے ان لوگوں نے اجتہاد کیا۔ یہ سن کر سفیان ثوری خاموش ہوگئے۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: امام صاحب کے سامنے جب کوئی مسئلہ آتا تو اگر اس میں صحیح حدیث ہوتی تو اس کا اتباع کرتے، صحابہ اور تابعین سے کوئی روایت ہوتی تو بھی ان کا اتباع کرتے ورنہ پھر قیاس کرتے اور خوب اچھا قیاس کرتے۔

ابوحمزہ سُکّری بھی امام صاحب سے اس طرح کی بات نقل کرتے ہیں کہ حدیث جب آنحضرت ﷺ سے ہوتی ہے تو میں اس سے ہٹتا نہیں، اسی کو لیتا ہوں، صحابۂ کرام سے روا تیں ہوتی ہیں تو ان میں سے انتخاب کرتا ہوں اور جب تابعین سے روایت آئے تو ان سے ہم مزاحمت کرتے ہیں، یعنی ان سے اختلاف کرسکتے ہیں۔

اسی طرح کی بات عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے نقل کی ہے۔

اسرائیل فرماتے ہیں کہ نعمان اچھے آدمی تھے، ایسی حدیثوں کو سب سے زیادہ تلاش کرتے جس میں فقہ اور مسائل ہوں اور ان کو خوب یاد کرتے، اسلئے خلفاء اور وزراء اور امراء نے ان کی عزت کی، ان سے جب کوئی مسئلہ میں مناظرہ کرتا تو اسکو اپنی فکر ہوجاتی (کہ میں کیسے ان کو جواب دوں)۔

مِسعر کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کو جو شخص اپنے اور اللہ تعالی کے درمیان واسطہ بنائیگا مجھے امید ہے کہ اس کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ اپنے ساتھ کوئی کوتاہی کرنیوالا نہیں ہوگا۔

نعیم بن عمر نے فرمایا: میں نے امام ابوحنیفہؒ کو سنا فرماتے تھے: تعجب ہے لوگوں پر کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتوی دیتا ہوں حالانکہ میں صرف اثر سے فتوی دیتا ہوں (یعنی مرفوع حدیث اور صحابہ وتابعین کے آثار سے).

حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا: ہماری یہ رائے (یعنی فقہ) بہترین ایسی رائے ہے جس پر ہم کو قدرت ہوئی، اگر کوئی ہم سے اچھا قول پیش کرے تو وہ ہم سے زیادہ درستگی سے قریب ہوگا.

یہ بھی فرمایا: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع صحابہ کے ہوتے ہوئے کسی کو اپنی رائے سے کچھ کہنے کا حق نہیں، ہاں جب صحابہ میں اختلاف ہو تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کس کا قول کتاب اللہ اور سنت کے زیادہ قریب ہے، پھر فیصلہ کرتے ہیں: ...... اور جب بات ان (تینوں) سے آگے بڑھ گئی تو جو شخص اختلاف اور قیاس کو جانتا ہو ایسے فقیہ کیلئے رائے سے اجتہاد کرنے کی گنجائش ہے، اور اسی پر فقہاء سلف تھے.

امام شعبی نے مسروقؒ سے نقل کیا کہ جو شخص معصیت اور گناہ کے کام کی نذر مانے اس میں کفارہ نہیں، امام ابوحنیفہؒ نے شعبی سے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ظہار میں کفارہ رکھا ہے جب کہ ظہار کو معصیت قرار دیا، فرمایا: **انهم يقولون منكرا من القول و زورا** . شعبی نے فرمایا: کیا تم قیاس کرتے ہو؟

امام مزنیؒ نے فرمایا: میں نے امام شافعیؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ قیاس میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں.

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ جو بھی کہتے ہیں دلیل سے کہتے ہیں کتاب اللہ سے یا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے.

حسن بن صالحؒ نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ ناسخ ومنسوخ کی تلاش میں بہت کوشش کرتے

تھے، جب ثبوت ہوجاتا تو اس پر عمل کرتے، کوفہ والوں کی حدیث کو جانتے تھے اور کوفہ کے لوگ جس مذہب پر ہوتے اس کا سختی سے اتباع کرتے، آنحضور ﷺ کا آخری فعل جس پر آپ کا وصال ہوا، جو کوفہ والوں تک پہونچا اس کو یاد رکھتے تھے.

حافظ معمر بن راشدؒ (امام بخاریؒ کے استاذ کے استاذ) نے فرمایا: میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ معرفت والا کسی کو نہیں جانتا جو فقہ میں کلام کرتا ہو اور اس کو گنجائش ہو کہ قیاس کرے اور فقہ کے مسائل کا استخراج کرے اور ان سے زیادہ اس سے ڈرنے والا کسی کو نہیں پایا کہ اللہ تعالی کے دین میں کوئی شک کی بات داخل کرے.

قاضی ابن شبرمہؒ نے فرمایا: اگر کسی کیلئے اللہ تعالی کے دین میں اپنی رائے سے بات کرنا جائز ہوتو وہ ابوحنیفہؒ ہیں.

ایک حکایت: زہیر بن معاویہ نے فرمایا: میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس تھا، ابیض بن اغر امام صاحب کے ساتھ ایک مسئلہ میں گفتگو کررہے تھے اور قیاس سے دلیل پیش کررہے تھے، مسجد کے گوشہ سے ایک آدمی نے چیخ کر کہا (میں سمجھتا ہوں وہ آدمی مدینہ منورہ کا تھا): یہ کیا قیاس آرائیاں ہیں؟ ان کو چھوڑو، سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس ہے، امام ابو حنیفہؒ اس کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا: جناب! آپ نے بات کو اس کی جگہ کے سوا (غلط جگہ) رکھا، ابلیس نے تو اللہ تعالی کے حکم کو رد کیا (اس کے مقابلہ میں قیاس کیا)، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **و اذ قلنا للملئكة اسجدوا لآدمَ فسجدُوا الا ابليس كان من الجن ففسق عن أمر ربه.** (کهف: ۵۰)، اور اللہ تعالی نے فرمایا: **فسجد الملئكة كلهم أجمعون الا ابليس، أبى أن يكون مع السٰجدين.** (حجر: ۲۱)، اور اللہ تعالی نے فرمایا: **الا ابليس أبى و استكبر و كان من الكافرين.** (بقره: ۳۴)، اور فرمایا: **أ أسجد لمن خلقت طينا.** (اسراء: ۶۱) ان آیات سے معلوم ہوا کہ ابلیس

نے اللہ تعالی کے حکم کو رد کیا اور تکبر کیا اور جو بھی اللہ تعالی کے حکم کو ٹھکرائے وہ کافر ہے، اور ہم جو قیاس کررہے ہیں اس میں اللہ تعالی کے حکم کا اتباع کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم اس کو اللہ تعالی کی کتاب یا نبی ﷺ کی سنت یا ان کے صحابہ اور تابعین کے اقوال کی طرف لوٹاتے ہیں، ہمارا اجتہاد اس مقصد سے ہے، اس میں اللہ تعالی کے حکم کی پیروی کررہے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے : **یأیہا الذین آمنوا أطیعوا اللّٰہ و أطیعوا الرَّسولَ و اولی الأمر منکم ، فان تنازَعتم فی شیءٍ فرُدُّوہ الی اللّٰہ و الرَّسولِ اِن کنتُم تُؤمِنون باللّٰہ و الیومِ الآخِر.** (نساء : ۵۹) ہم اتباع کے گرد گھوم رہے ہیں، ہم اللہ تعالی کے حکم کا اتباع کر رہے ہیں اور ابلیس نے قیاس کر کے اللہ تعالی کے حکم کی خلاف ورزی کی، دونوں برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟، اس آدمی نے کہا: میں نے توبہ کی اے ابوحنیفہ!، مجھ سے غلطی ہوئی، اللہ تعالی آپ کے دل کو منور کرے جیسے آپ نے میرے دل کو منور کیا.

امام صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا : ہم جو کہہ رہے ہیں یہ ہماری رائے اور فیصلہ ہے ہم اس پر کسی کو مجبور نہیں کرتے، اور یہ نہیں کہتے کہ سب کو ہماری بات ماننا ضروری ہے، اگر کسی کے پاس اس سے اچھی بات ہو تو لائے ہم اس کو قبول کریں گے.

ابو محمد بن حزم نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ کے تمام اصحاب اس پر متفق ہیں کہ امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک قیاس اور رائے سے بہتر ہے.

(ابن حزم کی کتاب ملخص ابطال القیاس ص ۶۸ اور الاحکام فی اصول الأحکام ۷/۵۴)

(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث ۹۶ اور عقود الجمان ص۱۷۲ تا ص ۱۷۷)

موفق مکیؒ لکھتے ہیں: امام زفرؒ فرماتے ہیں: مخالفین کی بات مت سنو، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں نے کسی مسئلہ میں گفتگو کی تو کتاب وسنت اور صحیح اقوال کی روشنی میں، اس کے بعد ان پر قیاس کیا. (مناقب موفق ص ۷۵)

یحی بن آدم جو عراق میں بڑے فقہاء محدثین میں سے تھے اور ابوبکر بن عیاش کے بعد اہل کوفہ کی حدیثوں کے سب سے بڑے عالم تھے، وہ فرماتے ہیں کہ جیسے قرآن میں ناسخ منسوخ ہے اسی طرح حدیثوں میں ناسخ ومنسوخ ہیں، نعمان نے اپنے شہر کی ساری حدیثوں کو جمع کرلیا ہے اور آپ ﷺ کے آخری فعل کو جس پر آپ کا وصال ہوا محفوظ کرلیا ہے، اسلئے فقیہ ہوگئے ہیں.

بعض اعتراض کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے قیاس سے کہا اور اثر کو چھوڑا، یہ بہتان ہے اور الزام ہے، ان کی اور ان کے اصحاب کی کتابیں ایسے مسائل سے بھری ہوئی ہیں جن میں انھوں نے قیاس کو چھوڑا اور حدیث پر عمل کیا، جیسے نماز میں (زور سے) ہنسنے سے وضوء کا ٹوٹنا، حدَث پیش آنے کے بعد نماز پر بناء کرنا، لیٹ کر سونے سے وضوء کا ٹوٹنا، بھول کر کھا پی لینے سے روزہ کا باقی رہنا، اس طرح کے بہت سے مسائل ہیں.

امام ابوحنیفہ پہلے فرماتے تھے کہ ہاتھ کی دیت انگلیوں کے منافع پر تقسیم ہوگی اور انگوٹھے کی دیت دوسری انگلیوں سے زیادہ ہوگی، خنصر (چھوٹی انگلی) میں انگوٹھے سے کم تاوان آئیگا، پھر آنحضرت ﷺ کی حدیث ملی کہ خنصر اور ابہام یعنی چھوٹی انگلی اور انگوٹھا برابر ہے تو اپنی رائے چھوڑدی اور حدیث پر عمل کیا. (مناقب موفق ص۸۳) مرفوع حدیث نہ ملنے کی صورت میں صحابۂ کرام کے اقوال پر عمل کرنا پہلی روایتوں سے معلوم ہوچکا ہے، امام صاحب کے یہاں صحابہ کے اقوال حجت ہیں.

صحابہؓ کے اقوال بھی قیاس پر مقدم ہیں

حنفیہ کے یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی قیاس پر مقدم ہیں :

فخر الاسلام بزدویؒ نے فرمایا: صحابہؓ کے اقوال قیاس پر مقدم ہیں، خواہ وہ قیاس کے مطابق

ہوں یا نہ ہوں. (قواعد فی علوم الحدیث نقلاعن نور الانوار ص ۲۸۹)

مقدمہ اعلاء السنن میں قفوالاثر سے نقل کیا ہے کہ جس صحابی نے پرانی کتابوں (اور اہل کتاب) سے استفادہ نہیں کیا ہے اور اس کی بات میں اجتہاد کو دخل نہ ہو اور اس کو لغت کے بیان اور غریب کی شرح سے بھی تعلق نہ ہو تو وہ مرفوع حدیث کے درجہ میں ہے، جیسے بدء الخلق اور انبیاء کرام کے حالات، ملاحم، فتن، اور قیامت کے دن کے حالات، مخصوص ثواب یا عقاب کے مضمون کی حدیثیں، یا وہ یہ کہیں کہ ہم کو اس کا حکم دیا گیا یا اس سے روکا گیا، اُمرنا بكذا و نُهينا عن كذا، یہ سب مرفوع کے حکم میں ہیں. (قفو الاثر لابن الحنبلی ص ۲۳، قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۲۸)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کا حجت ہونا امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے، یہی متقدمین حنفیہ کا بھی قول ہے اور جمہور متاخرین حنفیہ کا بھی، اس کیلئے دیکھئے. **(دراسات فی اصول الحدیث علی منهج الحنفیه ص ٤٥١ للشیخ عبد المجید الترکمانی)**

امام اعظمؒ ابوحنیفہ کی دیگر اور تصنیفات

علامہ محمد زاہد کوثریؒ بلوغ الامانی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :

امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں میں: (۱)۔"کتاب الرای" ہے، اس کو ابن ابی العوام نے ذکر کیا، اور (۲)۔"کتاب اختلاف الصحابہ" ہے، اس کو ابو عاصم عامری اور مسعود بن شیبہ نے ذکر کیا، اور (۳)۔کتاب الجامع ہے، اس کو عباس بن مصعب نے مرو کی تاریخ میں ذکر کیا ہے، اور (۴)۔کتاب السِیَر، (۵)۔کتاب الاوسط، (۶)۔الفقہ الاکبر، (۷)۔الفقہ الابسط، (۸)۔کتاب العالم والمتعلم، (۹)۔کتاب الرد علی القدریہ، (۱۰)۔عثمان بتی کے نام ایک

خط ہے ارجاء سے متعلق، اور کئی وصیتیں ہیں جو اپنے شاگردوں کو کیں، یہ کتابیں مشہور ہیں.
(بلوغ الامانی کا حاشیہ ۱۶۲)

علامہ بیاضی کمال الدین احمدؒ نے (گیارہویں صدی ہجری میں) اہل سنت والجماعۃ کے عقائد میں ایک کتاب تیار کی اس کا نام رکھا (**الاصول المنيفة للامام أبي حنيفة**)، اس کو امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے اخذ کیا، پھر اس کی شرح کی جس کا نام (اشارات المرام فی عبارات الامام) ہے، لکھتے ہیں : **جمعتها من نصوص كتبه التي أملاها على أصحابه من الفقه الأكبر، الرسالة، الفقه الابسط، كتاب العالم، الوصية برواية الامام حماد بن أبي حنيفة و أبي يوسف الأنصارى، و أبي مطيع الحكم بن عبد الله البلخي و أبي مقاتل حفص بن سلم السمرقندى).**

میں نے یہ کتاب امام ابوحنیفہؒ کی ان کتابوں کی عبارتوں سے جمع کی ہے جو امام نے اپنے شاگردوں کو لکھوائیں، جیسے فقہ اکبر، رسالہ، فقہ ابسط، کتاب العالم، وصیت، امام حماد بن ابی حنیفہ کی روایت سے اور امام ابو یوسف، ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی اور ابو مقاتل حفص بن سلم سمرقندی کی روایت سے، اور ان سے کئی ائمہ نے نقل کیا، مثلا اسماعیل بن حماد، محمد بن مقاتل رازی، محمد بن سماعہ تمیمی، نصیر بن یحیٰ بلخی، شداد بن حکیم بلخی وغیرہ.

پھر بیاضی نے ذکر کیا کہ بہت سے فقہاء اور علماء نے امام صاحب کی ان کتابوں کی باتیں اپنی کتابوں میں ذکر کیں. (اشارات المرام ص ۲۲)

معتزلہ نے صرف انکار کیا اور کہا کہ یہ کتابیں محمد بن یوسف بخاری کی ہیں جو ابوحنیفہ سے مشہور تھے، یہ انھوں نے اسلئے کیا کہ ان کتابوں سے ان کے عقائد کی تردید ہوتی ہے، اور وہ دعوی کرتے ہیں کہ امام اعظمؒ انہی میں سے ہیں جیسا کہ مناقب کردریہ میں ہے.

ان کتابوں کو امام ابو منصور ماتریدی محمد بن محمد بن محمود نے دو اماموں سے نقل کیا: ایک

امام ابوبکر اسحاق جوزجانی سے دوسرے ابونصر احمد بن عیاض سے، یہ ابوسلیمان موسی جوزجانی سے اور یہ دونوں صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد سے نقل کرتے ہیں .

(اشارات المرام ص ۲۳)

ماتریدی نے ان کتابوں کو دو اماموں سے نقل کیا ایک نُصیر بن یحی دوسرے محمد بن مقاتل رازی، انھوں نے ابو مطیع حکم بن عبد اللہ اور ابو مقاتل حفص بن سلم سمرقندی سے اور انھوں نے امام اعظمؒ سے .

اور امام ماتریدی نے ان اصولوں کو اپنی کتابوں میں قطعی دلائل سے ثابت کیا اور انکی تفریعات ذکر کیں .

ماتریدی امام اشعری کے متبعین میں سے نہیں ہیں، کیونکہ انھونے ہی سب سے پہلے اہل سنت کے مذہب کو ظاہر کیا جیسا کہ گمان کیا گیا. (اشارات المرام ص ۲۳)

علامہ کوثریؒ اشارات کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

عقیدہ میں امام ابوحنیفہؒ سے جو کتابیں توارث کے طور پر منقول ہیں ان میں ایک فقہ اکبر ہے، اسکو علی بن احمد فارسی، نُصیر بن یحی سے نقل کرتے ہیں، وہ ابو مقاتل سے، وہ عصام بن یوسف سے، وہ حماد بن ابی حنیفہؒ، وہ امام اعظم سے، پوری سند مدینہ منورہ کے شیخ الاسلام کے کتب خانہ میں مجموعہ نمبر (۲۲۶) کے اندر موجود ہے .

اور کتاب الفقہ الابسط، ابوزکریا یحی بن مطرّف کی روایت ہے، وہ اس کو نُصیر بن یحی سے روایت کرتے ہیں، وہ ابو مطیع سے، وہ امام ابوحنیفہؒ سے، پوری سند دار الکتب المصریہ میں مجموعہ (۶۴ م اور ۲۱۵ م) کے اندر موجود ہے .

العالم و المتعلم، ابو الفضل احمد بن علی بیکندی کی روایت ہے، وہ اس کو حاتم بن عقیل سے، وہ فتح بن ابی علوان اور محمد بن یزید سے، یہ دونوں حسن بن صالح سے، وہ ابو مقاتل

حفص بن سلم سمرقندی سے، وہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں.

ابو منصور ماتریدیؒ اسکو ابوبکر احمد بن اسحاق جوزجانی سے نقل کرتے ہیں وہ محمد بن مقاتل رازی سے، وہ ابو مقاتل سے، وہ امام اعظم سے، پوری سند موفق کی مناقب اور تانیب الخطیب میں ہے .

امام ابوحنیفہؒ کا جو خط (عثمان بتی) کی طرف ہے اس کو نُصیر بن یحی نے محمد بن سماعہ سے روایت کیا، انھوں نے امام ابو یوسفؒ سے انھوں نے امام صاحبؒ سے .

اسی سند سے وصیت کی بھی روایت ہے، پوری سند دار الکتب المصریہ کے نسخوں میں ہے. (مقدمۂ اشارات ص۶)

مولی احمد بن مصطفی طاش کبری زادہ م۹۶۴ھ نے اپنی کتاب مفتاح السعادۃ میں لکھا :

امام ابوحنیفہؒ نے علم کلام میں یہ کتابیں لکھیں: کتاب الفقہ الاکبر، کتاب العالم والمتعلم، ان میں علم کلام کی اکثر بحثوں کی تصریح کی ہے، اور یہ جو کہا گیا کہ یہ کتابیں انکی نہیں ہیں بلکہ ابوحنیفہ بخاری کی ہیں یہ معتزلہ کا پروپگنڈا ہے، اسلئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ انکے مذہب پر ہیں.

علامہ حافظ الدین بزازی نے اپنی کتاب میں جو امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ہے لکھا ہے: کہ میں نے ان دونوں کتابوں کو علامہ مولانا شمس الدین کردری براتقینی عمادی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی دیکھا ہے، اس میں لکھا ہے کہ یہ دونوں کتابیں ابوحنیفہؒ کی ہیں، اس پر مشائخ کی بڑی جماعت متفق ہے جیسے فخر الاسلام بزدوی، ان دونوں کو اپنے اصول میں ذکر کیا ہے، اور شیخ عبد العزیز بخاری، انھوں نے فخر الاسلام کے اصول کی شرح میں ذکر کیا ہے. (مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ ۱۴۱/۲)

امام حافظ الدین بن محمد کردری م۸۲۷ھ کی مناقب ابی حنیفہ میں یہ عبارت ص۱۲۲ پر ہے.

حدائق الحنفیہ میں مولانا محمد جہلمیؒ نے بھی ان لوگوں کی تردید کی ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی

تصنیف کی نفی کرتے ہیں اور لکھا ہے کہ ان کا نکار پایۂ اعتبار سے بالکل عاری ہے، اہل سنت و الجماعت میں سے کوئی ان کی تالیف سے منکر نہیں ہوا، صرف بعض معتزلہ نے انکار کیا، سو انکا انکار قابل اعتبار نہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص ۹۸)

پھر سند دیکھنے کیلئے بہت سی کتابوں کے حوالے دیئے کہ ان کے فلاں باب میں سند دیکھئے۔

(فقہ اکبر پر علماء کی رائیں)

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حالات زندگی میں اس موضوع پر اچھی بحث کی ہے: لکھا ہے کہ ابوزہرہ مصریؒ اور علامہ شبلی نعمانیؒ نے فقہ اکبر پر اپنے شکوک و شبہات پیش کئے ہیں، ان کے شبہات صحیح ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقہ اکبر کے نام سے دو کتابیں ہیں: ایک امام اعظمؒ کی کتاب جس کو ابومطیع بلخی روایت کرتے ہیں اسکو ہم فقہ اکبر مرویہ کہتے ہیں، اس کا طرز یہ ہے کہ مسائل کو حدثنا سے بیان کرتے ہیں، پھر اس کی سند بھی اپنے نسخہ سے بیان کی۔ (ص ۶۳)

دوسری کتاب اسی نام سے محمد بن یوسف بخاریؒ کی ہے، یہ اپنے وقت میں ابوحنیفہؒ سے مشہور تھے، انکی کتاب کا طرز مابعد کے زمانہ کا ہے، اس میں بہت سے مسائل اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں اور امام اعظمؒ کی باتیں بھی قال الامام قدوۃ الأنام الکوفی لکھ کر ذکر کرتے ہیں، ملاعلی قاریؒ نے اسی فقہ اکبر کی شرح کی ہے، اس فقہ اکبر کو ہم فقہ اکبر مشہور سے یاد کرتے ہیں۔

مولانا حکیم عزیز الرحمٰن مئوی اعظمیؒ نے بھی مآثر امام اعظم میں فقہ اکبر پر کہیں کہیں گفتگو کی ہے، ایک جگہ لکھا ہے کہ قاضی اطہر مبارکپوریؒ نے اس پر ایک مقالہ لکھا ہے جو رسالہ دار العلوم میں چھپا، اس میں فقہ اکبر کو امام صاحب کی تالیف میں سے بتایا گیا ہے، لیکن بعد کے اکثر مصنفین نے اسکو امام صاحب کے امالی میں شمار کیا ہے۔ (مآثر امام اعظمؒ ص ۴۰۱)

امام اعظمؒ کے زمانہ میں سیاسی حالات

امام صاحبؒ کی ولادت ۸۰ھ یا ۷۰ھ یا ۶۱ھ میں ہوئی کما مر، اسّی (۸۰) کا قول مشہور ہے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ۷۳ھ میں شہید کئے گئے، اس وقت سے عبدالملک بن مروان کی خلافت صحیح ہوگئی اور اس کی حکومت مضبوط اور متفق علیہ ہوگئی، اسی سال حجاج نے بیت اللہ گرا کر پھر سے اس طریقہ پر بنایا جیسا کہ آج ہے، اور ابن عمر کو زہر آلود برچھ لگایا گیا جس سے ان کا انتقال ہوا۔

عبداللہ بن زبیر ۶۴ھ میں معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد پورے عالم اسلام کے خلیفہ ہوگئے تھے، ۷۳ھ میں شہید ہوئے، ان کی خلافت حجاز، یمن، عراق، خراسان تک پہونچ گئی تھی، شام و مصر بھی معاویہ بن یزید کے بعد ان کی حکومت میں آگئے تھے، معاویہ بن یزید صرف دو تین مہینہ خلیفہ رہے۔

۷۳ھ سے ۸۶ھ تک عبدالملک بن مروان رہے، شوال ۸۶ھ سے ولید بن عبد الملک خلیفہ ہوئے، ۹۶ھ تک رہے، اس کے بعد ان کے بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوئے ۹۹ھ تک رہے، بنوامیہ کے اچھے خلفاء میں سے تھے، صفر ۹۹ھ میں عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے، رجب ۱۰۱ھ میں انتقال ہوا، ۳۹ سال کی عمر میں انتقال ہوا، ان کی وفات زہر کھلانے سے ہوئی، بنوامیہ نے یہ منصوبہ بنایا، کیونکہ بنوامیہ سے غصب کیا ہوا مال و جائداد واپس لیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطیؒ ص ۱۹۷)

۱۰۱ھ میں یزید بن عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوئے، ۱۰۵ھ تک رہے، پھر ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوئے، ۱۲۵ھ تک رہے، بیس سال کے قریب، ربیع الاول ۱۲۵ھ سے ولید

بن یزید بن عبدالملک آیا، فاسق، شرابی تھا، جمادی الاخری ۱۲۶ھ میں قتل کردیا گیا، یزید ناقص نے اس کو قتل کیا، پھر یزید بن ولید بن عبدالملک جس کو یزید ناقص کہتے تھے خلیفہ ہوا، صرف ۶ ماہ خلیفہ رہا، ذوالحجہ ۱۲۶ھ میں انتقال ہوا، اس نے لشکر کا وظیفہ کم کردیا تھا اور اپنے بھتیجے ولید بن یزید کو قتل کیا تھا اسلئے اس کو ناقص کہتے تھے۔

پھر ابراہیم بن ولید بن عبدالملک، یزید ناقص کا بھائی خلیفہ ہوا، صفر ۱۲۷ھ میں خلافت چھوڑ دی، صرف ۷۰ دن خلیفہ رہا، مروان بن محمد نے اس سے خلافت لے لی، اس کو مروان حمار کہتے ہیں، مروان حمار ابوعبدالملک بن محمد بن مروان بن الحکم صفر ۱۲۷ھ میں خلیفہ ہوا، یہ بنو امیہ کا آخری خلیفہ تھا، اس نے یزید ناقص کو قبر میں سے نکال کر سولی پر لٹکایا اسلئے کہ اس نے ولید کو قتل کیا تھا۔

مروان کے خلاف خروج ہوا، ۱۳۲ھ میں بنوعباس نے سفاح کے چچا عبداللہ بن علی کی قیادت میں اس سے موصل میں لڑائی لڑی، مروان شکست کھا کر شام آگیا، عبداللہ بن علی 'سفاح کے چچا نے اس کا پیچھا کیا، شام سے مصر بھاگا، عبداللہ کے بھائی صالح نے اس کا تعاقب کیا، بوصیر میں لڑائی ہوئی اور وہاں مروان ذوالحجہ میں قتل ہوا، اس کا سر کاٹ کر عبداللہ بن علی کے پاس بھیج دیا گیا، ایک بلی آئی اس نے اسکی زبان کو نکالا اور چبانے لگی،، عبداللہ بن علی نے کہا: اگر زمانہ ہمیں کوئی اور چیز نہ دیکھاتا اس کے سوا کہ مروان کی زبان بلی کے منہ میں ہے تو یہی کافی تھا۔

(ابوالعباس سفاّح، بنوعباس کا پہلا خلیفہ)

ابوالعباس سفاح عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے مروان حمار کے قتل کے بعد کوفہ میں ۱۳۲ھ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا اور جمعہ کے خطبہ میں اپنے خاندان کے

استحقاق کا تذکرہ کیا اور کہا: میں سفاح مبیح اور ثائر مبیر ہوں (خون بہانے والا، بدلہ لینے والا)، ذوالحجہ ۱۳۶ھ میں چیچک میں انتقال ہوا، اس نے اپنے بھائی ابوجعفر کیلئے وصیت کی تھی، اور ۱۳۴ھ میں اس نے انبار کو دارالسلطنت بنایا تھا۔

مورخین کہتے ہیں کہ بنوعباس کے زمانہ میں اسلام کا کلمہ منتشر ہوگیا، عربوں کا نام دیوان سے نکل گیا، ترک دیوان میں آگئے، دیلم پھر اتراک غالب آگئے اور ان کا غلبہ ہوگیا اور زمین کی حکومتیں کئی حصوں میں تقسیم ہوگئیں، ہر طرف کوئی غالب آکر لوگوں پر قبضہ کر رہا ہے اور ظلم کر رہا ہے۔

سفاح کے آنے اور مروان حمار کے قتل کے بعد بنوامیہ اور ان کے لشکر کے بے شمار لوگ قتل کئے گئے۔

سفاح بہت سخی تھا، مال خوب تقسیم کرتا تھا اور خون بہانے میں بھی بہت تیز تھا۔

(منصور ابوجعفر عبداللہ)

منصور ۱۳۷ھ میں خلیفہ ہوا، ان کے بھائی سفاح نے ان کو ولی عہد بنایا تھا، سب سے پہلے انھوں نے ابومسلم خراسانی کو قتل کروایا، جنھوں نے بنوعباس کی حکومت قائم کرنے کیلئے کوشش کی تھی۔

۱۴۰ھ میں بغداد شہر کو بنایا، علامہ ذہبیؒ نے فرمایا ۱۴۳ھ میں علماء اسلام نے حدیث، فقہ اور تفسیر کی تدوین شروع کی، علم کی تدوین وتبویب خوب ہوئی، عربیت، لغت، تاریخ پر کتابیں لکھی گئیں، اس سے پہلے ائمہ اپنے حافظہ سے گفتگو کرتے تھے یا غیر مرتب صحیح کتابوں سے علم کی روایت کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۱۰)

منصور نے بہت سے لوگوں کو قتل کروایا، ۱۴۵ھ میں عبداللہ بن حسن کے دو بیٹوں محمد اور

ابراہیم نے جو حضرت علیؓ کے خاندان کے تھے منصور سے بغاوت کی، منصور ان دونوں کو پا گیا اور قتل کروادیا، اہل بیت کے بہت سے لوگوں کو بھی، عباسی اور علوی دونوں ایک تھے، منصور نے سب سے پہلے ان دونوں میں فتنہ پیدا کیا، اور جن علماء نے محمد کی تائید وحمایت کی ان کو قتل کیا یا مار پیٹ کے ذریعہ ستایا، اسی نے امام ابوحنیفہؒ کو قضاء قبول کرنے پر جبر کیا، نہ قبول کرنے پر جیل میں ڈالا، چند دنوں کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ زہر دیکر مار ڈالا، کیونکہ امام صاحبؒ نے اس کے خلاف خروج کا فتوی دیا تھا، امام مالکؒ نے بھی فتوی دیا تھا ان سے کہا گیا کہ ہماری گردن میں منصور کی بیعت ہے، فرمایا: تم زبردستی بیعت ہوئے، مکرَہ پر قسم نہیں ہے.

۱۴۷ھ میں منصور نے اپنے چچا عیسی بن موسی کو ولایت عہد سے معزول کر دیا، حالانکہ سفاح نے منصور کے بعد ان کو ولی عہد بنایا تھا، اور انھوں نے ہی محمد اور ابراہیم دونوں بھائیوں سے لڑائی کی تھی، جس کی وجہ سے یہ ان کو قتل کرواسکا، اس کا بدلہ یہ دیا کہ ان کو ہٹادیا اور اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنادیا.

۱۴۸ھ تک تمام ممالک منصور کے تابع ہوگئے، لوگوں کے دلوں میں اسکی ہیبت بیٹھ گئی، تمام شہر تابع فرمان ہوگئے، صرف اندلس اس کے اقتدار سے باہر رہا.

۱۳۸ھ میں عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان اموی اندلس پہونچا اور وہاں اپنی حکومت قائم کرلی اور اسکی اولاد چوتھی ہجری کے بعد تک وہاں حکومت کرتی رہی، صاحب علم اور انصاف پسند تھا، اس کو امیر المؤمنین نہیں کہا گیا بلکہ صرف امیر کہا گیا.

۱۴۶ھ میں بغداد کی تعمیر سے فراغت ہوئی، ۱۵۰ھ میں امیر استاذ سیس اطاعت سے نکل گیا، اس کے ساتھ خراسانی لشکر تھا، خراسان کے اکثر شہروں پر قابض ہوگیا، لشکر کی تعداد تین لاکھ تھی، اجشم مروزی نے اس سے مقابلہ کیا، مارا گیا اور اس کے لشکر کو شکست ہوئی، پھر

خازم بن خزیمہ نے بڑے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا، سخت لڑائی ہوئی، کہتے ہیں کہ اس میں ستر (۷۰) ہزار لوگ قتل ہوئے، استاذ سیس بھاگا، ایک پہاڑ پر پناہ لی، محاصرہ کے بعد اس نے اپنے کو حوالہ کردیا، اسکو قید کردیا گیا اور اس کے لشکر کو آزاد کردیا گیا، ان کی تعداد تیس ہزار تھی، لڑائی میں جو گرفتار ہوئے تھے ان کو قتل کردیا گیا جو چودہ ہزار تھے.

۱۵۱ھ میں رصافہ کی تعمیر کروائی، ۱۵۸ھ میں منصور نے نائب مکہ کو حکم دیا کہ سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو گرفتار کیا جائے، دونوں پکڑ لئے گئے، ڈر تھا کہ منصور حج کو آئے گا تو قتل کروا دے گا، لیکن مکہ مکرمہ نہیں پہونچ سکا، راستہ میں موت ہوگئی، حجون اور بئر میمون کے درمیان دفن ہوا، یہ دونوں بچ گئے، یہاں تک منصور کا دور ختم ہوا.

(یہ سارا مضمون تاریخ الخلفاء للسیوطیؒ سے لیا گیا ہے ص ۱۶۸ تا ۲۱۱)

امام ابوحنیفہؒ کا دور سامنے آیا، شروع سے آخر تک حکومتوں کا کیا حال تھا، عمر بن عبد العزیزؒ کا دور جن کی حکومت ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک رہی، بہت اچھا دور تھا، ان سے قبل سلیمان بن عبدالملک کا دور بھی اچھا تھا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور میں اپنے عمال کو خط لکھا تھا کہ آپ لوگوں کے علاقہ میں جو حدیثیں ہیں ان کو جمع کریں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں علم ضائع نہ ہوجائے.

امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم (جو مدینہ منورہ میں انکے عامل تھے) کو خط لکھا کہ دیکھو آنحضورﷺ کی جو حدیثیں ہیں ان کو لکھ لو، مجھے ڈر ہے کہ علم مٹ جائے اور علماء چلے جائیں. (بخاری ۱/۲۰)

چنانچہ سب سے پہلے امام زہریؒ نے عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے پہلی صدی کے آخر میں حدیث جمع کی. (فتح الباری ۲/۱۰۸)، ابوبکر بن محمد بن حزم نے بھی جمع کی. (مقدمہ لامع ص ۲۲)، پھر ربیع بن صبیح م ۱۶۱ھ، سعید بن ابی عروبہ م ۱۵۲ھ، ابن جریج م ۱۵۰ھ،

موسی بن عقبہ م ۱۴۱ھ، محمد بن اسحاق م ۱۵۱ھ وغیرہم نے کتابیں جمع کیں. (مقدمہ نصرۃ الحدیث ص ۱۸ وھدی الساری ص ۴)

سعد بن ابراہیم فرماتے ہیں: ہم نے عمر بن عبدالعزیز کا حکم پاکر دفتر کے دفتر تیار کئے، انھوں نے اپنی حکومت کے ہر علاقہ میں ایک دفتر بھیجا. (جامع بیان العلم وفضلہ ۷۶/۱)

اسی زمانہ میں امام ابوحنیفہؒ نے اپنی کتاب (کتاب الآثار) ابواب فقہیہ پر جمع کی اور فقہ کو بھی جمع کیا اور حدیث وفقہ میں ان کو شہرت حاصل ہوئی.

امام صاحبؒ کے ساتھ ابن ھبیرہ کا معاملہ

مروان بن محمد حمار جو بنوامیہ کا آخری بادشاہ تھا ۱۲۷ھ سے ۱۳۰ھ تک رہا اس کا نائب کوفہ اور بصرہ پر یزید بن عمر بن ھبیرہ تھا .

ربیع بن عاصم کہتے ہیں کہ یزید بن عمر نے مجھ کو بھیجا کہ ابوحنیفہؒ کو بلاؤ، میں امام صاحبؒ کو لے گیا تو اس نے امام صاحب کو بیت المال کا ذمہ دار بنانا چاہا، امام صاحبؒ نے انکار کیا تو اس نے کوڑے لگائے. (عقود الجمان ص ۳۱۱ باب ۲۱)

ابوحفص کبیر وغیرہ کی روایت ہے کہ ابن ہبیرہ بنوامیہ کے زمانہ میں عراق کا والی تھا، عراق میں فتنہ رونما ہوا، تو ابن ہبیرہ نے اپنے یہاں عراق کے فقہاء کو جمع کیا، ان میں محمد بن ابی لیلی، قاضی ابن شبرمہ، داود بن ابی ہند وغیرہ تھے، ہر ایک کو کچھ کام دیئے، امام ابوحنیفہؒ کو بلایا کہ ان سب کے بڑے آپ ہوں گے، کوئی تحریر صادر نہیں ہوگی مگر آپ کی اجازت سے اور بیت المال سے پیسہ نہیں نکلے گا مگر آپ کے دستخط سے، امام صاحبؒ نے انکار کیا، ابن ہبیرہ نے قسم کھالی کہ اگر آپ قبول نہیں کریں گے تو میں آپ کی پٹائی کروں گا، ان فقہاء کی جماعت

نے امام صاحب سے کہا: ہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ آپ اپنے کو ہلاک نہ کریں، ہم سب آپ کے بھائی ہیں، ہم سب اس کام کو ناپسند کرتے ہیں، مجبوراً اختیار کئے ہوئے ہیں، پھر بھی امام نے انکار کیا اور فرمایا: اگر یہ کہے کہ میں مسجد کے دروازے اس کیلئے شمار کروں تو یہ بھی نہیں کروں گا، تو بھلا یہ کیسے کرسکتا ہوں کہ یہ فیصلہ کرے کہ فلاں مسلمان کی گردن اڑادی جائے اور مجھ سے کہے کہ اس پر دستخط کرو، واللہ میں ایسا کام کبھی نہیں کرسکتا.

پولیس نے امام صاحب کو دو ہفتے قید کر رکھا، مارا نہیں، پھر چودہ (۱۴) دن کوڑے لگائے،

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ کئی دن تک مارا، پھر مارنے والا ابن ہبیرہ کے پاس آیا اور کہا کہ یہ مرجائیں گے، اس نے کہا ان سے کہو کہ مجھے قسم سے نکالیں، اس نے امام صاحب سے اس کا مطالبہ کیا، تو امام صاحبؒ نے فرمایا: اگر مجھ سے کہے کہ مسجد کے دروازے شمار کردو تو یہ بھی نہیں کروں گا، مجھے چھوڑ دو، میں اپنے دوستوں سے مشورہ کروں گا، ابن ہبیرہ نے اس کو غنیمت جانا اور چھوڑنے کا حکم دیدیا، امام صاحب مکہ مکرمہ چلے گئے، یہ ۱۳۰ھ کا قصہ ہے اور مکہ مکرمہ میں رہے، یہاں تک کہ بنوعباس کو حکومت مل گئی اور امام صاحب کوفہ ابو جعفر منصور کے زمانہ میں آئے، اس نے آپ کا اکرام اور تعظیم کی، دس ہزار درہم اور ایک باندی آپ کی خدمت میں بھیجی آپ نے لینے سے انکار کیا. (عقود الجمان ۳۱۲)

بنوعباس کا پہلا خلیفہ ابوالعباس عبداللہ بن محمد سفاح ۱۳۲ھ میں خلیفہ بنا اور ذوالحجہ ۱۳۶ھ میں اس کا انتقال ہوا، اس نے ابوجعفر منصور کیلئے وصیت کی تھی، ۱۳۶ھ کے آخر میں منصور خلیفہ ہوا، اس کے زمانہ میں امام ابوحنیفہؒ کوفہ آئے، اس طرح تقریباً سات سال مکہ مکرمہ میں گزارے اور وہاں کے علماء اور مشایخ سے استفادہ کرتے رہے، حج اور عمرہ کیلئے آنے والے علماء سے بھی استفادہ کرتے ہی رہے ہوں گے اسلئے کہ آپ علم کے حریص تھے، اس طرح فتنہ بھی خیر کا سبب بن گیا.

ابن ہبیرہ کے ساتھ ایک دوسرا واقعہ

صالحی روایت ذکر کرتے ہیں: ابن ہبیرہ نے امام صاحبؒ سے یہ مطالبہ کیا کہ قاضی بن جائیں، امام صاحب نے انکار کیا تو ایک سو دس (۱۱۰) کوڑے لگوائے ہر دن دس کوڑے، جب بہت ہوگیا تو چھوڑ دیا۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ امام صاحب نے قاضی بننے سے انکار کردیا تو قید کردیا، امام صاحبؒ سے کہا گیا کہ اس نے قسم کھالی ہے کہ آپ کو نکالے گا نہیں جب تک آپ اس کیلئے کوئی کام نہ کردیں، یہ تعمیر کرانا چاہتا ہے اسلئے آپ اس کیلئے اینٹیں گن دیجئے، فرمایا: اگر مجھ سے کہے کہ مسجد کے دروازے گن دو تو نہیں کروں گا، عبدالحمید حمانی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کو روزانہ یا کبھی کبھی نکالکر مارا جاتا تھا کہ قضا قبول کرلیں لیکن انکار کرتے رہے، بعض دنوں میں رو دیئے، جب آزاد ہوئے تو فرمایا: میری والدہ کا غم مجھ پر مار سے زیادہ تھا۔

ابواحمد عسکری فرماتے ہیں کہ ابن ہبیرہ نے سر پر مارنے کا حکم دیا، صبح کو مار کی وجہ سے سر پھولا ہوا تھا، تب چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ اس نے خواب میں آنحضورﷺ کو دیکھا کہ آپ اس سے فرمارہے ہیں کہ تم اللہ تعالی سے ڈرتے نہیں کہ میری امت کے ایک آدمی کو بلاقصور مارتے ہو، اور دھمکی بھی دی، تو اس نے امام صاحب کو نکلوایا اور آزاد کیا۔

حماد بن ابوحنیفہؒ کے بیٹے اسماعیل فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے والد صاحب کے ساتھ ایک کوڑے خانہ کے پاس سے گزرا، والد صاحب رونے لگے، میں نے پوچھا: اباجان کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: بچے! اسی جگہ تمہارے دادا جان کو ابن ہبیرہ نے مارا تھا، دس دن تک روزانہ دس کوڑے لگواتا تا کہ قضاء قبول کرلیں لیکن نہیں قبول کیا۔

اسماعیل بن سالم بغدادی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو قضاء قبول کرنے پر مارا گیا لیکن قبول نہیں کیا، امام احمد بن حنبلؒ کو جب مارا گیا تو وہ امام ابوحنیفہؒ کے واقعہ کا تذکرہ کرتے اور ان پر رحمت کی دعا کرتے۔ (عقود الجمان ۳۱۲ تا ۳۱۴)

ابوجعفر منصور کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ

صالحی متعدد روایات کو جمع کر کے لکھتے ہیں :

جب ابن ابی لیلی کا انتقال ہوگیا اور منصور کو خبر ہوئی تو اس نے کہا: کوفہ عادل حاکم سے خالی ہوگیا، پھر حکم دیا کہ ابوحنیفہ، سفیان ثوری، مسعر اور شریک کو لایا جائے، کوفہ کے امیر نے ہر ایک کے پاس آدمی بھیجا، یہ حضرات لائے گئے، ان کو ابوجعفر کے پاس بھیجا، امام صاحب نے فرمایا: میں تمہارے بارے میں اندازہ کرتا ہوں، میں تو حیلہ کر کے چھوٹ جاؤں گا، مسعر پاگل بن جائیں گے، سفیان بھاگ نکلیں گے، شریک مبتلا ہوجائیں گے۔

چلے جب بغداد کے قریب پہونچے تو سفیان نے یہ ظاہر کیا کہ مجھے قضاء حاجت کرنا ہے، حاجت پوری کرنے کیلئے (کہیں آڑ میں) گئے ان کا نگران انتظار کرنے لگا، سفیان نے دیکھا کشتی جارہی ہے (کہیں نہر کا کنارہ رہا ہوگا)، ملاح سے کہا: مجھے سوار کرلو ورنہ میں ذبح کردیا جاؤں گا، مطلب یہ تھا کہ قاضی بنادیا جاؤں گا، رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے جو قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا (تو جھوٹ نہیں ہوا) اور ملاح کو کچھ درہم دیدیئے، جب دیر ہوئی تو نگران نے تلاش کیا، سفیان ثوری بھاگ چکے تھے، یہ تینوں جب ابوجعفر کے سامنے پیش ہوئے تو مسعر آگے بڑھے اور ابوجعفر سے کہا: اپنا ہاتھ بڑھایئے، آپ کیسے ہیں، اولاد اور جانور کیسے ہیں؟ ابوجعفر نے کہا یہ پاگل ہے، اس کو نکالو، ابوحنیفہؒ پر قضاء کو پیش کیا کہ قاضی بن جایئے، امام صاحب نے انکار کیا منصور نے قسم کھائی، بننا پڑے گا، امام صاحب نے بھی

قسم کھائی یہ کام نہیں کروں گا، دونوں طرف سے یہ بات تین دفعہ ہوئی تو دربان ربیع نے کہا: آپ دیکھتے نہیں کہ امیر المؤمنین قسم کھا رہے ہیں؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: (میں نے بھی قسم کھائی ہے) اور امیر المؤمنین کفارۂ یمین دینے پر مجھ سے زیادہ قادر ہیں، منصور نے امام صاحب کو قید کرنے کا حکم دیا، پھر بلایا اور پوچھا : کیا آپ ہمارے کام سے اعراض کر رہے ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا: اللہ تعالی امیر المؤمنین کی اصلاح فرمائے ، اللہ تعالی سے ڈریئے اور اپنی امانت میں ایسے شخص کو مت شریک کیجئے جو اللہ تعالی سے نہیں ڈرتا، بخدا میں رضا کی حالت میں بھی اپنے اوپر اطمینان نہیں رکھتا، بھلا غصہ کی حالت میں کیسے محفوظ رہونگا، منصور نے کہا: آپ جھوٹے ہیں، آپ قاضی بننے کے لائق ہیں، امام نے فرمایا: امیر المؤمنین! آپ نے خود اپنے خلاف فیصلہ کر دیا، اگر میں سچا ہوں تو میں نے بتادیا کہ میں لائق نہیں ہوں، اور اگر جھوٹا ہوں تو آپ کیلئے کیسے جائز ہے کہ کسی جھوٹے کو قاضی بنائیں، اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ میں آزاد کیا ہوا ہوں، عرب اس کو پسند نہیں کریں گے کہ کوئی آزاد شدہ غلام قاضی ہو، امیر نے قید کرنے کا حکم دیا اور شریک پر قضاء پیش کیا انھوں نے اس کو قبول کرلیا، سفیان ثوری نے اس کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا (ان کی روایت کو ساقط کر دیا) اور فرمایا: بھاگ جانا ممکن تھا تم کیوں نہیں بھاگے .

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام صاحب نے چند دنوں کیلئے اینٹوں کو گننے کا کام کیا تا کہ منصور کی قسم پوری کر دیں، لیکن یہ صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ جیل خانہ میں امام صاحب کا انتقال ہوا.

ابو المؤید خوارزمی نے فرمایا : ثقہ، حافظ قابل اعتبار حفاظ کی مشہور اور ظاہر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قضاء قبول کرنے کیلئے مار کھائی لیکن قضاء کو قبول نہیں کیا حتی کہ انتقال ہوگیا، بعض کہتے ہیں مار کی وجہ سے انتقال ہوا، بعض کہتے ہیں کہ زہر دیا گیا جس سے موت ہوئی.

(عقود الجمان ۳۱۴ تا ۳۱۶)

(وفات کا واقعہ اور جگہ، نیز دفن کی جگہ)

صالحی لکھتے ہیں :

چند راویوں کی روایت کا مجموعی بیان یہ ہے کہ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہؒ کو کوفہ سے بغداد بلوایا اور چاہا کہ آپ قاضی بن جائیں، اور تمام شہروں کے قاضی آپ کے ماتحت ہوں گے، امام صاحبؒ نے مختلف اعذار پیش کئے اور یہ عہدہ قبول نہیں فرمایا، ابوجعفر نے اس پر سخت قسمیں کھائیں اور کہا: اگر قبول نہیں کریں گے تو میں آپ کو قید کروں گا اور سختی کروں گا، امام صاحب انکار ہی کرتے رہے، اس نے جیل میں ڈال دیا، اور آدمی بھیج کر کہلواتا رہا کہ میری بات مان لیں تو آپ کو نکال دوں گا، امام صاحبؒ سختی سے انکار کرتے رہے، تو اس نے حکم دیا کہ انکو قید سے نکال کر روزانہ دس کوڑے لگائے جائیں، اور بازار میں پھرائے جائیں، چنانچہ نکالا گیا اور ایسی سخت مار ماری گئی کہ جسم پر نشان پڑ گیا اور بازاروں میں پھرایا گیا، خون ایڑیوں پر بہ رہا تھا، دوبارہ جیل میں ڈالا گیا اور کھانے پینے میں بہت سختی کی گئی، اور دس دنوں تک یہی معاملہ ہوتا رہا، روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے، جب مسلسل ایسا ہوتا رہا تو رو پڑے اور خوب دعا کی، اس کے بعد پانچ روز زندہ رہے پھر انتقال ہوگیا، اللہ تعالی ان سے راضی ہو اور اپنی رحمت نازل فرمائے .

زہر دیا جانا : دوسری روایت یہ ہے کہ امام صاحب پر زہر کا پیالہ پیش کیا گیا کہ پئیں، امام صاحب نے انکار کیا، کئی دفعہ سختی کی گئی، امام صاحب انکار کرتے رہے اور فرمایا: میں جانتا ہوں اس میں کیا ہے، میں اپنی موت پر مدد نہیں کرسکتا، بالآخر زمین پر گرا کر زبردستی زہر حلق میں اتارا گیا.

نعیم بن یحی کہتے ہیں کہ امام صاحب کا انتقال مسافرت میں زہر پلانے کی وجہ سے ہوا، یحی بن نضر نے بھی یہی کہا: بلاشبہہ ابوحنیفہ کو زہر پلایا گیا اس سے انتقال ہوا، ابونعیم فضیل بن دکین سے بھی یہی بات منقول ہے ۔ (عقود الجمان ۸ ـ ۳۵۷)

امام صاحبؒ کا انتقال سجدہ کی حالت میں ہوا

ابوحسان زیادی کہتے ہیں کہ جب امام صاحبؒ کو محسوس ہوا کہ موت آرہی ہے تو سجدہ میں چلے گئے ، اسی حال میں روح پرواز کر گئی ۔

حافظ یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ امام صاحب کا انتقال سجدہ کی حالت میں ہوا، اور مسلم وغیرہ میں صحیح حدیث آئی ہے کہ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے ۔

صالحی فرماتے ہیں کہ ابوجعفر نے امام صاحب کو کوفہ سے بغداد حقیقت میں اسی لئے بلایا تھا کہ قتل کردے، باقی رکھنے کا ارادہ نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے خاندان کے ابراہیم بن عبداللہ بن حسن نے بصرہ میں ابوجعفر منصور سے بغاوت اور خروج اختیار کیا، اس سے منصور بہت ڈر گیا اور بے قرار ہوگیا، امام صاحبؒ کے بعض دشمنوں نے منصور کے کان میں یہ بات ڈالی کہ امام صاحبؒ نے ابراہیم کی تائید کی اور بہت مال سے اس کی مدد کی، اور امام صاحبؒ لوگوں میں مقبول تھے، باعزت تھے، تجارت کی وجہ سے مالدار بھی تھے، منصور کو ڈر ہوا کہ کہیں ابراہیم کی طرف مائل نہ ہوجائیں، اسلئے کوفہ سے بغداد بلالیا، بلاوجہ قتل کی ہمت نہ ہوئی تو قاضی بنانے کی اسکیم چلائی اس کو معلوم تھا کہ امام صاحب کبھی یہ کام نہیں کریں گے، اسکو بہانہ بنا کر قتل کرایا، امام صاحبؒ قید خانہ میں پندرہ دن رہے ۔

(عقود الجمان ص ۳۵۹)

وفات کے بعد

وفات کے بعد قید خانہ سے نکالا گیا، پانچ آدمیوں نے ملکر اٹھایا اور غسل کی جگہ لے گئے، بغداد کے قاضی حسن بن عمارہ نے غسل دیا، ابورجاء عبداللہ بن واقد ہروی نے پانی ڈالا، غسل سے فارغ ہوکر حسن بن عمارہ نے فرمایا: اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے، تیس (۳۰) سال سے آپ نے افطار نہیں کیا (روزہ رکھتے رہے) اور چالیس سال تک آپ نے رات کو پہلو نہیں لگایا (نہیں سوئے) ہم میں سب سے زیادہ فقیہ، سب سے بڑے عبادت گزار، سب سے بڑے زاہد اور خیر کی خصلتوں کے سب سے زیادہ جامع تھے، اور جب آپ کو قبر میں داخل کیا گیا تو خیر اور سنت (کا ثواب پانے) کی طرف داخل کیا گیا، بعد میں آنے والوں کو آپ نے تھکا دیا (آپ کو نہیں پاسکتے) اور قاریوں کو بھی رسوا کردیا (وہ آپ کی نقل نہیں اتار سکتے)۔

خطیب نے اس کو روایت کیا ۔

ابورجاء فرماتے ہیں: میں (بھی) امام صاحبؒ پر غسل دئے جانے کے وقت پانی ڈال رہا تھا، میں نے دیکھا کہ دبلا پتلا جسم ہے جسکو عبادت نے پگھلا دیا تھا، ابھی غسل سے فراغت بھی نہیں ہوئی کہ بغداد کی بے شمار مخلوق جمع ہوگئی، اللہ تعالی کے سوا کوئی انکو شمار نہیں کرسکتا تھا، گویا کہ ان کی موت کا عام اعلان کردیا گیا۔ یہ موفق کی روایت ہے ۔

نعیم بن یحی کا بیان ہے کہ جنازہ کی نماز میں شریک ہونے والوں کی تعداد اندازا پچاس (۵۰) ہزار یا اس سے زیادہ تھی، چھ مرتبہ آپ پر نماز جنازہ پڑھی گئی، ایک دفعہ حسن بن عمارہ نے پڑھائی، آخری مرتبہ صاحب زادہ حماد نے پڑھائی، بھیڑ کی وجہ سے عصر کے بعد دفن کیا جاسکا، رونے والے اور افسوس کرنے والے بہت لوگ تھے، امام صاحب کی وصیت تھی کہ مقابر خیزران میں مشرقی جانب مجھے دفن کیا جائے، یہ جگہ غصب کی ہوئی نہیں تھی، منصور کو خبر ملی

تو اس نے کہا: مجھے آپ سے کون معذور رکھے گا زندگی میں اور مرنے کے بعد (زندگی میں بھی عام مقبولیت تھی اور مرنے کے بعد بھی)، مکہ مکرمہ کے فقیہ (عبدالملک) ابن جریج کو آپ کے موت کی خبر ملی تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھی اور فرمایا: کتنا بڑا علم چلا گیا.

نضر بن علی فرماتے ہیں کہ میں شعبہ کی خدمت میں حاضر تھا، امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون، کوفہ سے علم کا نور بجھ گیا، جان لو کہ ان جیسا انسان اب کبھی بھی لوگ نہیں دیکھ سکیں گے.

علی بن صالح بن حیّ نے فرمایا: عراق کا مفتی اور فقیہ چلا گیا.

لوگ ان کی قبر پر بیس (۲۰) دن تک نماز پڑھتے رہے، اس کو خطیب نے روایت کیا.

(عقود الجمان ص ۳۶۰ و ۳۶۱)

قبر پر قبہ کی تعمیر: بہت زمانہ کے بعد شرف الملک ابوسعد خُوارزمی نے امام صاحب کی قبر پر بہت بڑا قبہ اور اسکی ایک جانب مدرسہ بنوایا، جب بنکر تیار ہو گیا تو امراء اور وزراء کے ساتھ دیکھنے کو آئے انکے ساتھ ابوجعفر مسعود بن محسن عباسی بھی تھے، انھوں نے فی البدیہہ یہ شعر کہا:

الم تر أن العلمَ كان مبدّدا   فجمَعه هذا المُغيب في اللحد

كذالک كانت هذه الأرض مَيتةً   فأنشرَها جُودُ العميد أبی سعد

(ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ علم منتشر تھا، قبر میں جانے والے اس شخص نے اسکو جمع کر دیا، ایسے ہی یہ زمین مردہ تھی، ہمارے سردار ابوسعد کی سخاوت نے اس کو زندہ کر دیا.

(عقود الجمان کا ترجمہ ص ۳۶۴ از مولانا عبداللہ بستویؒ)

قبر کی زیارت: امام صاحبؒ کی قبر علماء کی زیارت گاہ رہی، علماء آپ کی قبر کی زیارت کرتے اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے امام صاحب کے توسل سے اللہ تعالی سے دعا

کرتے، ان علماء میں امام شافعیؒ بھی ہیں جبکہ وہ بغداد میں تھے، علی بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو فرماتے سنا: کہ میں ان کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں، ان کی قبر کی زیارت کرتا ہوں، جب مجھے کوئی حاجت ہوتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس آکر اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں، بہت جلد میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے.

(عقود الجمان کا ترجمہ ۳۶۶)

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق لوگوں کے خواب

شیخ صالحیؒ نے ۲۵ ویں باب میں بہت سے خواب کا تذکرہ کیا ہے، ان میں بعض خود امام صاحب کے دیکھے ہوئے خواب ہیں، اور بعض ایسے خواب ہیں جو لوگوں نے امام صاحب کے بارے میں دیکھے، بعض ایسے ہیں جو امام صاحب کے انتقال کے بعد دیکھے گئے اور ان میں امام صاحب کے بارے میں بشارت اور خوشخبری ہے، بعض اس کے خلاف بھی ہیں، صالحی نے ان کا جواب بھی دیا ہے.

محمد بن رجاء جو ابدال میں شمار ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں محمد بن حسنؒ کو دیکھا، پوچھا اے ابوعبداللہ! آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ فرمایا: اللہ تعالی نے فرمایا: میں نے آپ کے اندر علم اسلئے نہیں رکھا تھا آپکو عذاب دینے کا ارادہ تھا، میں نے کہا: امام ابویوسفؒ کے ساتھ اللہ تعالے نے کیا کیا؟ فرمایا: وہ میرے اوپر ہیں، میں نے پوچھا: امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ کیا ہوا؟ فرمایا: وہ اعلی علیین میں ہیں، یا فرمایا: امام ابویوسفؒ سے کئی طبقہ اوپر ہیں، (بہت سے مصنفین نے اس کو ذکر کیا ہے).

جعفر بن حسن نے فرمایا: میں نے خواب میں امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا، پوچھا: اللہ تعالی نے

آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: مغفرت فرمادی، میں نے کہا علم کی وجہ سے، فرمایا: فتوی مفتی کیلئے بہت نقصان دہ ہے، میں نے کہا تو پھر کس وجہ سے مغفرت ہوئی، فرمایا: اسلئے کہ لوگ میرے بارے میں ایسی باتیں کہتے تھے جو میرے اندر نہیں تھیں.

اسی طرح کی بات جاد تمّار سے بھی مروی ہے . (عقود الجمان ۳۷۰ و ۳۷۱)

ابومعاذ فضل بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضورﷺ کو خواب میں دیکھا، میں نے پوچھا: یارسول اللہ! ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: وہ ایسا علم ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہے .

ابن عبدالرحمٰن نضری فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا، رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان سوگیا، آنحضورﷺ کی زیارت ہوئی، میں نے پوچھا: کوفہ میں ایک آدمی ہے، نعمان بن ثابت، اسکے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں، اس سے میں علم حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا: اس سے علم حاصل کرو، اوراس پر عمل بھی کرو، وہ اچھے آدمی ہیں، میں اٹھا تو صبح کی اذان ہوئی، واللہ میں ابوحنیفہؒ کو ناپسند کرتا تھا، اب اس سے استغفار کرتا ہوں .

صالح بن عقیل فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضورﷺ کی زیارت کی، ساتھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، امام ابوحنیفہؒ آئے تو حضرت علیؓ کھڑے ہوگئے، ان کو بیٹھایا، تعظیم کی اور ان کو (بات چیت وغیرہ کا) موقع دیا .

اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات مبشرات ہیں، دیکھئے عقود الجمان ۳۷۱ تا ۳۷۵

امام صاحبؒ کی شان عالی میں بہت سے اشعار بھی کہے گئے ہیں، ان کے لئے دیکھئے

عقود الجمان ۳۷۹ تا ۳۸۵ باب ۲۶

امام صاحبؒ کے تلامذہ اور مسترشدین

امام صاحبؒ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت ہے، علامہ صالحی دمشقیؒ نے شیوخ کو جس طرح حروف تہجی کی ترتیب سے لکھا ہے، تلامذہ کو بھی حرف تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا ہے، مولانا عبداللہ بستوی تاؤلیؒ کے شمار کے مطابق شیوخ کی تعداد عقود الجمان میں تین سو اٹھارہ (۳۱۸) ہے اور شاگردوں کی تقریبا آٹھ سو (۸۰۰) ہے. (تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان ص ۷۷)

مشہور تلامذہ: صالحی عقود الجمان میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے شاگردوں کو استیعاب کے ساتھ شمار کرنا مشکل ہے، حافظ ابومحمد حارثی نے لکھا ہے کہ امام صاحب کے تلامذہ بہت سے بڑے بڑے ائمہ کے شاگردوں سے زیادہ ہیں، جیسے حکم بن عُتیبہ، سفیان ثوری، شریک، حسن بن صالح، یحی بن سعید، ربیعہ بن عبدالرحمٰن، مالک بن انس، ہشام بن عروہ، ابن جریج، اوزاعی، ایوب سختیانی، ابن عون، سلیمان تیمی، ہشام دستوائی، سعید بن ابی عروبہ، معمر ابن راشد، شافعی، احمد، اسحاق وغیرہ، ان تمام شاگردوں نے امام سے مشتبہ احادیث کی تفسیر معلوم کی، مستنبط مسائل، نوازل، قضایا اور احکام معلوم کئے. اللہ تعالے ان سب کو جزاء خیر عطا فرمائے.

پھر صالحی لکھتے ہیں: میں بڑے شاگردوں کی ایک جماعت کو ذکر کرتا ہوں جو آٹھ سو (۸۰۰) کے قریب ہیں، ان کو میں نے لیا ہے حافظ محمد حارثی، قاضی ابوالقاسم بن ابی عوام، خطیب بغدادی، ابوالمؤید خوارزمی، امام محمد بن محمد کردری، شیخ الحفاظ ابوالحجاج مزّی، علامہ عینی، علامہ قاسم حنفی سے، اوران میں سے ہر ایک کے پاس ایسے نام ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں، (میں سب کو جمع کررہا ہوں، ان لوگوں نے شہروں کے اعتبار سے شاگردوں

کو ذکر کیا ہے، میں نے سب کو جمع کیا اور حروف معجم کی ترتیب پر ذکر کیا اور جو مشکل الفاظ تھے اور تحریف کا خطرہ تھا اس کو میں نے حروف کے ساتھ ضبط کیا ہے، اس کتاب کے سوا کسی اور کتاب میں اس طرح یہ نام اکٹھا نہیں پائے جاتے، جن کا نام محمد ہے ان کو شروع میں ذکر کیا ہے، نبی اکرم ﷺ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اور اللہ تعالی ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے. (عقود الجمان ص۸۹ تا۹۱)، پھر تقریبا آٹھ سو نام ذکر کئے ص۹۱ تا ۱۵۸ .

صحیح بخاری میں حنفی روات: مولانا مفیض الرحمٰن چاٹگامی سلمہ نے (الوردۃ الحاضرۃ) میں صحیح بخاری میں امام اعظمؒ کے تلامذہ اور حنفی روات کو شمار کیا تو انکی تعداد (۱۱۵) ہوئی، ان میں اکثر امام اعظمؒ کے تلامذہ ہیں اور ان میں بعض امام اعظمؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، علامہ دکتور بشار عواد بن معروف البغدادی الاعظمی (تلمیذ علامہ محقق کبیر حبیب الرحمٰن الاعظمی نور اللہ مرقدہ) نے اس کتاب پر تقریظ لکھی اور مصنف کے عمل کو سراہا ہے.

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے
چند شاگردوں کا مختصر تذکرہ

(۱)

امام ابو یوسفؒ

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری

ولادت ۹۳ھ یا ۱۱۳ھ   وفات ۱۸۲ھ

ولادت: امام طحاویؒ سے لوگوں نے آپ کا سنۂ ولادت ۱۱۳ھ نقل کیا ہے، لیکن دوسرے کئی

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ امام کا انتقال نواسی (۸۹) سال کی عمر میں ہوا ہے، اور تحقیقی قول کے مطابق انتقال ۱۸۲ھ میں ہوا تو سنۂ ولادت ۹۳ھ بنتا ہے.

نسب: امام کا نسب یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن بُحَیر بَجَلی انصاری ہے، سعد بن بجیر صحابی ہیں، انکو ماں کی طرف نسبت کرکے سعد بن حَبتہ بھی کہتے ہیں، حَبتہ مشہور صحابی خوّات بن جُبیر کی بیٹی ہیں، سعد کے سر پر آنحضرت ﷺ نے دستِ شفقت پھیرا تھا اسلئے کہ غزوۂ خندق میں جم کر قتال کر رہے تھے، غزوۂ احد میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے واپس کردیئے گئے تھے، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: اس ہاتھ پھیرنے کی برکت خاندان میں میں محسوس کرتا ہوں.

اساتذہ: امام ابو یوسفؒ پہلے قاضی ابن ابی لیلی کے یہاں جایا کرتے تھے، وہاں دیکھتے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو اس کو امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے حل کیا کرتے تھے، پھر کچھ واقعہ پیش آیا تو ان کو چھوڑ کر امام اعظم کی خدمت میں جانے لگے، اور ان کے ساتھ اس طرح لگے رہے کہ کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے، بیٹے کا انتقال ہوا تو پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے حوالہ تجہیز و تکفین کا کام کرکے سبق کیلئے حاضر ہوگئے کہ کوئی بات چھوٹ نہ جائے، اس طرح سترہ (۱۷) سال تک لگے رہے، امام اعظم بھی ان کی صلاحیت کو دیکھ کر انکی مالی مدد کرتے اور تحصیل علم میں لگے رہنے کی ترغیب و تاکید کرتے، انکے علاوہ امام ابو یوسفؒ کے اساتذہ بہت ہیں، امام کوثری نے بہت سے لوگوں کے نام ذکر کئے ہیں. (دیکھئے حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی کا ترجمہ ص ۳۴)

قوت حافظہ: امام ابو یوسفؒ کو اللہ تعالی نے قوت حفظ کی دولت عطا فرمائی تھی، ایک مجلس میں بہت سی حدیثیں یاد کرلیا کرتے تھے، یحیی بن معین وغیرہ محدثین نے آپ کے حافظہ کی بہت تعریف کی ہے، ابن الجوزی نے اپنی کتاب اخبار الحفاظ میں امت کے ممتاز سیکڑوں حفاظ

میں امام ابو یوسفؒ کو بھی ذکر کیا ہے، ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ کیا اور امام اعظم اور ان کے صاحبین پر ایک مستقل جزء بھی لکھ دیا جو کوثری کے حاشیہ کے ساتھ مطبوع ہے، امام ابو یوسفؒ امام اعظمؒ کے سب سے بڑے شاگرد ہیں.

امام کا مقام اجتہاد : امام ابو یوسفؒ مجتہد مطلق تھے، صرف مجتہد فی المذہب نہیں تھے جیسا کہ مشہور ہے، امام کوثری نے اسکو بہت تفصیل سے لکھا ہے، البتہ اپنے کو اپنے استاذ کی اجلال و تعظیم کی وجہ سے امام صاحب کی طرف منسوب کیا کرتے تھے.

امام ابو یوسف اسلام میں سب سے پہلے قاضی القضاۃ ہوئے، قضاء کے مسائل قاضی ابن ابی لیلی سے سیکھے تھے، قضاء کے اتنے ماہر تھے کہ فقہ حنفی میں قضاء اور وقف کے مسائل میں انہی کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے، مغازی کا علم بھی محمد بن اسحاق صاحب المغازی سے خوب حاصل کیا تھا، قاضی ہونے کے بعد روزانہ دو سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے.

تصنیفات : امام کی تصنیفات بہت ہیں، لیکن جو ہم تک پہونچیں وہ چند ہیں: (۱)۔ کتاب الآثار (یہ اصل میں امام اعظم کی تصنیف ہے امام ابو یوسفؒ اسکے راوی ہیں) (۲)۔ کتاب الخراج (۳)۔ اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی (۴)۔ الرد علی سیر الاوزاعی (۵)۔ آپ کی امالی تین سو (۳۰۰) جزوں میں تھی.

امام ابو یوسفؒ امام احمد بن حنبلؒ کے پہلے استاذ حدیث ہیں اور پہلے شخص ہیں جنھوں نے امام اعظم کے مذہب پر اصول فقہ کو جمع کیا. (مناقب کردری ۳۹۵)

وفات: ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ میں انتقال ہوا، ہارون رشید نے خود نماز پڑھائی اور جنازہ میں آگے آگے تھے، اپنے خاندان کے قبرستان میں دفن کیا اور فرمایا: مسلمانوں کو ایک دوسرے کو تسلی دینی چاہئے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ . (تفصیل کیلئے دیکھئے حسن التقاضی للکوثریؒ)

(۲)

امام محمد بن حسن بن فرقد شیبانی ، ابوعبداللہ ، امام مجتہدؒ

ولادت ۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ

ولادت اور نسب: آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں واسط میں ہوئی، کوفہ میں بڑے ہوئے، شیبانی یا تو اسلئے کہلاتے ہیں کہ قبیلۂ شیبان کے تھے، یا اسلئے کہ اس قبیلہ سے نسبت ولاء حاصل تھی، یہی اکثر کا قول ہے.

اصل خاندان یا تو رملہ فلسطین کا تھا یا جزیرہ کا اور والد صاحب شام کے لشکر میں تھے، شاید یہی صحیح ہے، جب واسط میں تھے تو امام محمد پیدا ہوئے.

تعلیم و تربیت : تمیز کی عمر کو پہونچے تو قرآن کریم سیکھا پھر عربی زبان و روایت کے اسباق میں حاضر ہونے لگے، کوفہ علوم عربیت کا گہوارہ تھا، بڑے بڑے صحابہ اور حضرت علیؓ کی وجہ سے فقہ وحدیث کا گھر ہو گیا تھا.

چودہ (۱۴) سال کی عمر میں امام اعظمؒ کی مجلس میں ایک مسئلہ معلوم کرنے آئے پھر کچھ دنوں کے بعد فقہ حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوئے، امام صاحبؒ نے پہلے قرآن حفظ کرنے کو فرمایا، سات دنوں میں یاد کر کے حاضر ہو گئے، اس وقت سے پورے طور پر علم کی طرف متوجہ ہوئے اور امام صاحبؒ کی علمی درسگاہ کے پابند ہو گئے، چار سال تک پابندی سے امام صاحبؒ سے استفادہ کیا، مسائل کے جوابات لکھتے اور اسکو ترتیب دیتے رہے، امام صاحبؒ کے انتقال کے بعد انہی کے طریقہ پر امام ابو یوسفؒ سے فقہ کی تکمیل کی، حدیث امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے سنی، انکے علاوہ کوفہ، بصرہ، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور شام و عراق کے بہت سے محدثین سے سنی، امام اوزاعی، ثوری، اور امام مالک کے علوم کو بھی جمع

کرلیا، فقہ میں اتنے بڑے امام ہوگئے کہ کوئی ان کے درجہ کو نہیں پہونچ سکا، تفسیر وحدیث میں بھی قوی تھے، لغت میں حجت تھے، متعصبین کے سوا سب کا اس پر اتفاق ہے۔

امام مالکؒ کی خدمت میں تین سال رہے اور ان کے منہ سے تقریباً سات سو (۷۰۰) مُسند حدیثیں سنیں۔

کمالات وفضائل : امام شافعیؒ نے فرمایا: میں نے امام محمدؒ سے بڑا کتاب اللہ کا عالم کسی کو نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہی پر قرآن نازل ہوا، اور فرمایا: میں نے ان سے بُختی مذکر اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں لکھی ہیں، اور فرمایا ایسے شخص تھے جو کانوں کو باتوں سے بھر دیتے اور دل کو سمجھ سے، یہ بھی فرمایا: میں نے حرام وحلال اور علل اور ناسخ ومنسوخ کا امام محمدؒ سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا، یہ بھی فرمایا: امام محمدؒ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا، نیز فرمایا: اگر وہ نہ ہوتے تو میرے لئے جو علم کھلا وہ نہ کھلتا، یہ بھی فرمایا: ان سے زیادہ پرہیزگار اور زاہد اور اچھی تقریر وگفتار والا کسی کو نہیں دیکھا۔

یحی بن معین نے فرمایا: میں نے جامع صغیر امام محمدؒ سے لکھی، علی بن مدینی نے فرمایا: امام محمدؒ صدوق، حجت (سچے) تھے، سبط ابن الجوزی نے فرمایا: علماء سیرت کا کہنا ہے کہ امام محمدؒ تمام علوم میں امام اور حجت تھے، ابراہیم حربی نے فرمایا: میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ یہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے ملے؟ فرمایا: محمد بن حسن کی کتابوں سے، اور فرمایا: کسی مسئلہ میں تین کا قول ہو تو ان کے مخالف کی بات نہیں سنی جائیگی: ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن رحمہم اللہ تعالے۔

اس طرح کے اقوال بہت ہیں۔

روزانہ ایک تہائی قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے، ایک تہائی رات سوتے، ایک تہائی میں نماز پڑھتے اور ایک تہائی میں مطالعہ کرتے۔

امام محمد کی تصنیفات : امام محمدؒ کی تصنیفات کو بہت اہمیت حاصل ہے، فقہ حنفی کا مدار انہی پر ہے، دوسرے مذاہب کی تدوین میں بھی ان کو بہت دخل ہے:

(۱)۔ الاصل (المبسوط) : یہ چھ (۶) جلدوں میں ہے، ہر جلد پانچ سو (۵۰۰) ورق میں ہے، دس ہزار (۱۰،۰۰۰) مسائل پر مشتمل ہے، اس سے ضرور واقف ہونا چاہئے۔

(۲)۔ الجامع الصغیر: یہ دوسری اہم کتاب ہے، اس میں ایک ہزار پانچ سو بتیس (۱۵۳۲) مسائل ہیں، اس کی بہت سے لوگوں نے شرحیں لکھی ہیں۔

(۳)۔ السیر الصغیر :اس کو امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں، امام اوزاعیؒ نے اس کی تردید کی تو امام ابو یوسفؒ نے الرد علی سیر الاوزاعی لکھی۔

(۴)۔ الجامع الکبیر: یہ بڑے بڑے مسائل کی جامع کتاب ہے، یہ کتاب معجزہ معلوم ہوتی ہے، اسلام میں فقہ میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔

(۵۔۶)۔ زیادات اور زیادۃ الزیادات: ان دونوں کو جامع کبیر کے بعد لکھا ہے، یہ دونوں کتابیں بھی انکی انوکھی کتابوں میں شمار ہوتی ہیں، ان دونوں کی بھی علماء نے شرحیں لکھی ہیں۔

(۷)۔ السیر الکبیر: یہ امام محمدؒ کی آخری تصنیفات میں سے ہے، ہارون رشید نے اس کتاب کی بہت عزت کی، اپنے بیٹوں امین اور مامون کو سنوایا، اسکی بھی علماء نے شرحیں لکھی ہیں۔

ظاہر الروایت اور نوادر : یہ چھ (۶) کتابیں امام محمدؒ سے شہرت اور تواتر کے ساتھ مروی ہیں، ان کے مسائل اور روایات کو ظاہر الروایت کہتے ہیں، بقیہ کتابوں کو غیر ظاہر الروایہ کہتے ہیں، جیسے رقیات، کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات۔

رقیات : امام محمدؒ رقہ میں جب قاضی تھے اس وقت جن مسائل کی تفریع کی ان کا مجموعہ ہے، اس کے راوی محمد بن سماعہ ہیں۔

کیسانیات : شعیب بن سلیمان کیسانی جن مسائل کو امام محمد سے نقل کرتے ہیں، ان

کے مجموعہ کو کیسانیات کہتے ہیں، ان کو امالی بھی کہتے ہیں. (بلوغ الامانی)

مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی مقدمۂ ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ امام محمدؒ نے ابوعمرو سلیمان ابن شعیب کیسانی کو جو مسائل املاء کرائے انکو کیسانی کہتے ہیں، کیسانی کیسان کی طرف نسبت ہے، اور مفتاح السعادۃ میں ہے کہ کیسان ایک آدمی کا نام ہے اس کیلئے امام محمدؒ نے یہ مسائل جمع کئے. (مقدمۂ ہدایہ ص۴ اور دیکھئے حاشیہ شرح عقود رسم المفتی ص ۴۷)

جرجانیات: وہ مسائل ہیں جن کو امام محمدؒ سے علی بن صالح جرجانی نقل کرتے ہیں . (بلوغ الامانی)، طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں لکھا کہ ان کو امام محمدؒ نے جرجان میں جمع کیا. (مقدمہ ہدایہ ص۴)

ھارونیات: ان مسائل کو امام محمدؒ نے ہارون رشید کے زمانہ میں جمع کیا تھا (طحطاوی)، یا ہارون نام کے کسی آدمی کیلئے جمع کیا تھا. (مفتاح السعادۃ) (مقدمۂ ہدایہ ص۴)

کچھ اور کتابیں بھی نوادر میں ہیں، یہ نوادر کی کتابیں کتب خانوں بھی نادر ہوگئیں جیسے کہ مذہب میں بھی ان کے مسائل نادر سمجھے جاتے ہیں.

ظاہر الروایت کی کتابوں کی افادیت دیگر مذاہب میں: امام محمدؒ کی مشہور کتابوں کے ذریعہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب لوگوں کو معلوم ہوا، امام شافعیؒ نے فرمایا تھا کہ جو فقہ میں تبحر چاہتا ہو وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہے یا انکی کتابوں کا، یہ بہت صحیح جملہ ہے، بعد کی فقہیں مالکی، شافعی، حنبلی ان سب نے امام محمدؒ کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا.

فقہ مالکی: امام مالک کے شاگرد اسد بن فرات نے امام مالک سے استفادہ کے بعد عراق جاکر امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے خوب استفادہ کیا خاص طور سے امام محمدؒ سے، پھر قیروان جاکر اسدیہ تیار کی جو سحنون کی مدونہ کی اصل ہے، ابن القاسم نے اس میں سحنون کے ہاتھ سے کچھ اصلاحات کرائیں، اسد بن فرات نے افریقہ میں ابوحنیفہ اور مالک کے مذہب کو پھیلایا

پھر صرف مذہب حنفی کو پھیلاتے رہے، یہاں تک کہ مغرب کے علاقہ میں اندلس تک پھیلا حتی کہ افریقہ میں ابن بادیس کے زمانہ میں اکثر لوگ حنفی تھے. (بلوغ اردو ص۲۴)

فقہ شافعی: امام شافعیؒ نے بختی اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں امام محمدؒ سے حاصل کیں، امام شافعیؒ خود فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمدؒ کا ہے، اس کو خطیب نے روایت کیا. (بلوغ ۲۹)

فقہ حنبلی: امام احمد بن حنبلؒ کے سب سے پہلے استاذِ حدیث وفقہ امام ابو یوسفؒ ہیں، تین سال ان کے پاس رہے اور تین صندوق کے برابر علم لکھا، پھر امام احمدؒ نے امام شافعیؒ سے استفادہ کیا، اور معلوم ہو چکا ہے کہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے بہت استفادہ کیا، امام احمدؒ نے بھی امام محمدؒ کی کتابوں سے استفادہ کیا، ابراہیم حربی نے امام احمدؒ سے پوچھا: یہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے ملے؟ فرمایا: محمد بن حسن کی کتابوں سے . (بلوغ اردو ص۶۲)

اس طرح دیکھا جائے تو بعد کی تمام فقہیں فقہ حنفی سے مستفاد ہیں اور اس میں امام محمدؒ کی انہی کتابوں نے زیادہ فائدہ پہونچایا، جزاہ اللہ خیرا. (بلوغ ص ۷۷)

مؤطا امام محمدؒ: یہ مؤطا امام مالک کا ایک نسخہ ہے کچھ اضافہ کے ساتھ، اس میں کل (۱۱۸۰) احادیث ہیں، (۱۰۰۵) امام مالکؒ سے، (۱۷۵) دوسروں سے، جن میں ابوحنیفہؒ سے (۱۳) ابو یوسفؒ سے (۴)، بقیہ دوسرے لوگوں سے (۱۵۸). (مقدمۂ تعلیق مجد ص ۳۹)

کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ: یہ الحُجَج سے مشہور ہے، اہل مدینہ کے خلاف استدلال کیلئے لکھی ہے .

کتاب الآثار: اس میں امام ابوحنیفہؒ سے مرفوع، موقوف، اور مرسل حدیثیں ذکر کرتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ (۲۰) مشائخ سے بھی کچھ روایتیں ذکر کی ہیں.

(یہ حقیقت میں امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف ہے، امام محمدؒ نے کچھ اضافہ کیا ہے جیسے مؤطا میں)

مسند امام ابوحنیفہؒ: یہ نسخۂ امام محمدؒ سے مشہور ہے.

اس کے علاوہ اور کتابیں بھی ذکر کی گئی ہیں. (دیکھئے بلوغ الامانی اردو ص ۸۶)

امام محمدؒ بہت خوبصورت آدمی تھے، سر کے بال منڈا دیئے گئے تو اور خوبصورت ہو گئے.

(مناقب کردری ۴۲۰)

وفات: امام محمدؒ کی وفات ۱۸۹ھ میں رَے میں ہوئی، ہارون رشید کے ساتھ امام محمدؒ اور امام کسائی دونوں رَے گئے ہوئے تھے، ایک ہی دن میں یا امام محمدؒ کے دو دن کے بعد کسائی کا انتقال ہوا، رشید نے کہا: میں نے رے میں فقہ اور عربیت کو دفن کر دیا. رحمهم الله تعالى و أدخلهم في جنانه و ألحقنا بهم. (ماخوذ از بلوغ الامانی للکوثریؒ)

(۳)

امام زفر بن ہذیلؒ ، مجتہد مطلق ، ابوالہذیل

ولادت ۱۱۰ھ وفات شعبان ۱۵۸ھ

نام ونسب: زفر بن ہذیل (بن زفر بن ہذیل) بن قیس بن سلیم ....بن نزار بن معدّ بن عدنان عنبری بصریؒ. عنبر قبیلہ سے ہیں، عرب ہیں.

ولادت: آپ کی ولادت ۱۱۰ھ میں اصبہان میں ہوئی، اس وقت آپ کے والد صاحب اصبہان کے والی تھے، اور انتقال تک والی رہے، اونچے خاندان سے تھے، اس وقت کے خلیفہ یزید بن ولید بن عبد الملک تھے، ہذیل بزاء ان بستی میں رہتے تھے، ان کے تین بیٹے تھے:

کوثر، ہرثمہ، زفر.

تحصیل علم اور امام اعظم سے تعلق: شروع میں حدیث کا علم حاصل کیا اور اصحاب الحدیث میں سے تھے، پھر امام ابوحنیفہؒ کی صحبت اختیار کی، وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا انکو اور انکے ساتھیوں کو جواب نہیں آیا، امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے جواب دیا اور دلیل میں حدیث بھی پیش فرمائی اور قیاس بھی، پھر امام صاحب نے امام زفرؒ سے پوچھا، اگر مسئلہ کی صورت یہ ہو تو کیا جواب ہوگا؟ امام زفرؒ عاجز رہے، امام اعظمؒ نے جواب بتایا اور دلیل بھی، اسی طرح ایک اور مسئلہ بھی بتایا، امام زفر اپنے ساتھیوں کے پاس گئے، ان سے یہ مسائل پوچھے ان کو بھی جواب نہیں آیا، امام زفر نے امام اعظمؒ کے جوابات بتائے اور دلائل بھی، وہ لوگ پوچھنے لگے: کہاں سے یہ جوابات لائے، بتایا: امام ابوحنیفہؒ کے پاس سے، کہتے ہیں ان تین مسائل کی وجہ سے میں اس حلقہ کا سردار بن گیا، پھر امام اعظم کے پاس آ گئے اور ان کے ان دس بڑے شاگردوں میں سے ہو گئے جنھوں نے کتابوں کو امام صاحب کے ساتھ مدون کیا.

اس کو صیمری نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا اور ابن فضل اللہ عمری نے بھی اپنی کتاب مسالک الابصار میں اس کو ذکر کیا.

پھر امام زفر امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ بیس (۲۰) سال سے زیادہ تک رہے، مناقب کردری میں ہے کہ امام زفر نے فرمایا: میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ بیس (۲۰) سال سے زیادہ تک رہا، ان سے زیادہ خیر خواہ اور لوگوں کے ساتھ شفقت کرنے والا کسی کو میں نے نہیں دیکھا، اپنے کو اللہ تعالی کیلئے قربان رکھا تھا، دن پھر مسائل کے حل کرنے اور سکھانے میں مشغول رہتے، جب مجلس سے اٹھتے تو بیمار کی عیادت یا جنازہ میں شرکت یا کسی ضرورت مند کی ضرورت پورا کرنے میں یا کسی فقیر کی غمخواری میں مشغول ہو جاتے، رات ہوتی تو تلاوت، عبادت اور

نماز میں مشغول ہوجاتے ، وفات تک یہی حال رہا، اللہ تعالی ان سے راضی ہو. (عقود الجمان ۲۰۸)

دیگر اساتذہ : امام زفر نے دوسرے بہت سے شیوخ سے بھی استفادہ کیا، جیسے سلیمان اعمش ، یحی بن سعید انصاری، محمد بن اسحاق صاحب المغازی ، ایوب سختیانی ، زکریا بن ابی زائدہ ،سعید بن ابی عروبہ وغیرہ محدثین کرام.

تلامذہ اور مسترشدین : آپ سے استفادہ کرنے والے یہ حضرات ہیں، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح، محمد بن حسن شیبانی ،سفیان بن عیینہ، محمد بن عبداللہ انصاری، ابوعاصم نبیل ضحاک، حسن بن زیاد لؤلؤی، ابونعیم فضل بن دکین وغیرہم محدثین اور فقہاء کرام.

ان کے بارے میں اہل علم کے اقوال : امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا :میں نے امام زفر کوفرماتے سنا کہ ہم اثر اور حدیث کے مقابلہ میں رائے پر عمل نہیں کرتے ، اثر مل جاتا ہے تو رائے کو چھوڑ دیتے ہیں .

امام وکیع صبح کوامام زفرؒ کے پاس جاتے اور شام کوامام ابو یوسفؒ کے پاس، پھر امام ابو یوسفؒ کوچھوڑ دیا اور صرف امام زفر کے پاس جانے لگے کیونکہ وہ زیادہ فارغ تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے آپکو امام اعظم کا ہمارے لئے نائب بنادیا، لیکن امام اعظم کے کھونے کا افسوس جانہیں سکتا.

ابونعیم فضل بن دکینؒ نے فرمایا: امام اعظمؒ کے انتقال کے بعد میں نے امام زفر کو پکڑ لیا کیونکہ امام صاحب کے شاگردوں میں سب سے زیادہ فقیہ اور پرہیزگار تھے.

حسین بن ولید نے فرمایا: امام زفر 'امام اعظم کے تلامذہ میں سب سے مضبوط اور باریک نظر والے تھے.

امام ابوحنیفہؒ نے امام زفرؒ کا نکاح پڑھایا تو خطبہ میں فرمایا: یہ زفر بن ہذیل مسلمانوں

کے امام ہیں، حسب ونسب اور علم وشرافت میں دین کے بڑے لوگوں میں سے ہیں.

امام زفر کے خاندان کے بعض لوگوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کے سوا کوئی اور نکاح پڑھاتا تو ہم کوخوشی نہ ہوتی ، امام صاحب نے امام زفر کی تعریف کی اس سے خوشی ہوئی.

خاندان کے بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپکے خاندان کے اشراف، قریبی رشتہ دار موجود تھے اور آپ نے ابوحنیفہ سے نکاح پڑھوایا؟ امام زفر نے فرمایا: اگر میرے والد بھی ہوتے تو میں امام ابوحنیفہ کو آگے کرتا.

حسن بن زیاد نے فرمایا: زفر اور داود طائی دونوں ساتھ اور برابر تھے، پھر داود نے فقہ کو چھوڑ کر عبادت اختیار کرلی اور امام زفر نے دونوں کو جمع کیا.

یحی بن معین نے فرمایا: زفر صاحب الرائے ،ثقہ ہیں، قابل اعتماد ہیں، میں نے ابونعیم فضل بن دکین کو سنا فرمارہے تھے: زفر ثقہ، قابل اعتماد ہیں، اور ان کے مرتبہ کو بڑا بتارہے تھے، میں نے پوچھا: کیسے بصرہ آگئے؟ فرمایا: میراث کیلئے آئے تھے، بصرہ کے لوگوں نے ان کو گھیر لیا کہ ہم کو حدیثیں سنائیے ، پھر وہیں رہ گئے.

امام زفر پہلی دفعہ امام عثمان بتی کے زمانہ میں بھی گئے تھے پھر آگئے تھے، دوسری دفعہ امام اعظم کے انتقال کے بعد گئے اور وہیں رہ گئے.

امام وکیع سے کہا گیا کہ آپ زفر کے پاس آتے جاتے ہیں؟ فرمایا: ابوحنیفہؒ سے تم لوگوں نے ہم کو دھوکہ میں ڈالا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا، اب تم ہم کو زفر سے دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہو تا کہ ہم ابواسید اور ان کے ساتھیوں کے محتاج ہوجائیں. (اسید ایک رنگریز تھا جو وکیع کے دروازہ پر رہتا تھا. مناقب کردری ۴۵۸)

امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں فرمایا: زفر بن ہذیل عنبری فقہاء اور زہاد میں سے ایک ہیں، سچے ہیں، یحی بن معین اور کئی لوگوں نے ان کی توثیق کی ہے.

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا: ابن حبان نے امام زفر کو ثقات میں شمار کیا ہے اور فرمایا کہ حافظ، مُتقن (مضبوط حافظہ والے) تھے، اپنے استاذ کے طریقہ پر نہیں چلے، ان کے شاگردوں میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے اور سب سے زیادہ حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے، بصرہ میں ابوجعفر کے زمانہ میں انتقال ہوا۔

ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا: امام زفر عقل و دین اور فہم وورع والے تھے، حدیث میں ثقہ تھے۔ (یہ سب مضامین لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر للکوثریؒ سے لئے گئے ہیں)

بعض لوگو نے ان میں کلام بھی کیا ہے، علامہ کوثری نے (لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر) میں اس کا جواب دیا ہے۔

اجتہاد میں مقام : امام زفرؒ ' امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کی طرح مجتہد مطلق تھے، مجتہد فی المذہب نہیں تھے، امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ انکی موافقت دلیل کی وجہ سے تھی نہ کہ تقلید کیوجہ سے۔

امام زفرؒ مقام اجتہاد میں امام ابو یوسفؒ کے ٹکر کے تھے، دونوں میں مناظرے ہوتے رہتے تھے، کبھی یہ غالب ہوتے کبھی وہ، امام صاحب کے انتقال کے بعد لوگوں کا رجوع امام زفر کی طرف زیادہ تھا، پھر بعد میں امام ابو یوسفؒ کو مقبولیت ہوئی۔

بصرہ میں امام زفرؒ نے امام اعظم کے مذہب کو بڑی حکمت سے پھیلایا، اس کی تفصیل لمحات النظر میں ملاحظہ کی جائے۔

مذہب حنفی میں امام زفرؒ کے سترہ (۱۷) مسائل ایسے ہیں جن پر فتوی دیا جاتا ہے باوجودیکہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال ان کے خلاف ہیں، سید احمد حموی نے ان کو جمع کیا ہے اور رسالہ کا نام ہے (عقود الدرر فیما یفتی بہ فی المذہب من اقوال زفر)، شیخ عبدالغنی نابلسی نے اس کی شرح کی ہے، شامی نے ان کا خلاصہ کیا ہے۔

قضاء کا منصب : امام زفرؒ کیا بصرہ کے قاضی بھی رہے ؟

ابن عبدالبر اور عبدالقادر قرشی نے ذکر کیا ہے کہ امام زفر بصرہ میں قاضی رہے، لیکن کوثری کو اس میں تردد ہے اسلئے کہ بصرہ میں سوّار بن عبداللہ ۱۳۸ھ سے اپنی وفات ۱۵۶ھ تک قاضی رہے، ان کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ بن سوار قاضی رہے، ابن حبان نے اس کو ذکر کیا ہے، پھر امام زفر کیسے قاضی ہوں گے۔ (لمحات النظر ص ۲۲۸ مع الامتاع)

نیز کوثری نے یہ بھی ذکر کیا کہ امام زفر کو قاضی بنانے پر مجبور کیا گیا حتی کہ ان کا گھر دو دفعہ گرا دیا گیا، لیکن پھر بھی انھوں نے قضاء کو قبول نہیں کیا، یہ ان کے شاگرد محمد بن عبداللہ انصاری نے ذکر کیا۔ (لمحات مع الامتاع ص ۲۱۶)

وفات : بھائی کے انتقال کے بعد ان کی بیوی سے شادی کر لی تھی، وفات کے وقت امام ابو یوسف وغیرہ حاضر ہوئے اور فرمایا: ابوالھذیل! وصیت کیجئے، فرمایا: یہ سامان جو دیکھ رہے ہیں اس بیوی کا ہے اور یہ تین ہزار درہم میرے بھائی کے لڑکے کا ہے، میرے اوپر کسی کا اور میرا کسی پر کوئی قرض نہیں، یہ بھی فرمایا: میں وفات کے بعد کچھ چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں، جس پر حساب کا ڈر ہو، انتقال کے بعد گھر میں تین درہم ملے۔ ۱۵۸ھ میں ۴۸ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (لمحات : ۲۲۸)

(۴)

عبداللہ بن مبارک بن واضح حنظلی تمیمی ولاءً ابوعبدالرحمٰن مروزیؒ

امیر المؤمنین فی الحدیث

ولادت ۱۱۸ھ   وفات ۱۸۱ھ   عمر شریف ۶۳ سال

ولادت : آپ کی ولادت خراسان کے مشہور شہر مرو شاہجہان میں ہوئی، سنہ ولادت میں

اختلاف ہے اکثر لوگوں کا قول ہے کہ ۱۱۸ھ میں ہوئی.

والد صاحب ترکی تھے اور والدہ خوارزمیہ، والد صاحب ایک تاجر کے غلام تھے جو ہمدان بنی حنظلہ سے تعلق رکھتے تھے، اسلئے ابن مبارک حنظلی کہلاتے ہیں، بنوسعد تمیم کی شاخ بنی عبد شمس کے بھی غلام رہے اسلئے تمیمی بھی کہلاتے ہیں، عبداللہ بن مبارک کو تعظیم وتکریم کی وجہ سے شاہنشاہ بھی کہتے ہیں ، بادشاہوں کے بادشاہ .

عبداللہ بن مبارک کے والد صاحب نیک، متقی آدمی تھے، خلوت پسند، عبادت گزار تھے ، بڑے محتاط تھے ، ان کا ایک عجیب واقعہ کتابوں میں لکھا ہے :

’’باغ میں ایک مدت تک کام کرتے تھے لیکن پھل خود کھاتے نہیں تھے، ایک دن آقا نے کہا: میٹھا انار لاؤ، ایک انار توڑ کر لائے تو وہ کھٹا نکلا، کہا: دوسرا لاؤ میٹھا، دوسرا لائے وہ بھی کھٹا، پھر تیسرے درخت سے تیسرا لائے وہ بھی کھٹا، مالک نے ڈانٹا، تم کو معلوم نہیں ہے کون کھٹا ہوتا ہے اور کون میٹھا؟ کہا: نہیں، اسلئے کہ میں نے کبھی کھایا ہی نہیں، آپ نے کبھی مجھے کھانے کی اجازت ہی نہیں دی، اس سے مالک کو بہت تعجب ہوا اور ان کی قدر ومنزلت اس کے دل میں بیٹھ گئی، اس کے ایک بیٹی تھی، جس کی منگنی بہت آئی تھی، مبارک سے پوچھا: اے مبارک! کس کے ساتھ اس بیٹی کی شادی کرانی چاہئے؟ جواب دیا: جاہلیت میں لوگ اونچے خاندان میں شادی کراتے تھے، یہود مال کی وجہ سے شادی کراتے ہیں، نصاریٰ حسن وجمال کی وجہ سے اور یہ امت دین کو دیکھتی ہے، (اس مضمون کی حدیث شریف بھی ہے)، مالک کو مبارک کی عقل بہت اچھی معلوم ہوئی، بیٹی کی ماں کو بتایا تو اس نے کہا: مبارک کے سوا کوئی دوسرا شوہر میرے خیال میں اچھا نہیں رہے گا، شادی ہوگئی اور ان سے عبداللہ بن مبارک پیدا ہوئے...‘‘

(وفیات الاعیان ابن خلکان ۲/۲۳۷، شذرات الذہب ابن عماد ۱/۲۹۶ وغیرہ)

بیٹا اپنے والد کے بہت مشابہ تھا، شکل وصورت میں بھی اور دین واخلاق میں بھی .

ابن المبارک فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے میرے والد کو دیکھا تو فرمایا : ادّت أمّه الیک الأمانة ، اسکی ماں نے امانت تم تک پہونچادی . (تاریخ بغداد خطیب ۱۰/۱۵۳)

طلب علم : سب سے پہلے طلب علم کیلئے ۱۴۱ھ میں نکلے، والد صاحب بعد میں شاید تاجر ہوگئے تھے، یہ بھی تجارت میں لگ گئے، مکتب گئے تھے اور کچھ پڑھا تھا، حافظہ بھی بہت اچھا تھا، ایک مرتبہ بچپن میں ایک مقرر نے لمبا خطبہ دیا، ابن مبارک نے اس کو یاد کرلیا، اور سنا بھی دیا. (تاریخ بغداد ۱۰/۱۶۵)

لیکن طلب علم میں دیر سے لگے، امام ذہبی لکھتے ہیں کہ بیس (۲۰) سال کے ہوگئے تو علم حاصل کرنا شروع کیا . (سیر اعلام النبلاء)

۱۱۸ھ میں ولادت مانی جائے تو تیئیس (۲۳) سال کی عمر میں علم حاصل کرنا شروع کیا، اس زمانہ میں بچے جلدی علم حاصل کرنا شروع کردیتے تھے .

عجیب واقعہ جو ہدایت کا سبب بنا : ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ نے عبداللہ سے انکا ابتدائی حال پوچھا، تو بتایا کہ ایک دفعہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ تھا، باغ میں کھایا پیا، رات ہوگئی، میں گانے باجے کا شوقین تھا، رات کے آخری حصہ میں سویا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے سر کے اوپر درخت پر ایک پرندہ ہے جو یہ آیت پڑھ رہا ہے: ألم یأنِ للّذینَ آمَنُوا أن تخشَعَ قلوبُهم لذکرِ اللّٰه و ما نَزَل من الحقّ . میں نے کہا ضرور وقت آگیا ہے، میں اٹھا اور باجے کا سب سامان توڑ کر جلا دیا، یہاں سے میرے زہد کی ابتداء ہوئی. (فوائد بھیہ ۱۰۳)

کہا جاتا ہے کہ فضیل بن عیاض کی ہدایت کا ذریعہ بھی یہی آیت بنی. (ذیل الجواہر المضیئة ۵۲۹)

اپنے استاذ امام ابوحنیفہؒ کی طرح علم وتجارت دونوں کو جمع کیا، اس کے ساتھ عبادت، جہاد، گھوڑے کی سواری اور بہت سے کمالات کے مالک تھے .

طلب علم میں جب ۱۴۱ھ سے سفر شروع کیا تو چوتھائی دنیا کا سفر کر ڈالا، یمن، شام، مصر، بصرہ، کوفہ، حجاز کا سفر کیا، چھوٹے بڑے ہر ایک سے لکھا، ایک ایک حدیث کے لئے دور دور کا سفر کیا، مرو سے ایک دفعہ رَے گئے، حسن بصری کا ایک جملہ سننے کیلئے ہزار کیلومیٹر یا اس سے زیادہ کا یہ سفر ہوگا ۔

اسلئے ابواُسامہ نے فرمایا: میں نے دنیا کے اطراف میں ابن المبارک سے زیادہ طلب علم والا کسی کو نہیں پایا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۴)

ابن المبارک نے فرمایا: میں نے چار ہزار (۴۰۰۰) مشائخ سے علم لیا، اور ان میں سے ایک ہزار سے روایت کی۔ (ایضا) کسی نے ان سے پوچھا کب تک آپ سنتے رہیں گے؟ فرمایا: موت تک ۔ (مفتاح دار السعادۃ لابن القیم ۱/۷۴)

(یہ سب مضامین لئے گئے ہیں ایک کتاب سے جس کا نام ہے :

عبداللہ بن المبارک الامام القدوۃ، تالیف: الشیخ محمد عثمان جمال)

اساتذہ :ان کے اساتذہ کی فہرست امام مزیؒ نے تہذیب الکمال میں پیش کی ہے، ان میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام بھی ہے۔ (تہذیب ۱۹/۱۰۳)

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب (ص ۵/۳۳۸) میں اسکا اختصار کیا تو ابوحنیفہؒ کا نام نکالدیا۔ شاید ایسا شہرت کی وجہ سے کیا ہے۔ واللہ اعلم

امام ذہبیؒ نے بھی اپنے جزء میں امام اعظمؒ کے شاگردوں میں ابن مبارک کا نام ذکر کیا ہے ص ۲۸ .

عبداللہ بن مبارک نے بہت سے تابعین کو پایا، تبع تابعی تھے ۔

خطیب نے ابن المبارکؒ سے نقل کیا کہ میری ملاقات امام اوزاعیؒ سے بیروت میں ہوئی، مجھ سے فرمایا: اے خراسانی! یہ کون بدعتی کوفہ میں نکلا ہے، جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے؟

میں گھر آیا، ابوحنیفہؒ کی کتابوں میں سے کچھ اچھے مسائل نکالے، تیسرے دن ان سے ملا وہ اپنی مسجد کے مؤذن اور امام تھے، کتاب میرے ہاتھ میں تھی، پوچھا: یہ کیسی کتاب ہے؟ میں نے انکو دیدی، ایک مسئلہ دیکھا اس پر لکھا تھا: نعمان بن ثابت نے کہا، اذان کے بعد کھڑے کھڑے کتاب دیکھتے رہے، شروع کا حصہ پڑھا پھر کتاب تھیلی میں رکھ لی، اقامت کہی نماز پڑھی، پھر کتاب نکالی آخر تک پڑھ گئے، پھر مجھ سے پوچھا: خراسانی، یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں نے کہا: ایک شیخ ہیں جن سے میں کوفہ میں ملا تھا، فرمایا: یہ بزرگ ہیں جاؤ ان سے اور زیادہ علم حاصل کرو، میں نے کہا یہی ابوحنیفہ ہیں جن سے آپ نے مجھے منع فرمایا تھا۔ (عقود الجمان ۱۹۲) یہ قصہ پہلے بھی گزر چکا ہے

عبداللہ بن مبارک نے فرمایاء اگر اللہ تعالی نے ابوحنیفہ اور ثوری سے میری مدد نہ فرمائی ہوتی تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔ (تاریخ بغداد ۳/۳۳۷)

یہ بھی فرمایا: اگر اللہ تعالی نے میری مدد ابوحنیفہ اور سفیان ثوری سے نہ کی ہوتی تو میں بدعتی ہوتا۔ (مناقب ابی حنیفہ للذہبی ۳۰)

نیز فرمایا: ابوحنیفہؒ ایک نشانی تھے ۔ نیز فرمایا: اگر کسی کو رائے سے کوئی بات کہنا جائز ہوتا تو ابوحنیفہ کیلئے جائز ہوتا۔ (ایضا ۳۱)

نیز فرمایا: اگر ابوحنیفہ سے میں نہ ملا ہوتا تو علم میں مفلسوں میں سے ہوتا، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ بعض نقالین کی طرح ہوتا، اور فرمایا: علماء میں ابوحنیفہ جیسا لاؤ ورنہ ہم کو چھوڑ دو، ہم کو عذاب مت دو۔ (مناقب للمکی ۳۰۷)

امام اعظمؒ کی تعریف وتوصیف میں ابن المبارک سے اشعار بھی مروی ہیں، بعض گزر چکے ہیں، ان کیلئے دیکھئے مناقب امام اعظم للمکی ص ۴۴۶ و ۴۴۸ نیز دیکھئے یہ کتاب ص ۱۳۴

دیگر کمالات : عبداللہ بن مبارک میں اتنی صفات جمع ہوگئی تھیں کہ کسی اور میں نہیں ملتیں،

قالہ ابن حبان .

اسماعیل بن عیاش نے فرمایا: روئے زمین پر ابن المبارک جیسا کوئی نہیں اور میں کوئی خصلت خیر کی ایسی نہیں جانتا جو اللہ تعالی نے پیدا کی ہو مگر وہ ابن المبارک میں رکھ دی . (تاریخ بغداد ۱۰/۱۵۷)

ابن عیینہ نے فرمایا: میں نے صحابہ کے حالات میں غور کیا تو ان میں اور ابن المبارک میں صرف اتنا فرق پایا کہ صحابہ کو آنحضرت ﷺ کی صحبت حاصل تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ کی شرکت. (ایضا ۱۰/۱۶۳) دیکھئے مسند عبداللہ بن مبارک کا مقدمہ

صفات : ابن المبارک میں یہ صفات تھیں: گمنامی کو پسند کرتے تھے، تنہائی پسند تھے، گھر میں رہنا پسند کرتے تھے، اللہ تعالی سے بہت ڈرنے والے اور احتیاط کرنے والے تھے، اللہ کے خوف سے رونے والے تھے، بہت متواضع تھے، بہت سخی اور خرچ کرنے والے تھے، لوگوں کے بڑے بڑے قرض ادا کردیا کرتے تھے، ہر سال فقراء پر ایک لاکھ خرچ کیا کرتے تھے، تجارت کرتے تھے محدثین اور اہل علم کی خدمت اور مدد کیلئے، کبھی فرمایا: اگر پانچ نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا: دونوں سفیان، فضیل، ابن السماک، ابن علیہ، فصیح و بلیغ تھے، بڑے بہادر اور شجاع تھے، مستجاب الدعوات تھے، کم گو تھے، غیر ضروری بات نہیں کرتے، اپنے ساتھیوں سے زیادہ اختلاف نہیں کرتے، قیام اللیل کے عادی تھے، شاعر تھے، حج بھی کرتے. (دیکھئے مقدمۂ کتاب الزہد والرقائق للمحدث الاعظمیؒ وتہذیب لابن حجرؒ ۵/۳۳۸)

تصنیفات : کتاب السنن فی الفقہ، کتاب التفسیر، کتاب التاریخ، کتاب الزہد، کتاب البر و الصلۃ . (مقدمہ کتاب الزہد ۳۰)

فضیل بن عیاض کے نام ۱۷۷ھ میں یہ اشعار بھیجے وہ پڑھ کر رو پڑے اور فرمایا: سچ کہا اور نصیحت کی :

یا عابدَ الحرمین لو أبصرتَنا — لعلمتَ أنک فی العبادة تلعَبُ
من کان یخضب خدَّہ بدموعہ — فنُحورُنا بدمائنا تتخَضّبُ
أو کان یُتعب خیلَہ فی باطل — فخیولُنا یوم الصبیحة تتعَب

الی آخر الأبیات . (مناقب کردری ۴۵۴ وذیل الجواہر المضیۃ ۵۳۳)

عجائب : شام میں ایک شخص سے قلم عاریت پر لیا تھا، بھول کر خراسان آگئے، جب اپنے پاس پایا تو اس کو دینے کیلئے شام گئے اور دے کر آئے .

ایک نابینا آدمی کے پاس سے گزرے، اس نے دعا کی درخواست کی، دعا کردی، اس کی بینائی اللہ تعالی نے لوٹا دی .

اس طرح کی بے شمار کرامات ان سے صادر ہوئیں، ابدال میں شمار ہوتے تھے .

وفات : غزوہ سے واپس ہوتے ہوئے ۱۸۱ھ میں رمضان میں مقام ہیت میں انتقال ہوا، عمر شریف ۶۳ سال تھی . (تہذیب ۵/۳۴۰)

انتقال کے وقت نصیر نے کہا: ابوعبدالرحمٰن لا الہ الا اللہ پڑھئے، فرمایا: اے نصیر دیکھ رہے ہو بات کرنا کتنا مشکل ہے، جب سنو کہ ایک دفعہ میں نے پڑھ لیا تو دوبارہ پڑھنے کو مت کہنا الا یہ کہ میں بات چیت کرلوں، لوگ پسند کرتے تھے کہ بندہ کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہو.

(صفۃ الصفوۃ ۴/۱۲۲) مقدمۂ کتاب الزہد والرقائق ص۴۴ للمحدث الاعظمیؒ)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: واللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں اللہ کیلئے، اور اس محبت کی وجہ سے میں خیر کی امید رکھتا ہوں اسلئے کہ اللہ تعالے نے یہ صفات دی تھیں، تقوی، عبادت، اخلاص، جہاد، علم کی وسعت، اتقان، غمخواری، جوانمردی، اور عمدہ صفات . (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۰۲)

ہم بھی ان بڑوں سے اللہ کیلئے محبت کرتے ہیں اور اس پر نجات کی امید رکھتے ہیں .

(۵)

ابوعلی حسن بن زیاد لؤلؤی کوفی انصاریؒ

فقیہ، محدث، مجتہد

ولادت ۱۱۶ھ تقریبا   وفات ۲۰۴ھ   عمر ۸۸سال

نسب وخاندان: آپ اصلاعراقی ہیں، نبطی ہیں، نَبط ایک خاندان ہے عراق کا رہنے والا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک خدیث میں آیا ہے کہ ہم قریش کے لوگ نبط سے تعلق رکھتے ہیں، کوثی کے لوگوں میں سے ہیں، عراق کے کوثی سواد عراق کے اصل ہیں، انہی میں ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پیدا ہوئے، اسماعیل علیہ السلام مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور عربی ہوگئے۔

حسن بن زیاد کوفہ میں پیدا ہوئے پھر بغداد چلے گئے باپ دادا موتیوں کا کاروبار کرتے تھے اسلئے لؤلؤی کہلائے، انصار سے عقد مولات کی وجہ سے انصاری بھی کہلاتے ہیں۔

سن ولادت: سنۂ ولادت تحقیق کے ساتھ معلوم نہیں، صاحب ہدایہ کے شاگرد برہان الدین زرنوجیؒ نے تعلیم المتعلم میں یہ لکھا ہے کہ حسن بن زیاد چالیس سال تک علم حاصل کرتے رہے اور تعلیم وافتاء میں چالیس سال تک لگے رہے، مجموعہ اسی سال ہوا اگر تعلیم کی ابتداء آٹھ سال کی عمر سے مانی جائے تو سنۂ ولادت تقریبا ۱۱۶ھ ہوگا۔

اساتذہ اور تحصیل علم: حسن بن زیاد امام ابوحنیفہؒ کے ابتدائی شاگردوں میں سے نہیں ہیں، شروع میں امام ابوحنیفہؒ سے علم حاصل کیا پھر امام زفرؒ، امام ابو یوسفؒ داود بن نصیر اور حماد ابن ابوحنیفہؒ سے تعلیم کی تکمیل کی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بن زیاد بھی ان شاگردوں میں ہیں جن کو امام ابوحنیفہؒ خرچہ دیا کرتے تھے، کیونکہ ان کے والد نے آکر یہ کہا تھا کہ میرے یہاں بچیاں ہیں، ان کے سوا کوئی بیٹا نہیں، امام صاحب نے حسن سے فرمایا:

لگے رہو میں نے کسی فقیہ کو کبھی فقیر نہیں دیکھا، اور خرچہ دیتے رہے یہاں تک کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوگئے، دیگر بہت سے محدثین سے حدیثیں بھی سنیں، جیسے عبد الملک بن جریج، مالک بن مغول، وکیع، حسن بن عمارہ، عیسی بن عمر جو امام حمزہ کے بعد کوفہ کے قاری تھے امام عاصم اور ابوعمرو بصری کے شاگرد تھے وغیرہم، صرف ابن جریج سے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) ایسی حدیثیں لکھیں جنکی فقہاء کو ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ صیمری اور خطیب وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

اسحاق بن بھلول نے اپنے حافظہ سے بغداد میں پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) سے زیادہ حدیثیں بیان فرمائیں، یہ اسحاق ابو یعقوب' حسن بن زیاد اور ھیثم بن موسی تلمیذ امام ابو یوسف کے شاگرد تھے، محمد بن شجاع نے اپنی تصنیفات میں ستر (۷۰) ہزار سے زیادہ حدیثیں ذکر کی ہیں، یہ بھی حسن بن زیاد کے مشہور تر شاگردوں میں ہیں۔

علامہ کوثریؒ نے الامتاع میں حسن بن زیاد کی ساٹھ (۶۰) حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جنکو محدث عفیف الدین نے منتخب کیا، کیونکہ ان کی کوئی کتاب حدیث میں طبع نہیں ہوئی ہے، ان احادیث کو حسن امام ابوحنیفہؒ سے نقل فرماتے ہیں۔

قضاء اور اس سے براءت: حفص بن غیاث کے بعد ۱۹۴ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے، لیکن قضاء کیلئے بیٹھتے تو سب کچھ بھول جاتے، ساتھیوں سے پوچھ کر فیصلہ کرتے، پھر جب واپس آتے تو حافظہ ٹھیک ہوجاتا، حاکم بکائی نے کہا: مستعفی ہوجایئے تو مستعفی ہوگئے، اس میں بڑی خیر ہوئی، شاید اللہ تعالے کے خوف کی وجہ سے بھول جاتے تھے۔

تصنیفات: امام حسن بن زیاد کی تصنیفات بہت ہیں: (۱)۔ مسند حسن بن زیاد، اس میں وہ حدیثیں بھی ہیں جو امام اعظمؒ سے روایت کی ہیں، اس کو کتاب المجرد لابی حنیفہ کہتے ہیں، اسی کی ساٹھ (۶۰) احادیث محدث عفیف الدین نے منتخب کی ہیں۔ (۲)۔ کتاب ادب القاضی (۳)۔ کتاب الخصال (۴)۔ کتاب معانی الایمان (۵)۔ کتاب

النفقات (۶)۔ کتاب الخراج (۷)۔ کتاب الفرائض وغیر ذلک

تلامذہ : آپ سے استفادہ کرنے والے یہ حضرات ہیں: فتح بن عمرو کشی، ابوہشام رفاعی، نصیر بن یحی بلخی، قاضی محمد بن سماعہ، حافظ اسحاق بن بھلول تنوخی، اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ، خلف بن ایوب بلخی، ہارون رشید، مامون، امام محمد بن شجاع ثلجی، محمد بن مقاتل رازی وغیرہم.

علماء کے تعریفی کلمات : احمد بن عبدالحمید حارثی فرماتے ہیں: میں نے حن بن زیاد سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور قریب تر ماخذ والا اور نرم جانب والا کسی کو نہیں پایا. اھ (یعنی ان سے استفادہ آسان تھا، نرم اخلاق والے تھے)، اپنے غلاموں کو وہی لباس پہناتے جو خود پہنتے تھے .

حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے فرمایا: امام حسن سنت سے محبت کرنے والے اور اس کا اتباع کرنے والے تھے، آنحضور ﷺ کی حدیث ہے کہ غلاموں کو ایسا لباس پہناؤ جیسا کہ تم خود پہنتے ہو، اَلبِسوھم مما تلبَسون، اس پر عمل کرتے ہوئے اپنے غلاموں کو ویسا ہی لباس پہناتے جیسا خود پہنتے تھے .

خلف بن ایوب محدث سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا، فرمایا: میں نہیں جانتا، اس نے کہا: کون جانتا ہے مجھے بتائیے؟ فرمایا: حسن بن زیاد کوفہ میں جانتے ہیں، اس نے کہا: کوفہ دور ہے، خلف نے فرمایا: جس کو دین کی فکر ہو اس کیلئے کوفہ قریب ہے .

نصیر بن یحی نے خلف سے پوچھا: آج کون حجت ہے؟ فرمایا: حسن بن زیاد، تین دفعہ یہی سوال کیا، تینوں مرتبہ یہی جواب دیا کہ حسن حجت ہیں .

حسن بن ابی مالک نے فرمایا: حسن بن زیاد جب امام ابو یوسفؒ کے پاس آتے تو امام ابو یوسفؒ کو اپنی فکر ہوجاتی .

حسن بن زیاد نے فرمایا: میں نے چالیس (۴۰) سال اس طرح گزارے کہ رات کو

چراغ میرے سامنے ہوتا .

یحی بن آدم محدث نے فرمایا: میں نے حسن بن زیاد سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا .

دن کا معمول : نصیر بن یحی تلمیذ حسن بن زیاد نے فرمایا: امام حسن نے اپنے دن کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا :

’’ صبح کی نماز کے بعد درس دیتے، فروعی مسائل میں زوال کے قریب تک مشغول رہتے، پھر گھر میں جاتے تو ظہر تک ضروریات سے فارغ ہو کر آجاتے، ظہر کے بعد عصر تک واقعات (واقع شدہ مسائل) میں مشغول رہتے، عصر کے بعد بیٹھتے تو لوگ ان کے سامنے اصول کے مسائل میں مناظرہ کرتے، مغرب کے بعد گھر میں جاتے پھر نکلتے تو لوگ مشکل مسائل میں مذاکرہ کرتے، عشاء کے بعد بیٹھتے تو وصیتوں اور گھروں کے مسائل میں غور کرتے، تہائی رات تک، علم میں غور کرنے سے سُست نہیں ہوتے، گھر میں جب تک کھانا کھاتے یا وضوء کرتے یا کسی اور کام میں مشغول ہوتے تو آپ کی باندی آپ کو مسائل پڑھ کر سناتی ‘‘ .

خوفِ خدا اور احتیاط : ایک دفعہ ایک مسئلہ میں غلطی ہوگئی اور سائل کو غلط جواب دے دیا، بعد میں متنبہ ہوا، مستفتی کا پتہ نہیں تھا کہ کہاں کا تھا تو کرایہ پر منادی لیکر اس سے اعلان کروایا کہ فلاں دن فلاں مسئلہ میں غلطی ہوگئی، فتوی پوچھنے والا حسن سے ملے، چند دن فتوی دینا بند کر دیا، پھر وہ مستفتی آیا اس کو صحیح جواب بتایا. اس کو صیمری اور ذہبی نے ذکر کیا.

تنبیہ : بعض لوگوں نے امام حسن بن زیاد پر کچھ اعتراضات بھی کئے ہیں، امام کوثریؒ نے الامتاع میں اس کا جواب دیا ہے. (الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع للکوثریؒ ص۴۰)

امام ذہبی نے تاریخ اسلام میں فرمایا: خطیب نے ان کے تذکرہ میں کچھ ایسی باتیں ذکر کی ہیں جن کا تذکرہ مناسب نہیں. اھ خطیب اور ابن حجر نے لسان المیزان میں انکو ذکر کیا،

لیکن ذہبی نے ان سے احتراز کیا کیونکہ وہ ذہبی کے یہاں معتبر نہیں .

ابوعوانہ نے اپنی مستخرج میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حسن بن زیاد کی روایت ذکر کی ہے، مسلمہ بن قاسم نے فرمایا کہ ثقہ تھے، ابن حبان نے کتاب الثقات میں انکو ذکر کیا جیسا کہ کشف الاستار میں ہے، علامہ عینیؒ نے مغانی میں لکھا کہ حسن بن زیاد سنت سے بہت محبت کرتے تھے، دین متین میں مشہور تھے، بہت حدیث اور فقہ والے تھے، پاک نفس تھے.

ملاعلی قاری نے طبقات میں لکھا ہے کہ حسن بن زیاد امت کے مجددین میں سے ہیں.

وفات : ۲۰۴ھ میں حسن بن زیاد کا انتقال ہوا، اسی سال حسن بن ابی مالک کا بھی انتقال ہوا، اسی سال امام شافعیؒ بھی دنیا سے تشریف لے گئے. رحمہم اللہ تعالے رحمۃ واسعۃ

نوٹ: امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کے اوپر غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب کیلئے دیکھئے مولانا ظہور احمد الحسینی کی تصنیف (تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام)

(۶)

داود بن نُصیر طائی ابوسلیمان کوفی فقیہ زاہد

ولادت ؟ وفات ۱۶۰ھ یا ۱۶۵ھ

اساتذہ :عبدالملک بن عمیر، اسماعیل بن ابی خالد، حُمید طویل، سعد بن سعید انصاری، محمد بن ابی لیلی، سلیمان اعمش وغیرہم (امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی)

تلامذہ: عبداللہ بن ادریس، سفیان بن عیینہ، ابن علیہ، مصعب بن مقدام، اسحاق بن منصور سلولی، وکیع، ابونعیم وغیرہم.

ابن عیینہ نے فرمایا: داود نے علم وفقہ کو حاصل کرلیا تھا، پھر عبادت میں لگ گئے،

(علم کتاب وسنت کے علم کو کہتے ہیں).

عطاء بن مسلم نے فرمایا: ہم داود کے گھر میں جاتے (تو دیکھتے) کہ انکے گھر میں صرف بوریا یعنی چٹائی ہے اور کچی اینٹ جس کو تکیہ بنائے ہوئے ہیں اور ایک ڈبہ ہے جس میں روٹی ہے اور ایک لوٹا ہے جس سے وضوء کرتے ہیں اور اسی سے پانی بھی پیتے ہیں.

امام ابوداود نے فرمایا: داود طائی نے اپنی کتابیں دفن کردی تھیں، ابن معین نے فرمایا: ثقہ ہیں، امام بخاری نے فرمایا: ثوری کے بعد انتقال ہوا، سفیان ثوری جب آپ کا تذکرہ کرتے تو فرماتے: داود طائی نے اپنے کام کو جان لیا ہے.

محارب بن دثار نے فرمایا: داود طائی اگر گزشتہ امتوں میں ہوتے تو اللہ تعالی انکا قصہ ہم کو سناتے، ابن حبان نے ثقات میں ان کو ذکر کیا ہے. (تہذیب التہذیب ۳/۱۸۲)

امام ذہبیؒ نے فرمایا: داود بن نُصیر طائی بڑے زاہدوں میں سے ہیں، بلا اختلاف ثقہ ہیں و هو ثقة بلا نزاع . (میزان الاعتدال ۲/۲۱)

امام حافظ الدین کردریؒ نے اپنے مناقب میں داود طائی کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے، اس میں سے کچھ یہ ہے، لکھتے ہیں: عمر بن ذر نے فرمایا: اگر صحابہ میں ہوتے تو سب پر فائق ہوتے، داود بن نصیر طائی کوفی ہیں، اصلا خراسان کے ہیں.

اسحاق نے (عبداللہ بن) داود سے امام اعظم کے شاگردوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ابویوسف، زفر، داود، عافیہ اودی، اسد بن عمرو، علی بن مُسہر، یحی بن زائدہ، قاسم بن معن، پھر اگر داود کو زمین والوں کے مقابلہ میں وزن کیا جائے تو فضیلت وصلاحیت میں ان پر بھاری ہوجائیں گے.

ولید بن عقبہ فرماتے ہیں: داود کے پاس ہر رات دو روٹیاں ہوتی تھیں جن پر افطار کرتے، ایک رات کھجور کے ایک ٹکڑے پر افطار کیا، ان کا غلام دیکھ رہا تھا، پھر نماز پڑھی

یہاں تک کہ صبح کی، پھر دن کو روزہ رکھا، افطار کا وقت ہوا تو دونوں روٹیوں کو دیکھ کر فرمایا: اے نفس رات کو تجھ کو کھجور کی خواہش ہوئی تو میں نے تم کو کھجور کھلادی، اب پھر تم کو خواہش ہو رہی ہے اب تم کو کھجور کبھی نہیں کھلاؤں گا.

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میرا اور زفر کا امام اعظم سے ایک مسئلہ کی روایت میں اختلاف ہوا ہم دونوں داود کے پاس گئے تو ان کو گرانی ہوئی کیونکہ عبادت میں مشغول تھے، ہم نے کہا ایک مسئلہ درپیش ہے، تو فرمایا: (اس مسئلہ میں) امام صاحب پہلے امام زفر کا قول اختیار کئے ہوئے تھے، ہم نے ان سے گفتگو کی تو ابو یوسف کے قول کی طرف رجوع کرلیا.

پھر امام ابو یوسفؒ نے رہن کا ایک مشکل مسئلہ پوچھا تو جواب نہیں دیا، جب ہم اٹھے تو پکارا اور اس میں تیر کی طرح تیز گزر گئے، اور فرمایا: اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں نے اس طرح کے مسائل میں غور کرنا چھوڑ دیا ہے تو میں ہرگز جواب نہ دیتا.

حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں حماد بن ابوحنیفہ کے ساتھ داود کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا: لوگوں کو مجھ سے کیا مطلب؟ حماد نے چار سو درہم نکالے اور فرمایا: یہ میرے والد کی کمائی ہے میری نہیں، اس سے اپنی ضرورتیں پوری کیجئے، اسکو بہت برا سمجھا اور فرمایا: اگر کسی سے میں قبول کرتا تو تم سے قبول کرلیتا.

ابونعیم فرماتے ہیں کہ داود اہل عربیت کے ساتھ بیٹھے تو ان کے سردار ہوگئے، پھر قراء کے ساتھ بیٹھے تو ان کے بھی سردار ہوگئے، پھر محدثین کے ساتھ بیٹھے تو ان کے امام بن گئے، پھر امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ بیٹھے اور فقیہ بنے تو ان سے آگے کوئی نہیں جاسکا، پھر سب چھوڑ کر عبادت کیلئے فارغ ہوگئے تو پہاڑ بن گئے.

اسحاق بن منصور فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی آدمی نماز پڑھتا ہے اور اسکا گریبان کھلا ہوا ہے (یہ کیسا ہے؟) فرمایا: اگر داڑھی بڑی ہے تو کوئی حرج نہیں.

اسماعیل کہتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو روٹی کی خواہش نہیں، فرمایا: روٹی چبانے اور ستو پینے کے درمیان پچاس (۵۰) آیتوں کی قراءت ہوجاتی ہے.

ابن السماک فرماتے ہیں: مجھے وصیت کی تو فرمایا: دیکھو اللہ تعالیٰ تم کو اس کام میں نہ دیکھیں جس سے منع فرمایا، اور جس کا حکم دیا اس سے تم کو غائب نہ دیکھیں اور اللہ تعالیٰ سے شرم کرو کہ وہ تم سے قریب ہے اور تم پر قادر ہے.

ابو الربیع اعرج فرماتے ہیں: مجھ کو وصیت کی کہ موت تک روزہ رکھتے جاؤ، موت پر افطار کرنا، لوگوں سے ایسا بھاگو جیسے درندہ سے بھاگتے ہو، مسلمانوں کی جماعت کو مت چھوڑو اور ان کی سنتوں پر عمل کرتے رہو.

محمد بن سوید فرماتے ہیں کہ میں نے داود کو دیکھا صبح وشام ابوحنیفہ کے پاس جاتے تھے، جب عبادت کیلئے فارغ ہوگئے تو میں نے امام اعظم کو کئی دفعہ دیکھا کہ ان کی زیارت کو گئے.

عبد اللہ بن داود فرماتے ہیں کہ میں نے اس امت میں ان سے زیادہ محنت مجاہدہ کرنے والا کسی کو نہیں سنا.

عبداللہ بن صالح فرماتے ہیں کہ میں مرض الوفات میں ان کے یہاں گیا تو دیکھا کہ صرف ایک مٹکا ہے، پالش کیا ہوا، اس میں خشک روٹی ہے، ایک لوٹا ہے، ہجانی اینٹ ہے، جس کو تکیہ کے نیچے رکھتے ہیں، وہی انکا تکیہ اور ٹیک لگانے کی چیز ہے، گھر میں چٹائی تھوڑی زیادہ کچھ نہیں ہے.

عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: حقیقی زندگی وہی ہے جس پر داود تھے، یہ بھی فرمایا: داود جب قرآن پڑھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے رب کی طرف سے جواب سنتے ہیں.

موت کا سبب یہ ہوا کہ رات کو ایسی آیت پڑھی جس میں جہنم کا ذکر تھا، بار بار دہرایا، صبح کو لوگوں نے پایا کہ اینٹ پر (سر رکھ کر) انتقال فرماچکے.

صلت بن حکیم فرماتے ہیں کہ جس دن داود کا انتقال ہوا میں نے فرشتوں کو اور نور کو دیکھا، کہہ رہے ہیں کہ داود کے آنے پر جنت کو مزین کیا گیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ. (مناقب کردری ۴۶۵ وذیل الجواہر المضیئۃ للقاری ۵۴۷)

ابونعیم نے فرمایا ۱۶۰ھ میں انتقال ہوا، اور ابن نمیر نے فرمایا ۱۶۵ھ میں.
(تہذیب التہذیب ۱۸۶/۳)

(۷)

امام وکیع بن الجراح الرؤاسی الکوفی ابوسلیمان

ولادت ۱۲۸ھ یا ۱۲۹ھ   وفات ۱۹۶ھ یا ۱۹۷ھ

ولادت: ۱۲۹ھ (تذکرۃ الحفاظ ۲۲۴/۱) یا ۱۲۸ھ (تہذیب للحافظ، و قیل سنۃ سبع و قیل سنۃ تسع ۱۱۴/۱۱) (و مناقب کردری ص ٤٧٧)

رواس ایک قبیلہ ہے قیس غیلان کی شاخ، کہا گیا ہے کہ اصلا نیشاپور کے ایک گاؤں کے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ سغد کے تھے.

اساتذہ: ہشام بن عروہ، سلیمان اعمش، جعفر بن برقان، اسماعیل بن ابی خالد، ابن عون، ابن جریج، سفیان (ثوری)، اوزاعی اور بہت سے لوگوں سے، (امام ابوحنیفہؒ سے) بھی روایت کیا.

تلامذہ: عبداللہ بن مبارک، باوجودیکہ متقدم تھے، احمد (بن حنبل)، ابن المدینی، یحی بن معین، اسحاق، زہیر، ابوشیبہ کے دونوں بیٹے اور بہت سے لوگ آپکے شاگرد ہوئے. (تذکرۃ الحفاظ)

حالات: انکے والد بیت المال کے ذمہ دار تھے، ہارون رشید نے وکیع کو کوفہ کا قاضی بنانا چاہا لیکن انکار کردیا، سفیان ثوری کے انتقال کے بعد ان کے جانشین بنے، حماد بن زید کے سامنے امام وکیع کو جاتا دیکھ کر لوگوں نے کہا: یہ سفیان کے راوی ہیں، حماد نے فرمایا: اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ سفیان سے بڑھ کر ہیں، اپنی ماں سے ایک لاکھ درہم کے وارث بنے تھے.

سفر وحضر میں ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور ہر رات ایک قرآن ختم کرتے تھے، یحی بن معین نے فرمایا: امام وکیع اپنے زمانہ میں ایسے تھے جیسے امام اوزاعی اپنے زمانہ میں، ان سے افضل میں نے نہیں دیکھا، رات کو قیام کرتے، دن کو روزے رکھتے، امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوی دیتے تھے، یحی بن سعید قطان بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوی دیتے تھے.

ابن المبارک نے فرمایا: آج دونوں شہر (کوفہ اور بصرہ) کے (بڑے) آدمی وکیع بن الجراح ہیں.

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وکیع جیسا کبھی کسی کو نہیں دیکھا، حدیث یاد رکھتے تھے اور فقہ کا مذاکرہ کرتے تو خوب کرتے، ساتھ ہی پرہیزگاری اور مجاہدہ بھی تھا، کسی کے بارے میں بات نہیں کرتے.

مکہ مکرمہ آئے تو فضیل بن عیاض نے فرمایا: آپ تو عراق کے راہب (تارک دنیا) ہیں، کیوں اتنے موٹے ہیں؟ فرمایا: مسلمان ہونے پر خوشی کی وجہ سے، یہ کہہ کر ان کو خاموش کردیا. (تذکرۃ الحفاظ ۲۲۴/۱)

علی بن خشرم فرماتے ہیں: میں نے کبھی وکیع کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی، میں نے ان سے حافظہ کی دواء پوچھی تو فرمایا: گناہ کو چھوڑنا، حافظہ کیلئے اس جیسی کوئی چیز مجھے معلوم نہیں. اھ

ان کے زمانہ میں حدیث کیلئے انہی کی طرف سفر کیا جاتا تھا، مکہ مکرمہ پہونچے تو سب لوگ ان کی طرف آگئے، حالانکہ محدث عبدالرزاق صنعانی جیسے لوگ بھی تھے، سب کی مجلسیں

سونی ہوگئیں ۔

ابن سعد نے کہا: وکیع ثقہ، مامون اونچے درجہ کے عظیم الشان آدمی تھے، کثیر الحدیث حجت تھے، اس طرح کے اقوال بہت ہیں۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب ۱۱/۱۱۰ وبعدہ)

امام شافعیؒ نے فرمایا:

شکوتُ الی وکیع سوءَ حفظی فأوصٰی لی الی ترک المعاصی

فان الحفظَ فضلٌ من الله و فضلُ اللّٰه لا یُعطی لعاصی

(الجواہر المضیۃ ۲/۴۸۷) وفی الکردری : فان العلمَ فضلٌ من الله . (مناقب ۴۷۸)

وفات : ۱۹۷ھ میں حج سے واپس ہوتے ہوئے عاشوراء کے دن مقام فید میں انتقال ہوا ۔ (تذکرہ)

پیٹ کی بیماری لگ گئی تھی، بار بار اترتے تھے، اسی میں انتقال ہوا، پہاڑ میں دفن ہوئے، ان کی قبر اخیر میں ہے۔ (مناقب کردری ۴۸۰)

امام اعظم ابوحنیفہ سے تعلقات : عبدالقادر قرشی لکھتے ہیں: امام وکیع امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے، اور ان سے بہت سی چیزیں سنیں، صیمری نے وکیع کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنھوں نے امام اعظم سے استفادہ کیا ہے۔ (الجواہر المضیۃ ۲/۲۰۹)

شیخ محمد مرتضی زبیدیؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ وکیع کو امام ابوحنیفہ کی سب حدیثیں یاد تھیں اور امام سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں، اس کو محدث حافظ محمد بن حسن موصلی نے ذکر کیا ہے۔ (عقود الجواہر المنیفہ ۲۷)

امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوی دینا حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ گزرا۔

موفق مکیؒ لکھتے ہیں: یوسف صفار فرماتے ہیں: میں نے امام وکیع کو یہ فرماتے سنا کہ امام

ابوحنیفہؒ سے حدیث کے بارے میں ایسی احتیاط پائی گئی جو کسی اور سے نہیں پائی گئی۔

یحی بن معین فرماتے ہیں: امام وکیع امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ پرہیزگار اور صحیح دین والے تھے۔ (مناقب موفق ۱/۱۷۲)

امام کردریؒ نے لکھا ہے کہ امام وکیع نے امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ سے رائے (یعنی فقہ) کو سنا۔ (مناقب کردری ۴۷۷)

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: امام وکیع نے ہشام سے اور ..... امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ سے سنا۔ (ذیل الجواہر المضیۃ ۵۴۰)

خوارزمی نے جامع المسانید میں لکھا ہے کہ امام وکیع نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ حدیث نقل کی ہے، فرماتے ہیں مجھ سے عطاء نے، انھوں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے آپ نے فرمایا: اذا طلع النجم رفعت العاھة عن أھل کل بلدة، جب (ثریا) ستارہ (صبح کے وقت) طلوع ہوتا ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھ جاتی ہے۔ (جامع المسانید ۱/۱۳۸)

اور فرمایا کہ ابو محمد بخاری نے بھی وکیع سے امام ابوحنیفہؒ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (الوردۃ الحاضرۃ ص ۳۶۹ ومسند امام اعظم للحصکفی بشرح القاری ص ۳۶۰)

دوسری حدیث : وکیع قال حدثنا أبو حنیفه عن حماد عن ابراهیم فی الصّائم یتوضّأ فیدخل الماءُ حلقَه من وضوءه، قال: اِن کان ذاکراً لصومِه فعلیه القضاء و ان کان ناسیاً فلا شیءَ علیه . (مصنف ابن ابی شیبه ۳/ ۷۰)

وکیع عن أبی حنیفه عن حماد عن ابراهیم قال: سالته عن صلوة المؤذنین فوق المسجد لصلوة الامام و هو أسفل؟ قال یجزیهم . (مصنف ابن أبی شیبه ۲/ ۲۲۴ و فضائل أبی حنیفه وأخباره و مناقبه ۱۵۹ لابن أبی العوام السعدی)

خطیب نے امام ابو یوسفؒ کے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ ابن کرامہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن امام وکیع کے پاس تھے، ایک آدمی نے کہدیا: امام ابوحنیفہؒ نے غلطی کی، تو وکیع نے فرمایا: ابوحنیفہؒ کیسے غلطی کر سکتے ہیں جب کہ ان کے ساتھ ابو یوسف اور زفر جیسے قیاس کرنے والے ہیں اور یحی بن زائدہ، حفص بن غیاث، حبان، اور مندل جیسے حدیث کو یاد رکھنے والے ہیں، قاسم بن معن جیسے عربیت اور لغت والے ہیں، داود طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زہد وورع والے ہیں، جس کے ساتھ بیٹھنے والے ایسے ہوں وہ جلدی غلطی نہیں کر سکتا، اگر کرے گا تو یہ لوگ اس کو (صواب کی طرف) پھیر دیں گے. (تاریخ بغداد ۱۴/۲۴۷)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ امام وکیع کے دل میں عظمت وجلال والے تھے، اسی لئے ان کے قول پر فتوی دیتے تھے، اللہ تعالی ان سب سے راضی ہوجائے.

البتہ اگر کسی مسئلہ میں خبر ملتی کہ امام اعظم کا قول یا کسی اور کا حدیث صحیح کے خلاف ہے تو اس پر نکیر بھی کرتے اور یہ ہر حق پسند عالم کا طریقہ ہے.

امام ترمذی نے ذکر کیا کہ وکیع بن جراح نے یہ حدیث روایت کی، انّ النبی ﷺ

قلّد نعلين و أشعر الهدى فى الشق الأيمن بذى الحليفة و أماط عنه الدم ،

آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں ہدی کو قلادہ پہنایا اور داہنی جانب اشعار کیا (زخم کیا) اور خون کو دور کیا، تو فرمایا اس مسئلہ میں اہل الرائے کی بات مت ماننا، اشعار سنت ہے اور ان کا قول بدعت ہے. (ترمذی ۱/۱۸۱ باب ما جاء فی اشعار البدن)

یہ ایمانی غیرت ہے، ہر مسلمان میں ہونی چاہئے، نبی ﷺ کی سنت کے خلاف جب کوئی بات کرے تو اس پر غصہ ہونا چاہئے جیسے امام وکیع غصہ ہوئے جب ان کے سامنے امام ابوحنیفہؒ اور ابراہیم نخعی کی بات کسی نے پیش کی کہ اشعار مثلہ ہے، فرمایا: میں آنحضور ﷺ کی بات پیش کر رہا ہوں اور تم ابراہیم نخعی کی بات پیش کر رہے ہو. (ترمذی ایضا)

لیکن امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے علامہ عینیؒ نے یہ عذر پیش کیا کہ امام طحاویؒ۔ جو مذاہب کے بڑے عالم ہیں خاص طور سے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے مطلق اشعار کو مثلہ نہیں کہا ہے بلکہ اس اشعار کو جو انکے زمانہ میں لوگ مبالغہ کے ساتھ کیا کرتے تھے، جس میں زخم کے سرایت کرنے اور گہرا ہونے کی وجہ سے جانور کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا تھا، عام لوگ چونکہ حد کی رعایت نہیں کرتے تھے اسلئے ان کو روکنے کیلئے ایسا فرمایا، اصل اشعار سے منع نہیں فرمایا. (عمدۃ القاری ۱۰/۳۵)

امام وکیعؒ کا نظام الاوقات : خطیب بغدادی لکھتے ہیں: امام وکیع کے بیٹے نے فرمایا: میرے والد ہمیشہ روزہ رکھتے، اوقات کا نظام یہ تھا: صبح سویرے اٹھتے، نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر حلقۂ درس میں آتے، حدیث شریف کا درس دیتے، دن کافی چڑھ جاتا تو اٹھ کر گھر آتے، ظہر تک آرام کرتے، نماز ظہر کیلئے اٹھتے، نماز پڑھنے کے بعد اس سڑک کی طرف جاتے جدھر سے پانی بھرنے والے پکھالیں بھر بھر کر شہر کی طرف لاتے تھے، وہاں ہر ایک سے دریافت کرتے کہ قرآن اس کو کتنا یاد ہے، جسے یاد نہ ہوتا اس کو قرآن کی اتنی سورتیں یاد کراتے جو نماز میں پڑھنے کیلئے کافی ہوں، عصر تک یہی کام کرتے، نماز عصر اپنی مسجد میں پڑھتے، نماز کے بعد قرآن شریف کا درس دیتے، وقت بچتا تو ذکر اللہ میں مشغول ہوجاتے، نماز مغرب کے بعد گھر تشریف لاتے، افطاری کا کھانا حاضر کیا جاتا، کھانے کی مجموعی مقدار دس (۱۰) رطل سے کم نہ ہوتی، کھانہ کے بعد نبیذ نوش فرماتے، اس کی مقدار بھی دس رطل کے قریب ہوتی، حسب موقع تھوڑی تھوڑی نوش فرماتے، رات کو نماز پڑھنا شروع کرتے اور دو چار رکعتوں کے بعد نبیذ پیتے، نبیذ کا برتن خالی ہوجاتا تو سوجاتے، تہجد کی نماز کیلئے جب اٹھتے تو پورا گھر اٹھ جاتا حتی کہ حبشن نوکرانی بھی تہجد پڑھتی. (تاریخ بغداد ۱۳/۴۷۱)

(۸)

حافظ امام حفص بن غیاث نخعی کوفی ابوعُمر

بغداد و کوفہ کے قاضی

ولادت ۱۱۷ھ وفات ۱۹۴ھ

اساتذہ: ہشام بن عروہ، سلیمان اعمش، سفیان ثوری، جعفر صادق، ابن جریج، عبیداللہ بن عمر، سلیمان تیمی وغیرہم سے حدیث سنی (امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف سے بھی)۔

تلامذہ: بیٹے عمر بن حفص، احمد، اسحاق، علی بن مدینی، ابن معین، ابوداود حفری، یحی قطان، وغیرہم نے ان سے حدیث سنی۔

حالات: سلیمان اعمش کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ثقہ تھے، ۱۷۷ھ میں ساٹھ (۶۰) سال کی عمر میں بغداد کے قاضی بنائے گئے، دو سال رہے پھر معزول ہوگئے، اسکے بعد کوفہ کے قاضی ہوئے اور تیرہ (۱۳) سال تک رہے، نسائی اور ابن خراش نے ان کی توثیق کی ہے، ابن معین اور عجلی نے بھی، خطیب نے فرمایا: حفص بہت حدیث والے حافظ ثبت تھے، جن مشائخ سے حدیثیں سنیں ان کے یہاں ان کا اونچا مقام تھا۔ (الجواہر المضیئۃ ۱/۲۲۳)

بغداد اور کوفہ میں جو حدیثیں بیان کیں سب حافظہ سے بیان کیں، کبھی کتاب نہیں نکالی، تین یا چار ہزار حدیثیں لوگوں نے ان سے لکھیں۔

عرب کے سخی آدمی تھے، پہلے تنگ دست تھے، پھر قضاء کو قبول کیا اور خوشحال ہوئے، فرمایا: میں نے قضاء کو قبول نہیں کیا یہاں تک کہ میرے مردار حلال ہوگیا (یعنی اضطرار کی حالت کو پہونچ گیا)، پھر اخیر میں جب انتقال ہوا تو ایک درہم بھی نہیں چھوڑا، اور ان پر نوسو

درہم کا قرضہ تھا، کہا جاتا ہے کہ ان پر قضاء ختم ہوگئی۔

فیصلہ میں انصاف کرتے تھے، زبیدہ کے وکیل پر کسی کا قرضہ ثابت ہوا تو اس کو قید کیا، اس پر زبیدہ نے ہارون رشید سے اصرار کیا کہ ان کو معزول کیجئے تو حفص کو معزول کر کے ان کی جگہ امام ابویوسفؒ کو رکھا اور ان کو کوفہ کا قاضی بنایا، وہاں تیرہ (۱۳) سال تک قاضی رہے، جب انتقال ہوا تو ان کی جگہ حسن بن زیاد لؤلؤی قاضی بنائے گئے۔

حفص جب قاضی ہوئے تو امام ابویوسفؒ نے لوگوں سے کہا کہ دفتر نکالو اور انکے نادر فیصلے لکھو (طنزاً کہا)، جب انکے فیصلے سامنے آئے تو دوستوں نے امام ابویوسف سے پوچھا: کہاں ہیں ان کے نوادر؟ فرمایا: اللہ تم پر رحم فرمائے، انھوں نے اللہ کو راضی کرنے کا اردہ کیا تو اللہ تعالے نے ان کو توفیق دی (تہذیب للحافظ)، کردری میں ہے کہ فرمایا: اللہ تعالی صلوۃ اللیل کو ضائع نہیں کرتے۔ (مناقب ۴۸۲)

ایک روایت میں ہے بشر بن ولید فرماتے ہیں کہ حفص کو قاضی امام ابویوسفؒ کے مشورہ کے بغیر بنایا گیا تھا تو ان کو گرانی ہوئی مجھ سے اور حسن بن زیاد سے فرمایا: کہ ان کے فیصلوں کو تلاش کرو، جب دیکھا تو فرمایا: یہ تو ابن ابی لیلی کے فیصلے ہیں، پھر کہا: شروط و سجلات دیکھو، جب دیکھا تو فرمایا کہ انکی اور ان جیسوں کی صلوۃ اللیل کی وجہ سے مدد ہوئی۔

امام وکیع سے جب کچھ پوچھا جاتا تو فرماتے: جاؤ ہمارے قاضی سے پوچھو۔ اھ باوجودیکہ قاضی ہونے کے بعد ان سے بات چیت بند کردی تھی، پھر بھی ان کے قول پر اعتماد کرتے تھے۔

کردری لکھتے ہیں کہ ہارون رشید نے قاضی بنانے کیلئے تین عالموں کو بلایا، عبداللہ بن ادریس، وکیع اور حفص بن غیاث، ابن ادریس نے کہا: السلام علیکم اور گر پڑے گویا کہ فالج ہوگیا، رشید نے کہا ان میں کوئی فائدہ نہیں، وکیع نے اپنی انگلی اٹھائی اور آنکھ پر رکھی اور فرمایا:

ایک سال سے میں نے اس سے دیکھا نہیں اور مطلب یہ تھا کہ انگلی سے دیکھا نہیں، ان کو بھی چھوڑ دیا، حفص نے قبول کرلیا، فرمایا: اگر دین اور عیال نہ ہوتے تو نہ قبول کرتا. (مناقب ۴۸۱)

ایک دفعہ بیٹھے فیصلہ کررہے تھے اس دوران خلیفہ کا قاصد آگیا کہ بلا رہے ہیں فرمایا: فارغ ہوکر آؤں گا ، پھر فارغ ہوکر گئے .

ایک دفعہ فرمایا: اگر قاضی ہونے پر میں خوش ہوں تو ہلاک ہوجاؤں.

ایک دفعہ بیمار ہوئے اور پندرہ (۱۵) دن قضاء کیلئے نہیں گئے تو پندرہ دن کا وظیفہ ایک سو پچاس (۱۵۰) درہم اپنے بیٹے سے عامل کے پاس بھیج دیا کہ یہ مسلمان کا حق ہے، میرا اس میں کوئی حصہ نہیں .

امام اعظم کے ساتھ تعلق : امام حارثی نے بیان کیا کہ حفص بن غیاث' ثوری کے یہاں کم جاتے تھے اسلئے کہ انکو یہ پسند نہیں تھا کہ یہ امام ابوحنیفہ کے پاس جائیں اور ان کے پاس بیٹھیں، جب ان کو دیکھتے تو امام اعظمؒ کے ساتھ رہنے سے منع کرتے .

حفص کسی شیخ سے کوئی حدیث سنتے تو امام اعظم پر پیش کرتے ، امام صاحب اس کی تشریح کرتے اور معنی بیان کرتے ، اور امام جوزجانی کی روایت میں ہے کہ حفص نے فرمایا: میں نے امام صاحب سے انکے آثار کو سنا، میں نے کوئی دل امام صاحب کے دل سے زیادہ پاکیزہ نہیں دیکھا اور امام صاحب سے زیادہ دل کی خوبیوں اور خرابیوں کو جاننے والا بھی کسی کو نہیں دیکھا . اھ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کتاب الآثار امام اعظمؒ کی تصنیف ہے، ان سے ان کے شاگرد روایت کرتے ہیں، فتذکر

(امام اعظم اپنے جن شاگردوں سے بہت خوش تھے ان میں ایک یہ بھی ہیں، فرمایا: تم لوگ میرے دل کی مسرت کا سامان اور میرے غم کو دور کرنیوالے ہو. (الجواہر المضیئۃ ۲۲۲)

وفات: حفص کے بیٹے عمر فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت بیہوشی طاری ہوئی تو میں رونے لگا، (ہوش آنے پر) فرمایا: کیوں رو رہے تھے؟ میں نے کہا: آپ کے فراق پر اور اس مرتبہ پر، فرمایا: میں نے کبھی حرام کا کیلئے پائجامہ کا بند نہیں کھولا اور جب میرے سامنے دوخصم آئے تو میں نے یہ پرواہ نہیں کی کہ فیصلہ کس کے خلاف جاتا ہے .

۱۹۴ھ میں انتقال ہوا اور ان کی جگہ حسن بن زیاد قاضی بنائے گئے .

(مناقب کردری ۴۸۱ تا ۴۸۳ وتذکرۃ الحفاظ ۲۱۸/۱ و
تہذیب التہذیب ۳۷۴/۲ اور الجواہر المضیئۃ ۲۲۲/۱)

(۹)

حافظ فقیہ یحی بن زکریا بن ابی زائدہؒ خالد بن میمون بن فیروز الھمدانی الوادعی مولاھم ابوسعید الکوفی صاحب ابی حنیفہؒ

ولادت ۱۲۰ھ تقریبا وفات ۱۸۳ھ

میمون مسلمان تھے، فیروز غیر مسلم تھے، عمر بن عبداللہ الوادعی کوفی کے غلام تھے اسلئے وادعی کہلائے، تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی نے آپ کے نام کے ساتھ الحافظ الثبت المتقن الفقیہ کے الفاظ لکھے ہیں اور صاحب ابی حنیفہ بھی لکھا .

اساتذہ : ہشام بن عروہ، عبیداللہ بن عُمر العمری، سلیمان اعمش، ابن عون، یحی بن سعید انصاری، داود بن ابی ھند، اسماعیل بن ابی خالد اور اپنے والد سے روایت کیا.

تلامذہ : احمد بن حنبل، علی بن مدینی، یحی بن معین، یحی بن آدم، ابوداود حفری، احمد بن منیع

وغیرہم .

حالات :امام ذہبی لکھتے ہیں: امام تھے، کئی کتابوں کے مصنف، علی بن مدینی نے فرمایا: کوفہ میں سفیان ثوری کے بعد کوئی ان جیسا ثبت (مضبوط حافظہ والا) نہیں تھا، نیز فرمایا: علم ان کے زمانہ میں ان پر ختم تھا، سفیان بن عیینہ نے فرمایا: ہمارے یہاں ان دو جیسا کوئی نہیں آیا: ابن المبارک اور یحی بن ابی زائدہ، یحی قطان نے فرمایا: کوفہ میں کسی کی مخالفت ان سے زیادہ مجھ پر گراں نہیں تھی، مدائن کے قاضی ہوئے اور وہیں ان کا ۱۸۲ھ یا ۱۸۳ھ میں تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں انتقال ہوا . (تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۹۶)

امام احمد اور یحی بن معین نے فرمایا کہ ثقہ تھے، نسائی نے فرمایا: ثقہ ثبت تھے، ابن نمیر نے فرمایا: عبداللہ بن ادریس سے اتقان میں بڑھے ہوئے تھے، عثمان دارمی نے ابن معین سے پوچھا کہ اسماعیل بن زکریا آپکو زیادہ محبوب ہیں یا یحی بن ابی زائدہ؟ فرمایا: یحی، پوچھا دونوں برابر ہیں؟ فرمایا: نہیں، عجلی نے فرمایا: ثقہ ہیں، حدیث وفقہ دونوں کے جامع ہیں.

کوفہ میں سب سے پہلے کتابیں لکھیں، امام وکیع نے اپنی کتابیں انہی کے طریقہ پر لکھیں، کوفہ کے فقہاءِ محدثین میں ان کا شمار تھا. (تہذیب لابن حجر ۱۱/۱۸۴)

کردری لکھتے ہیں: بغداد گئے اور وہاں بھی حدیث سنائی.

خوارزمی نے صالح بن سھل سے نقل کیا کہ یحی اپنے زمانہ میں حدیث کے سب سے زیادہ یاد رکھنے والے اور سب سے بڑے فقیہ تھے، امام اعظم کے ساتھ بہت بیٹھتے تھے، دیندار پرہیزگار تھے، اسماعیل بن امام ابوحنیفہ نے فرمایا: حدیث میں معطّر دولہن کی طرح تھے. اھ

مدائن میں صرف چار مہینہ قاضی تھے، ہارون رشید نے مقرر کیا تھا، وہیں انتقال ہوا.

(مناقب کردری ۴۸۶)

عبدالقادر قرشی لکھتے ہیں کہ اسد بن فرات نے فرمایا: امام ابوحنیفہ کے شاگرد جنھوں نے

کتابیں تیار کیں چالیس (۴۰) آدمی تھے، ان میں سے دس (۱۰) جو سب سے آگے تھے ان میں یہ لوگ تھے: ابویوسف، زفر، داود طائی، اسد بن عمرو، یوسف بن خالد سمتی، یحی بن ابی زائدہ، یہی تیس (۳۰) سال تک ان کیلئے لکھتے تھے. (الجواہر المضیۃ ۲/۲۱۱)

(۱۰)

یحی بن سعید بن فروخ ابوسعید التیمی مولاھم

البصری القطان الامام العلم سید الحفاظ الاحول

ولادت ۱۲۰ھ وفات ۱۹۸ھ

امام ذہبی نے آپکو الامام العلم سید الحفاظ کے القاب سے متصف کیا. (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۱۸)

اور میزان الاعتدال کے دیباچہ میں فرماتے ہیں: جرح وتعدیل میں جس کا کلام سب سے پہلے جمع کیا گیا وہ یحی بن سعید قطان ہیں جن کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: میری آنکھوں نے ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا، ان کے بعد ان کے شاگردوں نے کلام کیا جیسے یحی بن معین، علی بن مدینی، احمد بن حنبل وغیرہ. (میزان ص۱)

ولادت : ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے.

اساتذہ :ہشام بن عروہ، عطاء بن السائب، حسین معلم، حمید طویل، سلیمان تیمی، شعبہ، ثوری، اوزاعی، مالک، یحی بن سعید انصاری، سلیمان اعمش، اور انکے طبقہ سے سنا اور خوب سنا.

تلامذہ :عبدالرحمٰن بن مہدی، عفان، مسدد، احمد، اسحاق، یحی بن معین، علی بن مدینی، بندار، اسحاق کوسج وغیرہ نے آپ سے حدیث سنی.

تعریفات :امام احمد کا قول گزر چکا، ابن معین نے فرمایا: مجھ سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا: تم اپنی آنکھوں سے یحی قطان جیسا نہیں دیکھو گے، علی بن مدینی نے فرمایا: میں نے کسی کو ان سے زیادہ رجال کا عالم نہیں دیکھا، بندار نے کہا: وہ اپنے زمانہ کے امام تھے، امام احمد نے فرمایا: بصرہ میں وہ تثبّت میں انتہاء پر تھے، ابن مہدی اور وکیع وغیرہ سے زیادہ ثبت تھے، ابن مہدی نے ان سے دو ہزار حدیثیں روایت کیں .

ابن معین نے فرمایا: بیس (۲۰) سال تک ہر رات قرآن ختم کرتے تھے، اور فرمایا: چالیس (۴۰) سال تک یہ معمول تھا کہ زوال کے وقت مسجد میں ہوتے، عجلی نے کہا: صاف ستھری حدیث والے تھے، صرف ثقہ ہی سے حدیث روایت کرتے تھے .

بندار نے یہ بھی کہا: میں بیس (۲۰) سال تک ان کے پاس آتا جاتا رہا، میں نہیں جانتا کہ انھوں نے کبھی اللہ تعالی کی نافرمانی کی، یحی بن معین فرماتے ہیں: جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو گر جاتے اور چہرہ زمین پر پڑ جاتا، اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں: میں دیکھتا کہ یحی قطان عصر پڑھ کر مسجد کے منارہ کی جڑ سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور ان کے سامنے علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، یحی بن معین، شاذکونی اور عمرو بن علی کھڑے رہتے اور ان سے حدیث کے بارے میں سوالات کرتے رہتے، بیٹھنے کی ہمت نہیں کرتے .

ابن منجویہ نے فرمایا: یحی اپنے زمانہ کے سرداروں میں تھے، علم، حفظ، ورع، فہم، دین اور فضل میں، انھوں نے ہی اہل عراق کے لئے فن حدیث کا راستہ ہموار کیا اور غور و فکر کر کے ثقہ اور ضعیف راویوں میں فرق کیا .

خلیلی نے کہا: بصرہ میں امام مالک کے سب سے بڑے شاگرد ثوری ان کے حافظہ پر تعجب کرتے تھے، تمام ائمۂ حدیث نے ان سے استدلال کیا، اور فرمایا: جس کو یحی چھوڑ دیں اس کو ہم بھی نہیں لیں گے .

عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا: ایک دفعہ سفیان نے فرمایا: کسی کو لاؤ تاکہ میں اس سے مذاکرہ کروں، میں یحی کو لایا، ان سے مذاکرہ کیا، ان کے جانے کے بعد فرمایا: عبدالرحمٰن! میں نے تم سے کسی انسان کو لانے کو کہا تھا تم تو کوئی شیطان لائے، سفیان انکے حافظہ سے حیران رہ گئے . (تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۔۲۱۸ وتہذیب ۱۱/۱۹۰)

امام اعظمؒ سے تعلق : عبدالقادر قرشی لکھتے ہیں: یحی بن معین نے فرمایا: یحی بن سعید قطان امام ابوحنیفہ کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ یحی بن معین نے فرمایا: میں نے یحی قطان کو سنا فرما رہے تھے: واللہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ بیٹھے اور ان سے سنا، بخدا جب میں انکو دیکھتا تو ایسا محسوس کرتا تھا کہ اللہ تعالی سے ڈر رہے ہیں . (الجواہر المضیئۃ ۲/۲۱۲)

امام ذہبی نے بھی وکیع کے تذکرہ میں یحی بن معین سے نقل کیا ہے کہ یحی قطان بھی وکیع کی طرح امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے . (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۲۴)

وفات :ابن سعد نے فرمایا: یحی ثقہ، قابل اعتماد، بلند مرتبہ، حجت تھے، صفر ۱۹۸ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے، ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے تھے. (الجواہر المضیئۃ ۲/۲۱۳)

صحیح بخاری میں مذکور حنفی رواۃ تلامیذ امام ابوحنیفہؒ

۱ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم ۱۸۳ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۱۳ و ۱۵ و ۲۷

۲ ابراہیم بن طہمان الہروی النیسابوری ۱۶۸ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخہ ۱/۶۰ و ۳۵۰

۳ ابراہیم بن محمد ابو اسحاق الفزاری الکوفی ۱۸۵ھ تلمیذ الامام وشیخ شیخ البخاری ۱/۱۲۸ و ۲۹۲

۴ اسباط بن محمد القرشی ابومحمد ۲۰۰ھ تلمیذ الامام ، شیخ شیوخ البخاری ۶۵۸/۲

۵ اسحاق بن ابراہیم ابن راہویہ الحنفی ۲۳۸ھ یروی عن الامام او اصحابہ ، شیخ البخاری ۱۸/۱ و ۴۸۷ و ۵۰۱

۶ اسحاق بن یوسف الازرق القرشی الواسطی ۱۹۵ھ تلمیذ الامام ، شیخ شیوخ البخاری ۲۲۴/۱ و ۴۶۷

۷ اسرائیل بن یونس السبیعی ابو یوسف الکوفی ۱۶۲ھ تلمیذ الامام ، شیخ شیوخ البخاری ۱۴/۱ و ۵۷ و ۷۴

۸ اسماعیل بن ابان الوراق الازدی الکوفی ۲۶۱ھ تلمیذ الامام و شیخ البخاری ۱۲۷/۱ و ۲۲۴

۹ اسماعیل بن ابی خالد البجلی الاحمسی الکوفی ۱۴۵ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۳/۱ و ۱۷ و ۱۹ و ۷۵

۱۰ ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی البصری ۱۳۱ھ تلمیذ الامام، شیخ شیوخ البخاری ۹/۱ و ۱۸ و ۲۰

۱۱ بشر بن المفضل الرقاشی البصری العابد ۱۸۶ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۶/۱ و ۵۶ و ۶۸

۱۲ جریر بن حازم الازدی البصری ۱۷۰ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۱/۱ و ۱۲۶ و ۱۸۵

۱۳ جریر بن عبد الحمید الضبی الکوفی محدث الری ۱۸۸ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۶/۱ و ۱۸۶

۱۴ جعفر بن عون المخزومی الکوفی ۲۰۶ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۱/۱ و ۸۸ و ۲۶۴

۱۵ حاتم بن اسماعیل الکوفی المدنی الحارثی ۱۸۶ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۳۱/۱ و ۲۱۴ و ۲۵۰

۱۶ حسین بن علی الجعفی الکوفی الزاہد القدوۃ ۲۰۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۹۳/۱ و ۴۶۹

۱۷ حفص بن غیاث النخعی الکوفی قاضی بغداد و الکوفہ ۱۹۴ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۴۰/۱ و ۵۰

۱۸ حماد بن اسامہ ابواسحاق الکوفی ۲۰۱ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۲۳/۱ و ۱۲۶

۱۹ حماد بن زید بن درہم الازدی البصری الازرق الضریر ۱۷۹ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۹/۱ و ۲۱

۲۰ حماد بن سلمہ بن دینار ابوسلمہ البصری البزاز ۱۶۷ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۰۲/۱ و ۲۳۲

۲۱ حنظلہ بن ابی سفیان المکی الحافظ ۱۵۱ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۶/۱ و ۱۱۹

۲۲ خالد بن عبد اللہ الطحان الواسطی المزنی ۱۷۹ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۰۲/۱ و ۱۴۱

۲۳ خلّاد بن یحیی بن صفوان السلمی الکوفی ۲۱۳ھ تلمیذ الامام و شیخ البخاری و شیوخہ ۶۳/۱ و ۶۴ ۹۲۷/۲

۲۴ داود بن رُشید الخوارزمی الہاشمی ابوالفضل ۲۳۹ھ تلمیذ الامام و اصحابہ و شیخ شیخ البخاری ۹۹۳/۲

۲۵ داود بن عبد الرحمٰن العطار العبدی المکی ابوسلیمان ۱۷۴ھ شیخ الامام و تلمیذہ و شیخ شیخ البخاری ۱۰۰/۱

۲۶ روح بن عبادہ القیسی البصری ابومحمد ۲۰۵ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۲/۱ و ۵۲

۲۷ زائدہ بن قدامہ الثقفی الکوفی ابوالصلت ۱۶۱ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۴۱/۱ و ۸۱

۲۸ زکریا بن ابی زائدہ الوادعی الکوفی ابویحیی ۱۴۸ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۳/۱ و ۳۳

۲۹ زہیر بن معاویہ الجعفی الکوفی ابوخیثمہ محدث الجزیرۃ ۱۷۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱۰/۱ و ۳۶

۳۰ سعید بن ابی عروبہ مھران البصری العدوی ابوالنضر ۱۵۶ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۱۰۳ و ۲۹۷

۳۱ سفیان بن سعید الکوفی ابوعبداللہ الثوری ۱۶۱ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۱۱۹ و ۱۲۲

۳۲ سفیان بن عیینہ الھلالی الکوفی ابومحمد محدث الحرم ۱۹۸ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۱۶ و ۱۷ و ۲۲

۳۳ سلام بن سلیم الکوفی ابوالاحوص ۱۷۹ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۱۰۴ و ۱۳۴

۳۴ سلام بن ابی مطیع الخزاعی البصری ابوسعید ۱۶۴ھ تلمیذ الامام و شیخ شیخ البخاری ۲/۹۴۳ و ۷۵۷

۳۵ سلیمان بن حیان الکوفی ابوخالد الاحمر ۱۹۰ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۶۱ و ۲۶۲

۳۶ سلیمان بن طرخان التیمی البصری ابوالمعتمر ۱۴۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیخ البخاری ۱/۷۵ و ۸۷

۳۷ سلیمان بن فیروز الکوفی الشیبانی ابواسحاق ۱۳۸ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۴ و ۴۷

۳۸ شبابۃ بن سوار الفزاری المدائنی ابوعمر ۲۵۴ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۷ و ۱۲۳

۳۹ شعبہ بن الحجاج الازدی الواسطی محدث البصرۃ ابوبسطام ۱۶۰ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۹ و ۱۰۲

۴۰ شیبان بن عبدالرحمٰن ابومعاویہ النحوی نزیل الکوفہ ۱۶۴ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۲۱ و ۲۲ و ۳۰

۴۱ ضحاک بن مخلد ابوعاصم النبیل البصری ۲۱۲ھ تلمیذ الامام و شیخ البخاری و شیوخہ ۱/۶۔ ۱۲۵ و ۲۵۰ وغیرھما

۴۲ طلق بن غنّام بن معاویۃ الکوفی ۲۱۱ھ تلمیذ الامام و شیخ البخاری ۲/۶۸۶ و ۷۰۲

۴۳ عبّاد بن عباد بن حبیب البصری ۱۸۱ھ تلمیذ الامام و شیخ البخاری و شیوخہ ۱/۷۵ و ۲/۱۰۹۰

۴۴ عباد بن العوام الکلابی الواسطی ۱۸۵ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۲۹ و ۲۹۱

۴۵ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن ابویحیی الحمانی الکوفی ۲۰۲ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۲/۷۷۵

۴۶ عبدالرحمٰن بن مھدی البصری اللؤلؤی العنبری ۱۹۸ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۵۶ و ۱۳۳

۴۷ عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی الحمیری ۲۱۱ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۱۱ و ۴۲

۴۸ عبدالعزیز بن ابی حازم المدنی ۱۸۴ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۶۳ و ۶۴ و ۷۱

۴۹ عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشون المدنی ۱۶۴ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۲۳ و ۳۲

۵۰ عبداللہ بن ادریس بن یزید الکوفی ۱۹۲ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۲۶ و ۲/۶۲۵ و ۵۶۷

۵۱ عبداللہ بن داود الخریبی الشعبی الکوفی ۲۱۲ھ تلمیذ الامام و شیخ البخاری ۱/۲۴ و ۶۶

۵۲ عبداللہ بن عون بن ارطبان المزنی البصری ۱۵۱ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۶۹ و ۱۳۴

۵۳ عبداللہ بن المبارک الحنظلی المروزی الترکی الاب الخوارزمی الام تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۲ و ۳۳ و ۳۶

۵۴ عبداللہ بن نمیر الھمدانی الکوفی ابوھشام ۱۹۹ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۸ و ۶۶

۵۵ عبداللہ بن یزید المقری العدوی العمری المکی ۲۱۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۸۷ و ۱۵۵

۵۶ عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج المکی ۱۵۰ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۴۳و۵۷
۵۷ عبدالواحد بن زیاد البصری ۱۸۶ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۱۰و۲۴و۳۶
۵۸ عبدالوارث بن سعید التیمی التنوری البصری ۱۸۰ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۱۷ و ۱۸ و ۲۱
۵۹ عبدۃ بن سلیمان ابومحمد الکوفی ۱۸۰ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۶۲ و۸۳و۱۹۲
۶۰ عبیداللہ بن عمر بن حفص العمری العدوی المدنی ۱۴۷ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۶۲ و۶۳ و ۶۸
۶۱ عبیداللہ بن موسی المقری العابد الکوفی العبسی ۲۱۳ھ تلمیذ الامام وشیخ البخاری وشیوخہ ۱/۶ و۲۴ و۵۲
۶۲ عُبیدہ بن حمید الضبی التیمی الکوفی ۱۹۰ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۸۹۴و۹۴۵
۶۳ علی بن الجعد الجوہری الھاشمی ۲۳۰ھ تلمیذ الامام وابی یوسف وشیخ البخاری ۱/۱۳و۲۱
۶۴ علی بن مُسہر قاضی الموصل الکوفی ۱۸۹ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۴۴و۳۷و۱۴۶
۶۵ عمر بن حفص بن غیاث الکوفی ۲۲۲ھ تلمیذ الامام وشیخ البخاری ۱/۴۰و۵۰و۷۳
۶۶ عمرو بن دینار ابومحمد المکی عالم الحرم ۱۲۶ھ تلمیذ الامام وشیخہ وشیخ شیوخ البخاری ۱/۱۰۰ و ۱۱۳ و ۱۱۶
۶۷ عیسی بن یونس السبیعی الکوفی ۱۸۷ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۱۱۷و۱۶۰و۴۸۷
۶۸ الفضل بن دکین الملائی التاجر الکوفی ابونعیم ۲۱۹ھ تلمیذ الامام وشیخ البخاری ۱/۱۳و۲۳۰و ۲۳۲
۶۹ الفضل بن موسی السینانی (قریۃ بمرو) المروزی ابوعبداللہ ۱۹۲ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۴۱ و ۸۷ و۱۰۰

۷۰ فضیل بن سلیمان النمیری البصری ۱۸۶ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۶۹ و۲۰۸ و ۲۳۳
۷۱ فضیل بن عیاض الیربوعی المروزی شیخ الحرم ۱۸۷ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۲/۶۷۸ و۱۱۰۰
۷۲ فضیل بن غزوان الضبی الکوفی ۱۴۰ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۶۳ و۲۳۴ و ۲/ ۷۲۵
۷۳ القاسم بن مالک المزنی ابوجعفر الکوفی ۱۹۰ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۲۵۰ و ۲/۹۹۳
۷۴ قبیصہ بن عقبہ بن محمد الکوفی ۲۱۵ھ تلمیذ الامام وشیخ البخاری ۱/۱۰و۴۴ و۲/۹۹۹
۷۵ اللیث بن سعد المصری امام الحدیث والفقہ فی مصر ۱۷۵ھ تلمیذ الامام وشیخہ وشیخ شیوخ البخاری ۱/۳۳و۴۲ و۵۳
۷۶ مالک بن مغول الکوفی ابوعبداللہ ۱۵۹ھ تلمیذ الامام وشیخ شیخ شیوخ البخاری ۱/۳۹۰ و۵۰۳ و ۲/۶۰۲
۷۷ محمد بن بشر العبدی الکوفی ۲۰۳ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۳۴۳و۴۲۰و۵۲۰
۷۸ محمد بن الحسن بن عمران المزنی الواسطی ۲۲۲ھ تلمیذ الامام وشیخ شیخ البخاری ۱/۱۴
۷۹ محمد بن خازم ابومعاویہ الضریر الکوفی ۱۹۵ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۲۴و۳۵و۳۶
۸۰ محمد بن سابق التیمی الکوفی ثم البغدادی ۲۱۳ھ تلمیذ الامام وشیخ البخاری وشیوخہ ۱/۳۹۰و۵۰۳
۸۱ محمد بن سَلاَم البِیکندی محدث بخاریٰ ۲۲۵ھ تلمیذ الامام وشیخ البخاری ۱/۱۰و۲۱و۳۰
۸۲ محمد بن ابی عدی البصری محمد بن ابراہیم ۱۹۴ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۹۸و۲۱۰
۸۳ محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی ۱۹۵ھ تلمیذ الامام وشیخ شیوخ البخاری ۱/۱۰و۶۳و۸۳

۸۴ محمد بن میمون ابوحمزہ السکری المروزی ۸ ۱۶۷ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۱ و ۶۵ و ۱۷۵

۸۵ مخلد بن یزید القرشی الحرانی ابو یحی ۱۹۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۱۲۴ و ۳۱۸ و ۲۷۷

۸۶ مروان بن معاویہ الفزاری الکوفی ۱۹۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۸۷ و ۲۲۱ و ۲۵۱

۸۷ مِسعر بن کِدام الھلالی الکوفی ۵۵ ۱۵۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۳۳ و ۶۳ و ۱۰۶

۸۸ معافی بن عمران الموصلی الازدی ۱۸۵ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۱۳۸ و ۵۳۱

۸۹ مُعلّٰی بن منصور الرازی نزیل بغداد ۲۱۱ھ تلمیذ الامام و صاحبیہ و شیخ شیوخ البخاری ۱/۲۹۲ و ۷۰۵

۹۰ معمر بن راشد البصری الازدی عالم الیمن ۱۵۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۳ و ۱۱ و ۲۲ و ۳۷

۹۱ مغیرہ بن مقسم الضبی الکوفی الاعمی ۱۳۶ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۲/۷۵۵ و ۹۳۱

۹۲ مکی بن ابراہیم التمیمی الحنظلی البلخی ۲۱۵ھ تلمیذ الامام و شیخ البخاری ۱/۲۱ و ۱۷

(۲۲ میں سے گیارہ (۱۱) ثلاثیات ان سے مروی ہیں)

۹۳ نضر بن شمیل المازنی البصری اللغوی عالم مرو ۲۰۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۳۰ و ۳۲۹ و ۴۷۳

۹۴ نعیم بن حماد الخزاعی لمروزی الفرضی الاعور ۲۲۸ھ تلمیذ الامام و شیخ البخاری ۱/۵۶

۹۵ وضاح بن عبداللہ یشکری الواسطی البزار ابوعوانہ ۱۷۶ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۳ و ۱۴ و ۲۰

۹۶ وکیع بن الجراح الرواسی الکوفی محدث العراق ۱۹۶ھ تلمیذ الامام و کان یفتی بقولہ و شیخ شیوخ البخاری ۱/۲۹ و ۱۶۰

۹۷ ولید بن مسلم ابوالعباس الاموی القرشی الدمشقی ۱۹۴ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۷۹ و ۱۲۷

۹۸ وھب بن جریر ابوالعباس الازدی الاموی ۲۰۶ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۶۷ و ۸۶

۹۹ وھیب بن خالد الباھلی البصری الکرابیسی ۱۶۲ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۱۸ و ۳۱

۱۰۰ ھاشم بن القاسم ابوالنضر اللیثی الخراسانی البغدادی ۲۰۷ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۵۱ و ۲/ ۹۹۷

۱۰۱ ھشام بن یوسف ابوعبدالرحمٰن الصنعانی ۱۹۷ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۳ و ۹۱

۲۰۱ ھشیم بن بَشیر الواسطی نزیل بغداد ۱۸۶ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۸ و ۵۸

۳۰۱ یحی بن آدم ابوزکریا القرشی الاحول الکوفی ۲۰۳ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۲۴ و ۴۵۱

۴۰۱ یحی بن ایوب ابوالعباس الغافقی المصری ۱۶۸ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۹۰ و ۱۱۴

۵۰۱ یحی بن زکریا بن ابی زائدہ الوادعی الکوفی ۱۸۲ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۴۲۴ و ۵۷۷

۵۰۱ یحی بن سعید القطان التیمی البصری ۱۹۸ھ تلمیذ الامام و کان یفتی بقولہ و شیخ البخاری
۶۰۱ ۱/۵۲ ۵۸ و ۶۲

۷۰۱ یحی بن سلیمان الجعفی الکوفی المقری سکن مصر ۲۳۷ھ تلمیذ الامام و شیخ البخاری ۱/۶۴ و ۹۴ و ۱۳۵

۸۰۱ یزید بن زُریع ابومعاویہ البصری العیشی ۱۸۲ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۹۰ و ۱۲۰ و ۱۰۶

۹۰۱ یزید بن ھارون السلمی الواسطی ابوخالد ۲۰۶ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۲۷ و ۳۰ و ۵۵

۱۱۰ یونس بن یزید الایلی ۱۵۲ھ تلمیذ الامام و شیخ شیوخ البخاری ۱/۳ و ۱۶ و ۲۲ (۱۰۱ سے زیادہ)

مسانید امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

امام ابوحنیفہؒ کی احادیث مرویہ اگرچہ بہت زیادہ نہیں ہیں کیونکہ روایت حدیث کی شرطیں ان کے یہاں سخت تھیں اور وہ زیادہ استخرج مسائل میں مشغول رہے (کما مر)

لیکن ان کا مقام حدیث میں بہت بلند تھا اسلئے بہت سے محدثین نے امام ابوحنیفہ کی حدیثوں کو جمع کرنے کا اہتمام کیا اور ان میں بہت سے غیر حنفی ہیں، ان مجموعوں کا نام مسانید امام اعظم ہے، انکے جمع کرنے والوں نے اپنی اپنی سندیں امام ابوحنیفہ تک بیان کردیں.

شیخ محمد یوسف صالحی نے عقود الجمان میں امام ابوحنیفہ کے سترہ (۱۷) مسانید کو ذکر کیا اور ہر مُخرّج تک اپنی سند بھی بیان کردی ، وہ یہ ہیں :

(۱)۔ حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری المعروف بالاستاذ السبذمونی متوفی ۳۴۰ھ

(۲)۔ حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاھد العدل البغدادی المقریٔ الاخباری م ۳۸۰ھ

(۳)۔ حافظ ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسی بن عیسی البغدادی محدث العراق الامام الثقہ م ۳۷۹ھ

(۴)۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصبہانی الشافعی صاحب حلیۃ الاولیاء م ۴۳۰ھ

(۵)۔ قاضی ابوبکر محمد بن عبد الباقی الانصاری البغدادی الحنبلی ، مسند الدنیا ، قاضی المرستان (من اولاد کعب بن مالک الانصاری) م ۵۳۵ھ

(۶)۔ حافظ ابواحمد عبیداللہ بن عدی الجرجانی الشافعی (صاحب الکامل فی ضعفاء الرجال) م ۳۶۵ھ

(۷)۔ شیخ امام الحسین بن زیاد اللؤلؤی (براویۃ ابی الحسن محمد بن ابراھیم بن حبیش) م ۲۰۴ھ

(۸)۔ قاضی ابوالحسین عمر بن الحسن بن علی الأشنانی احد الحفاظ م ۳۳۹ھ

(۹)۔ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد بن حُلی الکلاعی [۱] (حُلی کذا فی العقود وفی جامع المسانید ۳۹۲/۲: خلی)

(۱۰)۔ حافظ ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی م ۵۲۶ھ

(۱۱)۔ القاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم صاحب ابی حنیفہؒ م ۱۸۳ھ

(۱۲)۔ الامام محمد بن حسن الشیبانی صاحب ابی حنیفہؒ م ۱۸۹ھ اسکو نسخہ محمد بن حسن کہتے ہیں

(۱۳)۔ الامام حماد بن الامام ابی حنیفہؒ صاحب ابی حنیفہؒ م ۱۷۶ھ

(۱۴)۔ الامام محمد بن حسن الشیبانی صاحب ابی حنیفہؒ م ۱۸۹ھ ، اس کا نام آثار ہے

(۱۵)۔ قاضی ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد بن یحی بن حارث السعدی م ۳۳۵ھ المعروف بابن ابی العوام

شیخ صالحی فرماتے ہیں: ان مسانید کی اکثر حدیثوں کو خوارزم کے قاضی اور خطیب امام محمد بن محمود بن محمد بن حسن خوارزمی نے اپنی جامع المسانید میں ذکر کردیا ہے.(عقود الجمان ۳۳۳)

رسالۃ الاوائل میں شیخ محمد سعید سنبل متوفی ۱۱۷۵ھ نے بھی ان پندرہ (۱۵) مسانید کو ذکر کیا ہے اور اپنی سند کا حوالہ دیا ہے، رسالۃ الاوائل کے ضمن میں ہم کو بھی ان مسانید کی روایت کی اجازت حاصل ہے ، فالحمد للہ علی ذلک .

اس کے بعد شیخ صالحی نے دو (۲) اور مسانید کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے :

(۱۶)۔ حافظ ابوبکر بن المقریٔ (محمد بن ابراھیم بن علی الاصبہانی المشہور بابن المقریٔ

---

[۱] اسکو جمع کرنے والے محمد بن خالد بن محمد وہبی ہیں جن کی وفات ۱۹۰ھ سے قبل ہوئی، انھوں نے اسکو امام اعظم سے روایت کیا، ان سے خالد بن خلی نے ان سے محمد نے ان سے انکے بیٹے احمد بن محمد نے، انکی طرف روایت کی وجہ سے شہرت ہوئی نہ کہ جمع کی وجہ سے. (دیکھئے جامع المسانید خوارزمی ۳۹۲/۲)

م ۳۸۰ھ. مقدمہ مسند ابن خسرو ۳۴) [1]

(۱۷)۔ حافظ ابوعلی بکری، ہمارے علم میں یہ آخری شخص ہیں جنھوں نے امام اعظمؒ کی مسانید کو جمع کیا. (عقود الجمان ۳۳۴)، انکے حالات معلوم نہیں ہوسکے. (مقدمہ مسند حارثی ص ۱۲)

پھر شیخ نے ان مسانید سے چالیس (۴۰) صحابۂ کرام کی چالیس حدیثوں کو ذکر فرمایا ص ۳۳۴ تا ۳۵۵، بلکہ اکتالیس (۴۱) حدیثیں ذکر کردیں جیسے امام نوویؒ نے اپنی اربعین میں چالیس سے دو تین حدیثیں زیادہ ذکر کردیں، تاکہ معلوم ہو کہ یہ عمل صرف ضعیف حدیث پر مبنی نہیں، کیونکہ من حفظ علی امتی اربعین حدیثا والی حدیث تعدد طرق کے باوجود محدثین کے یہاں ضعیف ہی ہے، کما علم فی موضعہ.

جامع المسانید للخوارزمی :

امام ابوالمؤید محمود بن محمد بن الحسن الخطیب اصلا عربی ہیں، خوارزم میں ۶۰۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۵۵ھ یا ۶۶۵ھ میں انتقال فرمایا، انھوں نے مذکورہ بالا پندرہ (۱۵) مسانید امام اعظم کو جمع کیا .

پوری کتاب چالیس (۴۰) ابواب پر مشتمل ہے، اسلئے کتاب کے شروع میں یہ حدیث ذکر کی: **من حفظ علی أمتی أربعین حدیثا من أمر دینها بعثه اللّٰه یوم القیامة فی زمرة الفقهاء یا کنت له شفیعا یوم القیامة الی غیر ذالک من الالفاظ .**

---

[1] حافظ ابن المقرئ اصفہانی متوفی ۳۸۰ھ یا ۳۸۱ھ، یہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی الخازن بڑے مشہور مصنف اور اکابر حفاظ میں سے ہیں، فن حدیث میں امام طحاوی کے شاگرد تھے اور ان سے انکی تصنیف شرح معانی الآثار کے راوی ہیں ،ابن المقرئ محدث اصبهان الامام الرحّال الحافظ الثقة وقد صنّف مسند أبی حنیفة (ذہبی) حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے، صرف مرفوع روایات پر مشتمل ہے. (حافظ فی تعجیل المنفعۃ ص ۶)

اس کے رجال کے حالات میں حافظ قاسم بن قطلو بغا نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس مسند کی احادیث کو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے (سخاوی) (مقدمۂ مسند امام اعظم اردو ص ۱۵)

اس کو چھ (۶) صحابۂ کرام سے اپنی سند سے بیان کیا، پھر باب اول امام اعظمؒ کے خاص فضائل میں جن میں انکا کوئی شریک نہیں، اس میں دس (۱۰) نوعیں ہیں، دوسرا باب اصحاب مسانید تک اپنی سندیں بیان کرنے میں، تیسرا باب ایمان سے متعلق باتوں میں جو عام طور سے فقہ میں نہیں ذکر کی جاتیں، اس میں چار فصلیں ہیں، پہلی فصل نیکیوں پر ابھارنے اور برائیوں سے روکنے میں، دوسری فصل ایمان اور قضاء وقدر، نیز شفاعت وغیرہ کی تصدیق کرنے میں، تیسری فصل دنیا سے بے رغبتی اور نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے اخلاق سے متصف اور آراستہ ہونے کے بیان میں، چوتھی فصل صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل میں .

چوتھا باب طہارت میں، یہاں سے مسانید کی ابتداء ہوتی ہے (ص ۲۳۰ سے)، انتالیسواں (۳۹) باب وصایا اور میراث میں ۲/۳۴۴ تک، چالیسواں (۴۰) باب ۲/۳۴۴ سے اِن مسانید کے مشائخ اور ان کے حالات کے بیان میں، ان کو حروف معجم کی ترتیب سے ذکر کیا ہے، یہ باب آخر کتاب تک چلا گیا، اس میں پانچ فصلیں ہیں: پہلی فصل ان صحابۂ کرام کے تذکرہ میں جن کی روایتیں ان مسانید میں آئی ہیں، دوسری فصل امام اعظم کے مشائخ کے ذکر میں خواہ صحابہ ہوں یا تابعین، ان کی تعداد تقریبا تین سو (۳۰۰) ہے، تیسری فصل امام اعظم کے شاگردوں کے بارے میں جنھوں نے ان مسانید میں ان سے روایت کی ہے، ان کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) یا اس سے زیادہ ہے، ان میں بعض لوگ ایسے ہیں جن سے امام شافعیؒ نے اپنی اُس مسند میں روایت کیا ہے جس کو ابو یعقوب اصم نے جمع کیا ہے، انکے تمام مشائخ اس مسند میں امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ وغیرہ ملا کر بتیس (۳۲) مشائخ ہیں .

اس میں ان لوگوں کا بھی ذکر ہے جن سے امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور ان کے اساتذہ نے روایت کی .

چوتھی فصل ان مسانید کو جمع کرنے والوں کے تذکرہ میں .

پانچویں فصل ان مسانید کے دیگر مشائخ کے تذکرہ میں .

اصل کتاب مسانید امام اعظم ۱/۲۳۰ سے شروع ہوئی اور پہلی جلد کے آخر ص ۵۵۸ تک گئی، پھر دوسری جلد کے ۲/۴۴۴ پر وصایا اور میراث کے بیان پر ختم ہوئی، اس طرح چھ سو بہتر (۶۷۲) صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، اور شروع اور آخر میں بھی بہت سے مفید مضامین کا اضافہ ہوا ہے، اسلئے یہ کتاب بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہے، کل صفحات ۵۵۸+۵۸۸= گیارہ سو سے زیادہ ہیں (۱۱۴۶) .

مسند حارثی: امام ابوعبداللہ عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث بن خلیل حارثی بخاری کلاباذی جو عبداللہ الاستاذ کے نام سے مشہور ہیں، ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۴۰ھ میں انتقال ہوا، انھوں نے امام اعظمؒ کی جو مسند جمع کی ہے وہ دو جلدوں میں چھپی ہے، اس کی کچھ خصوصیات ہیں اسلئے اس کی طرف علماء کرام نے خاص توجہ فرمائی ہے .

اس میں عام طور سے مرفوعات اور مرسل روایتیں بیان ہوئی ہیں، صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے فتاوی بہت کم ہیں، معلل سندوں اور سند کے بعض رجال پر کلام بھی ہے، امام صاحب کے شیوخ کی ترتیب پر ہے .

تلخیصات: ۱۔ اس مسند کی قاضی علامہ حصکفیؒ نے تلخیص اور اختصار کیا، یہ علامہ صدر الدین موسی بن زکریا بن محمد بن صاعد متوفی ۶۵۰ھ ہیں، انھوں نے امام اعظم سے نیچے کی سندوں کو حذف کیا اور ابن خسرو کی مسند حماد بن امام کی کچھ حدیثوں کو شامل کر دیا، دمیاطی ان کے شاگرد تھے .

۲۔ اس مسند کی تلخیص واختصار علامہ صدر الدین ابوعبداللہ محمد بن عباد خلاطی حنفی متوفی ۶۵۲ھ نے بھی کی اور اس کا نام رکھا " مقصد المسند " .

۳۔ اس کا اختصار قاضی القضاۃ محمد بن احمد بن مسعود قونوی دمشقی نے بھی کیا، یہ ابن السراج

سے مشہور تھے، اور ابواب فقہیہ پر ترتیب بھی دیا اور اس کا نام رکھا " **المعتمد فی أحاديث المسند** "، ابن السراج کا انتقال ۷۷۰ھ میں ہوا .

تبویب: ۱۔ ایک تبویب تو ابن السراج نے کی کما مر

۲۔ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اس کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا .

۳۔ شیخ محمد عابد سندھی متوفی ۱۲۵۷ھ نے بھی اس کو فقہ کی ترتیب پر جمع کیا اور شرح بھی کی .

۴۔ شیخ احمد عبدالرحمٰن بنّا جو ساعاتی سے مشہور ہیں اور الفتح الربانی کے مصنف ہیں انھوں نے مسند حصکفی کو ابواب پر مرتب کیا اور نام رکھا " **هداية المكتفى بترتيب أحاديث الحصكفى** ". (مسند حارثی کا مقدمہ ص ۲۵)

شروح: ۱۔ ملا علی قاری نے مسند حصکفی کی جو مسند حارثی کا اختصار ہے شرح کی اور ان کا نام رکھا، (**سند الانام فی شرح مسند الامام**)، مطبوع ہے .

۲۔ علامہ محمد عابد سندھیؒ م ۱۲۵۷ھ نے مسند حصکفی کو ابواب فقہیہ پر ترتیب دیکر اس کی بہترین شرح کی، اس کا نام رکھا (**المواهب اللطيفه فى الحرم المكى على مسند أبى حنيفه للامام الحصكفى**)، اس شرح کی علماء کرام نے بہت تعریف کی ہے کہ یہ ایک قیمتی خزانہ ہے، اس میں محدثانہ عظیم علوم ومباحث جمع کردئے گئے ہیں .

۳۔ محدث جلیل علامہ محمد حسن سنبھلیؒ م ۱۳۰۵ھ نے بھی مسند حصکفی کی عمدہ شرح لکھی، اس کا نام (**تنسيق النظام فى مسند الامام**) ہے ، ۱۳۰۹ھ میں اصح المطابع لکھنؤ سے شائع ہوئی، علماء اور محدثین نے اسکو بھی بہت پسند کیا، یہ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی متوفی ۱۳۰۴ھ کے ہم زمانہ تھے اور انہی کی طرح عالم فاضل تھے . (مقدمۂ مسند حارثی ص ۱۳۔۱۴ و ۲۴ از مولانا عبد الحفیظ مکی مدظلہ اور مولانا لطیف الرحمٰن بہرائچی مدظلہ)

اردو ترجمے: ۱۔ اِس مسند حصکفی کا اردو ترجمہ مولانا حبیب الرحمٰن ابن مولانا احمد علی

محدث سہارنپوریؒ نے کیا اور جابجا مختصر تشریحی اضافہ بھی کیا، یہ ترجمہ ۱۳۰۸ھ میں چھپا .

۲۔ دوسرا ترجمہ مولانا سعد خاں بن مولانا حیدر حسن خاں محدث ٹونکی نے کیا اور اس کی مفصل شرح بھی کی .

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ نے اس پر ایک قیمتی مقدمہ لکھا، اس سے ہم یہ فائدہ اٹھا رہے ہیں. (مقدمۂ مسند امام اعظم اردو ص ۲۷)

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں: محدث خوارزمیؒ نے امام حمادؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ نے حدیث کے جن مجموعوں کی امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے ان کو بھی مسند ہی کے نام سے ذکر کر دیا ہے، حالانکہ یہ سب کتاب الآثار (لابی حنیفہؒ) کے نسخے ہیں، اسی طرح حافظ ابو بکر کلاعی کی مسند بھی کوئی علیحدہ کتاب نہیں بلکہ وہی کتاب الآثار کا نسخہ ہے جس کو وہ اپنے جد محمود بن خالد وہبی التوفی قبل ۱۹۰ھ سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ خود محدث خوارزمی نے بھی جامع المسانید کے آخری باب میں جہاں ابوبکر کلاعی کا تذکرہ لکھا ہے تصریح کر دی ہے کہ" گو یہ مسند احمد بن محمد بن خالد بن خلی کی طرف منسوب ہے لیکن اس کے جامع محمد بن خالد وہبی ہیں جو براہ راست اس کو امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں، لہذا اس مسند کا انتساب ابوبکر کلاعی کی طرف محض روایت کے لحاظ سے ہے، جمع و تدوین کے لحاظ سے نہیں" .

(جامع المسانید ۳۹۲/۲) (مقدمۂ مسند امام اعظم ص ۲۱)

دیگر مسانید امام اعظمؒ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی

امام ابوحنیفہؒ کا حدیث میں چونکہ بہت اونچا مقام تھا اسلئے بہت سے محدثین نے ان کی حدیثوں کو جمع کیا، شاگردوں نے بھی اور بعد کے لوگوں نے بھی، سترہ (۱۷) نام گزر چکے ہیں، مزید یہ ہیں :

(۱۸) حافظ امام حفص بن غیاث النخعیؒ متوفی ۱۹۴ھ تلمیذ امام ابوحنیفہؒ، امہات ست کے رجال میں سے ہیں، انکا تذکرہ امام صاحب کے تلامذہ میں ہو چکا ہے، امام کردری مناقب میں امام جوزجانی سے نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں: میں نے حفص بن غیاث کو سنا فرما رہے تھے: میں نے امام ابوحنیفہؒ سے ان کے آثار کو سنا، ان سے زیادہ پاکیزہ دل والا اور مُصلح و مُفسد کو جاننے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا. (مناقب کردری ۴۸۲)

(۱۹) حافظ محمد بن مخلد دوری متوفی ۳۳۱ھ، یہ بڑے محدث مُسنِدِ بغداد تھے، خطیب نے لکھا ہے کہ محمد بن الحسن بن الوازع ابو جمال سے انھوں نے روایت کی، روی عنه محمد ابن مخلد الدوری فی جمعه حدیث أبی حنیفه . (تاریخ بغداد ۱۸۸/۲ طبع مصر)، انھوں نے بھی امام صاحب کی حدیثوں کو جمع کیا .

(۲۰) حافظ ابن عقدہ متوفی ۳۳۱ھ، أبو العباس أحمد بن محمد بن سعید الکوفی حافظ العصر والمحدث البحر، الیه المنتهی فی قوة الحفظ وکثرة الحدیث و صنف و جمع و الّف فی الابواب و التراجم (ذہبی)

عقدہ ان کے والد کا لقب تھا، انھوں نے ایسی مسند جمع کی جس میں ہزار سے زیادہ حدیثیں تھیں .

(۲۱) حافظ ابن شاہین متوفی ۳۸۵ھ، حافظ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی واعظ، ابن شاہین سے مشہور تھے، بڑے صاحب تصانیف تھے، تین سو تیس (۳۳۰) کتابیں لکھیں، ابن شاهین الحافظ المفید المُکثر محدث العراق صاحب التصانیف (ذہبی)، ان کی مسند کا ذکر علامہ کوثریؒ نے تانیب الخطیب میں کیا ہے.

(۲۲) حافظ دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، حافظ ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مهدی بغدادی، مشہور محدث ہیں، انکی مسند خطیب بغدادی کے پاس تھی جب وہ بغداد سے دمشق منتقل ہوئے

(۲۳)حافظ ابن القیسرانی متوفی ۵۰۷ھ،ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی مقدسی،ابن القیسرانی سے مشہور تھے،بہت بڑے حافظ حدیث تھے،طلب حدیث میں ننگے پاؤں اتنا پھرے کہ دومرتبہ پیشاب کے ساتھ خون آنے لگا، **الحافظ المكثر الجوّال** (ذہبی) انکی مشہور تصنیف ہے،الجمع بین الصحیحین ،جوحیدرآباد سے طبع ہوئی ہے،اسکے آخر میں انکی ایک تصنیف کاذکر ہے (**أطراف أحاديث أبی حنيفةؒ**) ، شایداس میں انھوں نے امام ابوحنیفہؒ کی حدیثوں کے ابتدائی حصہ کوسندوں کے ساتھ بیان کیا ہے ۔

(۲۴)حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، ثقة الدین ابوالقاسم علی بن حسن بن ھبۃ اللہ دمشقی شافعیؒ،نہایت مشہور محدث اورنامور مصنف ہیں، **الحافظ الكبير محدث الشام فخر الأئمة صاحب التصانيف و الكتب** (ذہبی) ، ابن عساکر کی مسندِامام اعظمؒ کا تذکرہ علامہ کوثری اور ڈاکٹر کردعلی نے کیا ہے ۔

(ان سب کیلئے دیکھئے مسند امام اعظم اردو پر مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کا مقدمہ ص ۱۲ تا ۱۷)

(۲۵) حافظ ابن مندہ متوفی ۳۹۵ھ،بہت بڑے حافظ،اپنے زمانہ کے محدث،ابوعبداللہ محمد ابن اسحاق بن محمد بن یحیی بن مندہ، ان کی مسند کا ذکر فؤادسزکین نے کیا ہے ۔

(۲۶)حافظ ماوردی متوفی ۴۰۵ھ، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردی اقضی القضاۃ،حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ان کی مسند کا تذکرہ کیا ہے ۔

(۲۷) حافظ عبداللہ بن محمد انصاری متوفی ۴۸۱ھ،شیخ الاسلام ابواسماعیل عبداللہ بن محمد بن علی انصاری ہروی حنبلی صوفی،بہت بڑے حافظ تھے،ان کی مسند کا تذکرہ حافظ عبداللہ قرشی نے الجواہر المضیۃ میں نصر بن سیار کے تذکرہ میں کیا ہے ۔

(۲۸) علی بن احمد الرازی متوفی ۵۹۰ھ، امام علی بن احمد المکی الرازی الحنفی،انکی مسند کا تذکرہ فوادسزکین نے (تاریخ التراث العربی) میں کیا ہے ۔

(۲۹) امام شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ،محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد سخاوی شافعیؒ،ان کی مسند کا نام ہے **(التحفة المنيفة فی ما وقع لی من حديث الامام أبی حنيفه)** ، اس کو اپنی کتاب الضوء اللامع میں ذکر کیا ہے ۔

(۳۰) محدث عیسی جعفری مغربی متوفی ۱۰۸۲ھ، **امام الحرمين عالم المشرق والمغرب مسند الدنيا أبو المهدی عيسى بن محمد بن أحمد الجعفری الثعالبی** ، ان کی مسند کا ذکر شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب انسان العین فی مشائخ الحرمین ، خلاصۃ الاثر للمحبی اور فوادسزکین کی تاریخ میں ہے ۔

(مقدمۂ مسند الامام للحارثی از مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ ص۹۔۱۱)

<u>فائدہ</u> : امام ابوحنیفہؒ کی حدیثوں کا جمع کرنے کا یہ اہتمام ملاحظہ کیجئے ، یہ بڑے بڑے محدثین حنفیہ کے علاوہ شوافع اور حنابلہ بھی ہیں،امام صاحبؒ کے تلامذہ بھی ہیں اور بعد کے لوگ بھی،اس سے امام صاحبؒ کا حدیث میں مقام عالی ظاہر ہوتا ہے، امام مالک کی طرح امام اعظمؒ کی حدیثوں کو جمع کرنے کا یہ اہتمام ان لوگوں کیلئے عبرت ہے جو امام ابوحنیفہؒ کو حدیث میں گرانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

(اسلام میں مسند امام اعظمؒ کا علمی مقام)

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں: محدث محمد بن جعفر کتانی مالکیؒ **(الرسالة المستطرفه لبيان مشهور كتب السنة المشرفة)** میں جو کتب حدیث کے حالات میں ایک بے مثال تصنیف ہے صحاح ستہ،مسند ابوحنیفہ،مؤطا مالک،مسند شافعی،مسند احمد کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں : **فهذه كتب الائمة الاربعة و باضافتها الى الستة الأولى تكمل**

العشرة التی هی أصول الاسلام وعلیها مدار الدین . (ص ۱۹ طبع بیروت ۱۳۳۲ھ)

یہ ائمہ اربعہ کی کتابیں ہیں اور ان کو پہلے کی چھ کتابوں کے ساتھ ملانے سے وہ دس کتابیں پوری ہوجاتی ہیں جو اسلام کی بنیادی کتابیں اور جن پر دین کا دارومدار ہے۔

اور حافظ ابوعبداللہ محمد بن علی بن حمزہ حسینی دمشقی شافعیؒ م ۷۶۵ھ (التذکرة برجال العشرة) (جو ان دسوں کتابوں کے رجال کے حالات میں ایک مبسوط کتاب ہے اور جس سے حافظ ابن حجرؒ نے تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الأربعۃ مرتب کی ہے جو ائمہ اربعہ کی مذکورہ تصانیف کے رجال کے حالات میں ان کی مشہور تصنیف ہے) کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

مسند الشافعی موضوع لأدلته علی ما صح عنده من مرویاته و کذلک مسند أبی حنیفة ، مسند امام شافعیؒ ان دلائل کیلئے لکھی گئی ہے جو ان کے نزدیک ان کی مرویات میں صحیح ہے، اسی طرح مسند امام ابوحنیفہ بھی۔

شیخ عبدالوھاب شعرانی شافعی م ۹۷۶ھ بھی المیزان الکبری میں لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے مجھ پر اپنا فضل فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کی تینوں مسندوں کا میں نے مطالعہ کیا، صحیح نسخہ سے جس پر حفاظ کی تحریریں ہیں، ان میں آخری دمیاطی ہیں، میں نے دیکھا کہ امام موصوف صرف ان تابعین عظام سے روایت کرتے ہیں جو ثقہ عادل لوگوں میں بہترین لوگ ہیں، آنحضور ﷺ کی شہادت سے خیر القرون میں سے ہیں، جیسے اسود، علقمہ، عطاء، مجاہد، مکحول، حسن بصری وغیرہ، تو آنحضور ﷺ اور ان کے درمیان جو لوگ ہیں وہ سب عادل ثقہ بڑے بڑے علماء ہیں اور پسندیدہ لوگ ہیں، کوئی ان میں جھوٹا اور جھوٹ سے متہم نہیں ہے، اور میرے بھائی! ابوحنیفہؒ نے باوجود سخت احتیاط اور ورع اور امت محمدیہ پر شفقت کے دین کے احکام کیلئے جن لوگوں کو پسند اور منتخب کیا، یہ انکی عدالت کیلئے کافی ہے، ہم نے ان تینوں مسانید میں جو حدیثیں پائیں وہ سب صحیح ہیں۔

میں نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے جو جوابدہی کی ہے وہ صرف حسن ظن اور وسعت صدر کیوجہ سے نہیں بلکہ جستجو، تلاش اور تحقیق کے بعد کی ہے۔ (میزان کبری ۶۳ تا ۶۵ طبع مصر ۱۳۴۴ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں مسند ابوحنیفہ کو حنفیوں کی امہات کتاب میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ مسند امام ابوحنیفہ اور آثار امام محمد پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے۔ (ص ۱۷۱ و ۱۸۵ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

(مقدمۂ مسند امام اعظم مولانا عبدالرشید نعمانیؒ ۲۸ و ۲۹)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی بعض وصیتیں

امام اعظم نے اپنے کئی شاگردوں کو بہت قیمتی وصیتیں فرمائی ہیں، سیرت امام ابو یوسفؒ میں امام اعظمؒ کی وصیت امام ابو یوسفؒ کو مذکور ہوچکی ہے۔

ایک وصیت بہت سے شاگردوں کو:

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: ایک دفعہ ہم لوگ بارش کے دن میں امام اعظمؒ کے یہاں جمع تھے، کئی شاگرد جمع تھے، ان میں داود طائی، عافیہ اودی، قاسم بن معن مسعودی، حفص بن غیاث نخعی، وکیع بن جراح، مالک بن مغول، زفر بن ھذیل وغیرہ تھے، امام صاحب ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"تم لوگ میرے دل کا سرور اور میرے غم کا مداوی ہو، میں نے تمہارے لئے فقہ میں لگام لگادی ہے اور اس پر زین کس دی ہے (یعنی آسان کردیا ہے) تم چاہو تو اس پر سوار ہوسکتے ہو، میں نے تم کو ایسا بنادیا ہے کہ لوگ تمہارے پیچھے چلیں گے اور تمہاری بات غور سے سنیں گے اور تمہارے سامنے سرتسلیم خم کریں گے، تم میں سے ہر شخص قاضی ہوسکتا ہے، تم میں دس (۱۰) تو

ایسے ہیں کہ قاضیوں کے مؤدب ہوسکتے ہیں، میں تم سے اللہ تعالی کا واسطہ دیکر اور اللہ تعالی نے تمکو جو عظیم علم عطا فرمایا ہے اسکا واسطہ دیکر یہ چاہتا ہوں کہ اس علم کو کبھی ذلیل مت کرنا اسکو ذلت سے بچانا، اگر کوئی تم میں سے قضاء میں پھنس جائے تو اگر وہ اپنے نفس میں خرابی پائے جو اللہ تعالی نے بندوں سے چھپا رکھی ہے تو اسکو قاضی بنے رہنا جائز نہیں اور اسکی روزی حلال نہیں، اور اگر ظاہر و باطن دونوں برابر ہوں تو پھر قضاء جائز ہے اور روزی بھی حلال ہے۔

اگر ضرورۃً قاضی ہوگئے تو اپنے اور لوگوں کے درمیان حجاب مت قائم کرنا، پانچوں نمازیں جامع مسجد میں پڑھنا اور ہر نماز کے بعد اعلان کرنا کہ کسی کو ضرورت ہو تو آجائے، عشاء کی نماز کے بعد تین دفعہ یہ اعلان کرنا پھر گھر جانا، اگر کبھی بیمار ہوجائے اور کام کیلئے نہ بیٹھ سکے تو پھر اتنی مقدار میں وظیفہ کم کردینا''۔

امام اعظم کی وصیت یوسف بن خالد سمتی کیلئے :

سمتی فرماتے ہیں: میں کثرت سے امام ابوحنیفہؒ کے یہاں آتا جاتا تھا، راستہ کے لوگ میرے دوست ہوگئے تھے، بڑے لوگ گزر گئے تو انکی اولاد میری دوست ہوگئی، پھر میں نے امام صاحب سے بصرہ جانے کی اجازت مانگی تو فرمایا کہ ٹھہر جاؤ میں فرصت نکالوں گا اور تم کو وصیت کروں گا کہ وہاں جاکر لوگوں کے ساتھ کس طرح زندگی گذاروگے، علماء کے مراتب کا کس طرح لحاظ رکھوگے، اپنے نفس کی تادیب اور لوگوں کی سیاست، عام اور خاص ریاضت، عام لوگوں کے حالات کی تفتیش، ان سب کے متعلق میں تم کو وصیت کروں گا، جب تم اپنے علم کے ساتھ نکلو گے تو تمہارے ساتھ ایسا سامان ہوگا جس سے تمہرے علم کو زینت ہوگی اور وہ عیب سے محفوظ رہے گا۔

امام صاحبؒ کی وصیت :

''جب تم لوگوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کروگے تو لوگ تمہارے دشمن ہوجائیں گے خواہ ماں باپ

ہی کیوں نہ ہوں، اور جب اچھا برتاؤ کروگے تو لوگ اگر چہ رشتہ دار نہ ہوں ماں باپ کی طرح ہوجائیں گے، پھر فرمایا: کہ دو دن ٹھہر جاؤ، میں تمہارے لئے اپنے کو فارغ کروں گا اور سوچوں گا اور تم کو ایسی باتیں بتاؤں گا جس پر تم میری تعریف کروگے اور توفیق تو اللہ تعالے ہی طرف سے ہوتی ہے''۔ جب وقت گذر گیا تو مجھ کو وقت دیا، فرصت نکالی اور فرمایا :

''میں تمہارے حالات کو کھولتا ہوں، تم ایسا سمجھو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم بصرہ پہونچ گئے، اور تمہاری مخالفت وہاں شروع ہوگئی، تم ان میں بڑا بننے کی کوشش کرنے لگے اور اپنے علم کی وجہ سے اپنے کو بڑا سمجھنے لگے، تم نے ان کو چھوڑ دیا اور انھوں نے تم کو، انھوں نے تم کو برا بھلا کہا اور تم نے ان کو، تم ان سے تنگ آگئے، اسلئے کہ انھوں نے تم کو بدعتی اور گمراہ بتایا، تمہارے اور میرے ساتھ یہ عیب لگ گیا، اب ان سے بھاگنے اور وہاں سے چلے جانے کی ضرورت پڑگئی، یہ میری رائے نہیں ہے، وہ شخص سمجھدار نہیں ہے جو ان لوگوں کی خاطر مدارات نہ کرے جنکی رعایت کے بغیر کام نہیں چل سکتا، اسلئے خاطر مدارات کرنا چاہئے''۔

سمتی فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے جو کچھ فرمایا اس پر مجھے یقین ہوگیا۔

پھر امام صاحب نے فرمایا :

''جب تم بصرہ پہونچو اور لوگ تمہارا استقبال کریں، زیارت کریں اور تمہارا حق پہچان لیں تو ان میں سے ہر ایک کو اس کے درجہ پر رکھو، اور شریفوں کا اکرام کرو، اہل علم کی تعظیم کرو، بڑی عمر کے لوگوں کی توقیر کرو، نوجوانوں کے ساتھ نرمی کرو، اور عام لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہو، تاجروں کی خاطر مدارات کرو، نیک لوگوں کے ساتھ رہو، بادشاہ کی توہین مت کرو، کسی کی تحقیر مت کرو، اپنی جوانمردی اور مروت میں کوئی کمی نہ آنے دو، اپنی راز کی بات باہر نہ نکالو، کسی کی دوستی پر بھروسہ نہ کرو جب تک اس کو پرکھ نہ لو، اور ایسا کام مت کرو جس پر ظاہر کے لحاظ سے تم پر نکیر کی جائے، بے وقوفوں سے بے تکلف مت ہونا، کسی کی دعوت اور کسی ہدیہ قبول مت کرنا

(کردری نے یہ مطلب بیان کیا کہ شاید خاص دعوت مراد ہے، اور ہدیہ میں رشتہ دار اور وہ لوگ جو پہلے سے ہدیہ دینے کی عادی تھے مستثنیٰ ہیں۔ ص ۳۶۱)، (عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: ہدیہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ہدیہ تھا، اب رشوت ہے۔ بخاری ۱/۳۵۳ ۱۲ فضل)

ہمیشہ صبر وتحمل، خوش خلقی اور کشادہ دلی، خاطر مدارات کو لازم پکڑنا، کپڑے نئے پہنتے رہنا، اپنے جانور کا اکرام کرتے رہنا، خوشبو کثرت سے استعمال کرنا، قریب میں اپنی مجلس قائم کرتے رہنا، معلوم وقت میں ہونی چاہئے، اپنے لئے خلوت کا وقت بھی نکالنا جس میں اپنی ضرورت پوری کرو، اپنے خدام کی خبر رکھنا اور ان کی تادیب نرمی سے کرنا، بہت ناراض نہ ہونا، خود تادیب نہ کرنا، اس سے تمہاری عزت برقرار رہے گی اور ہیبت قائم رہے گی، نماز کی پابندی کرنا، لوگوں کو کھانا کھلاتے رہنا کیونکہ بخیل کبھی کامیاب نہیں ہوتا، دوست احباب سے لوگوں کے حالات معلوم کرتے رہنا، اگر فساد معلوم ہو تو اصلاح کی کوشش کرنا، اور اگر صلاح اور خیر معلوم ہو تو زیادتی کی رغبت ہوگی، لوگوں سے ملاقات کرتے رہنا خواہ وہ تمہاری زیادرت کریں یا نہ کریں، لوگوں کے ساتھ احسان کرنا چاہے وہ تمہارے ساتھ احسان کریں یا برائی، لوگوں کو معاف کرتے رہنا اور بھلائی کا حکم کرتے رہنا، جو مفید کام نہ ہو اس سے دور رہنا، کوئی تم کو اذیت پہونچائے تو اس کو چھوڑ دینا، حقوق کی ادائیگی میں جلدی کرنا، کوئی بھائی بیمار ہو تو خود اس کی عیادت کرنا اور اپنے قاصد کے ذریعہ اس کی دیکھ بھال کرنا، جو ان میں غائب ہو اس کے احوال کی خبر معلوم کرنا، کوئی تم سے بیٹھ جائے تو تم نہ بیٹھنا، جو تم پر ظلم کرے اس کے ساتھ تعلق رکھنا، جو تمہارے پاس آئے اس کا اکرام کرنا، جو بدسلوکی کرے اسکو معاف کردینا، جو تمہاری برائی کرے تم اسکے بارے میں اچھی بات کرنا، کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کا حق ادا کردینا، خوشی کا موقع ہو تو مبارک بادی پیش کرنا، اور مصیبت پیش آئے تو تسلی دینا، اور اگر صحیح کو مصیبت لاحق ہو تو اس پر اظہار افسوس کرو، کوئی اپنے کسی کام کیلئے تمکو لے جائے تو چلے جاؤ،

کوئی مدد طلب کرے تو مدد کرو، جہاں تک ہوسکے لوگوں کے ساتھ محبت ظاہر کرو، سب کو سلام کرو، کمینے لوگوں کو بھی، لوگوں کے ساتھ کسی مجلس میں یا مسجد میں جمع ہو اور مسائل کا تذکرہ ہو اور لوگ تمہارے مسلک کے خلاف باتیں کریں تو ان سے اختلاف مت ظاہر کرو، تم سے اگر وہ مسئلہ پوچھیں تو ان کا جواب انکو بتاؤ پھر کہو کہ اس مسئلہ میں ایک دوسرا قول بھی ہے وہ یہ ہے اور اسکی دلیل یہ ہے، اگر وہ تم سے سنیں گے تو اس مسئلہ کی اور تمہاری ان کے یہاں قدر ہوگی، ہر آنے والے کو کچھ علم دو جس میں وہ غور کرے اور کچھ علم زبانی یاد کرے، موٹی موٹی باتیں پہلے بتاؤ پھر باریک باتیں، ان کو اپنے سے مانوس کرو، کبھی مذاق بھی کرلو، ان سے بات چیت بھی کرو اس سے بات چیت کی محبت پیدا ہوگی اور ان کو علم میں مشغول کرسکو گے، کبھی ان کو کھانا بھی کھلاؤ، ان کی ضرورتیں پوری کرو، انکے مرتبہ کو پہچانو اور انکی لغزشوں کو معاف کردیا کرو، ان کے ساتھ نرمی کرو، کسی کے سامنے تنگ دلی اور بے قراری مت ظاہر کرو، ان میں اس طرح رہو جیسے کہ ان میں سے ایک ہو، لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرو جیسے اپنے نفس کے ساتھ کرتے ہو، ان سے وہ پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، اپنی حفاظت کرو اور اپنا جائزہ خود لیتے رہو، کوئی تنگ دل ہو تم اس کو تنگ دلی مت دکھلاؤ، شور وشغب مت کرو، جو تمہاری بات سنے تم اس کی بات سنو، جو لوگ تمہارے لئے تکلف نہ کریں ان کو تکلف میں مت ڈالو، ان کے لئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے وہ پسند کرتے ہیں، سب سے پہلے نیت درست کرو، سچ بولو، کبر کو بالکل پھینک دو، کسی کے ساتھ غداری مت کرو اگرچہ وہ تمہارے ساتھ غداری کریں، امانت ادا کرو اگرچہ لوگ خیانت کریں، وفاداری کرو، تقوی کو مضبوطی سے پکڑلو، دوسرے مذہب والوں سے ان کی معاشرت کے مطابق معاملہ کرو۔

میری اس وصیت پر عمل کروگے تو امید ہے کہ سلامت رہوگے۔

(مناقب امام اعظم موفق مکی ص ۳۶۵ تا ۳۶۷ و مناقب للکردری ص ۳۶۰ تا ۳۶۲)

مآخذ ومصادر سیرت امام ابوحنیفہؒ

ابن ماجہ اور علم حدیث : مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

اختلاف ا لحدیث : للامام الشافعیؒ

اشارات المرام فی عبارات الامام : للبیاضی

اقامة الحجة فی أن الاکثار فی التعبد لیس ببدعة : للکھنویؒ

الامام ابن ماجه و کتابه السنن للنعمانیؒ

امام اعظم ابوحنیفہؒ: مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ

امام أبو حنیفه امام الائمه فی الحدیث

امام اعظم کا محدثانہ مقام: مولانا ظہور احمد حسینی مدظلہ

الامتاع فی سیرة الامامین الحسن بن زیاد وصاحبه محمد بن شجاع : للکوثریؒ

الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء : لابن عبد البر المالکیؒ

انجاء الوطن : للشیخ ظفر احمد العثمانی التهانویؒ

انوار الباری: مولانا محمد رضا بجنوریؒ (طبع ملتان)

البدایة و النهایه لابن کثیرؒ

التاریخ الکبیر للامام البخاریؒ

تاریخ بغداد : للخطیب البغدادیؒ

تاریخ الخلفاء : للسیوطیؒ

تانیب الخطیب : للکوثریؒ

تبییض الصحیفه للسیوطیؒ

تذکرة الحفاظ للذهبیؒ

تذهیب تهذیب الکمال للذهبیؒ

تعجیل المنفعة لابن حجرؒ

تقدمه نصب الرایهؒ

تلامذہ امام ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام مولانا ظہور احمد حسینی

تهذیب الکمال للمزیؒ

تهذیب التهذیب لابن حجرؒ

الجامع الصحیح للامام البخاریؒ

الجامع الصحیح للامام مسلمؒ

الجامع للامام الترمذیؒ

جامع بیان العلم و فضله : لابن عبد البر المالکیؒ

جامع المسانید : للامام ابی المؤید محمود الخوارزمیؒ

جزء الذهبی فی مناقب ابی حنیفه و صاحبیه بتحشیة الکوثریؒ

الجواهر المضیئة و ذیله : لعبد القادر القرشیؒ

حدائق الحنفیہ : مولانا فقیر محمد جہلمیؒ

خیر الکلام : جزء القراء ت خلف الامام للبخاریؒ

دراسات فی اصول الحدیث علی منهج الحنفیه : لعبد المجید الترکمانی

ذکر من یعتمد قوله فی الجرح و التعدیل للذهبیؒ

الرفع و التکمیل فی الجرح و التعدیل : للامام عبد الحئی الکهنویؒ

سیر أعلام النبلاء : للامام الذهبیؒ

سیرت نعمان : علامہ شبلی نعمانیؒ

شرح عقود رسم المفتی : للعلامه ابن عابدین الشامیؒ

صفة الصلوة للالبانی

طبقات الشافعية الكبری للسبكیؒ

عبد الله بن المباركؒ الامام القدوة : للشيخ محمد عثمان جمال

عقود الجمان : للشیخ محد یوسف الصالحیؒ

عقود الجمان اردو : مولانا عبداللہ بستوی

عقود الجواهر المنیفه للزبیدیؒ

العقیدة الطحاویة : للامام الطحاویؒ

عمدة القاری شرح البخاری : للعلامة العینیؒ

فتاوی رشیدیہ : مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

فتح الباری شرح البخاری : للشیخ ابن حجر العسقلانیؒ

فقه أهل العراق وحدیثهم : للامام الكوثریؒ

فیض الباری أمالی الامام الكشمیریؒ علی البخاری

قرة العینین جزء رفع الیدین للبخاریؒ

قفو الاثر لابن الحنبلی الحنفیؒ

قواعد فی علوم الحدیث : للشیخ ظفر أحمد التهانویؒ

كتاب الضعفاء و المتروكین للنسائیؒ

لامع الدراری : للشیخ گنگوهی و الشیخ محمد زكریاؒ

لمحات النظر فی سیرة امام زفرؒ للكوثریؒ

آثار امام اعظم : مولانا حکیم عزیز الرحمٰن مئویؒ

ما تمس الیه الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه للشیخ النعمانیؒ

مسند امام اعظمؒ للحصكفیؒ بشرح ملا علی القاریؒ

مفتاح السعادة و مصباح السیادة : (طاش كبری زاده)

مقدمة ابن الصلاح (ابی عمرو عثمان الشهرزوری)

مقدمة التعلیق الممجد علی المؤطا للامام محمدؒ : للامام الكهنویؒ

مقدمة مسند عبد الله بن مباركؒ

مقدمة كتاب الزهد و الرقائق : للمحدث الكبیر حبیب الرحمن الاعظمیؒ

مقدمة الهدایة لعبد الحئی الكهنویؒ

مكانة الامام أبی حنیفه فی الحدیث للشیخ النعمانیؒ

مناقب الامام ابی حنیفهؒ للامام أحمد الموفق المكیؒ

مناقب الامام أبی حنیفة للامام الكردریؒ

منهاج السنة لابن تیمیهؒ

میزان الاعتدال للذهبیؒ

نصب الرایة للامام الزیلعیؒ

نصرة الحدیث : محدث کبیر علامہ حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ

هدی الساری مقدمه فتح الباری : حافظ ابن حجرؒ

ھدیۃ الدراری لطالبی صحیح البخاری : شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن اعظمی مدظلہ

الوردة الحاضرہ : مولانا مفیض الرحمٰن چاٹگامی مدظلہ

مشہور ائمۂ اور علماء کرام کی سنین وفات

اسماعیلی (ابوبکر احمد بن ابراہیم)	۳۷۱ھ
ابن حبان محمد ابوحاتم بستی	۳۵۴ھ
ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
ابن عدی	۳۶۵ھ
ابن عبدالبر مالکی یوسف ابوعمر	۴۶۳ھ
ابن تیمیہ	۷۲۸ھ
ابن دقیق العید	۷۰۲ھ
ابن رجب حنبلی زین الدین عبدالرحمٰن	۷۹۵ھ
ابن مُلقن عمر بن علی	۸۰۴ھ
ابن رُشید محمد بن عمر	۷۲۱ھ
ابن جماعۃ بدرالدین	۷۳۳ھ
ابن سیدالناس الیعمری	۷۳۴ھ
ابن کثیر عمادالدین اسماعیل بن عمر	۷۷۴ھ
ابن العربی مالکی	۵۴۳ھ
ابن الجوزی	۵۹۷ھ
ابن القطان فاسی	۶۲۸ھ
ابن القیم الجوزی	۷۵۱ھ

ابن الاثیر جزری محمد بن محمد یقال لہ مبارک	۶۰۶ھ
ابن الاثیر جزری عزالدین علی بن محمد	۶۴۰ھ
ابن نقطہ	۶۲۹ھ
ابن الصلاح ابوعمرو عثمان	۶۴۳ھ
ابن کمال پاشا	۹۴۰ھ
ابن عراق کنانی	۹۶۳ھ
ابن مندہ	۳۹۵ھ
ابن المواق	۶۴۲ھ
ابن الھمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد	۸۶۱ھ
ابوالحسن اشعری	۳۲۴ھ
ابومنصور ماتریدی	۳۳۳ھ
ابوطاہر سِلفی	۵۴۶ھ
ابونعیم اصبہانی احمد بن عبداللہ	۴۰۳ھ
بُلقینی عمر بن رسلان	۸۰۵ھ
بیہقی احمد بن الحسین ابوبکر	۴۵۸ھ
پٹنی محمد طاہر	۹۸۶ھ
جزائری طاہر بن صالح	۱۳۳۸ھ
حازمی محمد بن موسیٰ	۵۸۴ھ
حاکم ابن البیّع محمد بن عبداللہ نیشاپوری	۴۰۵ھ
خطیب ابوبکر احمد بن علی	۴۶۳ھ

دارقطنی علی بن عمر بغدادی	۳۸۵ھ
دنتی علی بن سلیمان مالکی	۱۲۹۸ھ
ذہبیؒ شمس الدین محمد بن احمد	۷۴۸ھ
زرکشی بدرالدین	۷۹۴ھ
زیلعی جمال الدین عبداللہ بن یوسف	۷۶۲ھ
سبکی تقی الدین	۷۵۶ھ
سبکی تاج الدین صاحب الطبقات	۷۷۱ھ
سخاوی محمد بن عبدالرحمٰن	۹۰۲ھ
سرخسی ابوبکر محمد بن احمد	۴۹۰ھ
السمعانی ابوالمظفر	۴۸۹ھ
سندھی ابوالطیب محمد	۱۱۰۹ھ
سیوطی جلال الدین عبدالرحمٰن	۹۱۱ھ
شامی محمد ابن عابدین	۱۲۵۲ھ
شوکانی	۱۲۵۰ھ
طبری ابن جریر	۳۱۰ھ
عجلونی	۱۱۶۲ھ
عراقی زین الدین عبدالرحیم	۸۰۶ھ
عقیلی ابوجعفر محمد مکی	۳۲۲ھ
عبداللہ بن مبارک	۱۸۱ھ
عمر بن عبدالعزیز	۱۰۱ھ

علی مرغینانی صاحب ہدایہ	۵۹۳ھ
عینی بدرالدین محمود	۸۵۵ھ
غزالی محمد بن محمد	۵۰۵ھ
قاضی عیاض	۵۴۴ھ
قرشی عبدالقادر	۷۷۵ھ
کاسانی علاء الدین صاحب بدائع الصنائع	۵۸۷ھ
کوثری محمد زاہد	۱۳۷۱ھ
مبارکپوری عبدالرحمٰن	۱۳۵۳ھ
محمد بن قاسم فاتح ہند	۹۶ھ
محمود غزنوی سلطان	۴۲۱ھ
مزی جمال الدین یوسف	۷۴۲ھ
مُغلطائی	۷۶۲ھ
مقدسی محمد بن طاہر	۵۰۷ھ
ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
ملا کاتب چلپی حاجی خلیفہ	۱۰۶۷ھ
حضرت نظام الدین اولیاء	۷۲۵ھ
نووی محی الدین یحی بن شرف	۶۷۶ھ
یحی بن معین	۲۳۴ھ

مشہور علماء دیوبند کے سنین ولادت ووفات

بترتیب حروف تہجی

علامہ ابراہیم بلیاوی	۱۳۰۴ھ	۱۳۸۷ھ
مولانا محمد احمد نانوتوی دیوبندی مہتمم دارالعلوم دیوبند	۱۲۷۹ھ	۱۳۴۷ھ
مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱۲۸۰ھ	۱۳۶۲ھ
مولانا اصغر حسین دیوبندی	۱۲۹۴ھ	۱۳۶۴ھ
مولانا اعزاز علی دیوبندی	۱۲۹۹ھ	۱۳۷۴ھ
حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مدنی	۱۲۳۳ھ	۱۳۱۷ھ
مولانا انعام الحسن کاندھلوی	۱۳۳۶ھ	۱۴۱۵ھ
علامہ انور شاہ کشمیری	۱۲۹۲ھ	۱۳۵۲ھ
مولانا بدر عالم میرٹھی	۱۳۱۶ھ	۱۳۸۵ھ
مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	۱۳۱۹ھ	۱۴۱۲ھ
مولانا حسین احمد مدنی	۱۲۹۶ھ	۱۳۷۷ھ
مولانا خلیل احمد سہارنپوری	۱۲۶۹ھ	۱۳۴۶ھ
مولانا راشد حسن دیوبندی صاحب کتاب الایمان		۱۹۶۹ء
مفتی زین العابدین فیصل آبادی		۱۴۲۵ھ
مولانا سعید احمد خاں صاحب	۱۹۰۳ء	۱۴۱۹ھ
مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۲۴۴ھ	۱۳۲۳ھ
علامہ شبیر احمد عثمانی	۱۳۰۵ھ	۱۳۶۹ھ

مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری	۱۸۸۲ء	۱۳۸۵ھ
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۱۱۵۹ھ	۱۲۳۹ھ
شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی	۱۲۳۵ھ	۱۲۹۶ھ
مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی	۱۲۷۵ھ	۱۳۴۷ھ
مفتی کفایت اللہ دہلوی (شاہجہانپوری)	۱۲۹۲ھ	۱۳۷۲ھ
شاہ محمد اسحاق دہلوی مدنی	۱۱۹۷ھ	۱۲۶۲ھ
مولانا محمد الیاس کاندھلوی	۱۳۰۳ھ	۱۳۶۳ھ
مفتی محمد شفیع عثمانی	۱۳۱۴ھ	۱۳۹۶ھ
مولانا محمد قاسم نانوتوی	۱۲۴۸ھ	۱۲۹۷ھ
ملا محمود دیوبندی معلم اول		۱۳۰۴ھ
مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الہند	۱۲۶۸ھ	۱۳۳۹ھ
مفتی محمود حسن گنگوہی	۱۳۲۵ھ	۱۴۱۷ھ
قاری محمد طیب صاحب	۱۳۱۵ھ	۱۴۰۳ھ
مولانا شیخ محمد زکریا کاندھلوی	۱۳۱۵ھ	۱۴۰۲ھ
مولانا محمد عمر پالنپوری	۱۳۴۸ھ	۱۴۱۸ھ
مولانا محمد یحیٰ کاندھلوی والد شیخ زکریا	۱۲۸۷ھ	۱۳۳۴ھ
مولانا محمد یعقوب نانوتوی	۱۲۴۹ھ	۱۳۰۲ھ
مولانا محمد یوسف بنوری	۱۳۲۶ھ	۱۳۹۷ھ
مولانا محمد یوسف کاندھلوی	۱۳۳۵ھ	۱۳۸۴ھ
مولانا مسیح اللہ خاں جلال آبادی	۱۳۳۰ھ	۱۴۱۳ھ
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۱۴ھ	۱۱۷۶ھ

مرتب مدظلہ کے مختصر حالات

ولادت و تعلیم: ولادت ۱۴؍صفر ۱۳۶۶ھ ۷؍جنوری ۱۹۴۷ء کو مئو ناتھ بھنجن یو پی میں ہوئی، تعلیم شروع سے اخیر تک مئو ہی میں حاصل کی ۱۳۸۶ھ میں مفتاح العلوم میں فراغت ہوئی ، بعد فراغت مختلف فنون کی مختلف کتابیں مزید پڑھیں، نیز قراءاتِ سبعہ عشرہ بھی پڑھیں ،محدثِ کبیر علامہ حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے زیرِ نگرانی کتبِ فتاوی کا مطالعہ کیا اور فتاوی نویسی کی مشق کی ، اساتذہ میں محدثِ اعظمیؒ ، حضرت مولانا عبد اللطیف نعمانیؒ ،حضرت مولانا عبدالجبار اعظمیؒ اور آپکے والدِ محترم قاری حفیظ الرحمٰنؒ معروف ہیں، آپکے استاذ حضرت مولانا عبدالرشید حسینیؒ نے اپنی ذاتی کتاب ''تحفۃ الاحوذی'' آپ کو ہدیۃ عنایت فرمائی .

خدمات: تین چار سال کے بعد مظہر العلوم بنارس تشریف لے گئے اور ترمذی، مشکوۃ وغیرہ مختلف کتابوں کی تدریس اور فتاوی نویسی کی خدمات انجام دیں، چار سال کے بعد ۱۳۹۴ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لائے اور یہاں بھی اکثر درسیات طحاوی، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مشکوۃ، جلالین ، ہدایہ، متنبّی، حماسہ، شرح جامی، ابنِ عقیل وغیرہ زیرِ درس رہیں، سبعہ عشرہ بھی پڑھائی ، اور علمِ قراءت اور قراء کے تذکرہ پر مشتمل ایک مقدمہ بھی لکھوایا اور تاریخِ جامعہ بھی مرتب فرمائی جو ہند و پاک سے طبع ہوئی .

۱۴۰۶ھ میں آزادول جنوبی افریقہ تشریف لائے ، یہاں بھی بخاری ، ترمذی، مشکوۃ ، الاشباہ والنظائر وغیرہ کتابیں پڑھائیں ،مسلم ، ابو داود اور ابن ماجہ وغیرہ کئی کتابیں خارج میں بھی پڑھائیں .

دیگر خدمات: دار العلوم نعمانیہ چیٹس وتھ ناٹال جس کی ابتداء ۲۰۰۱ء میں ۵ طلبہ سے ہوئی ، اور آپکی امارت و سرپرستی میں ترقی کرتے ہوئے فی الحال تقریبا ۱۲۰ طلبہ کو تعلیم تربیت دے رہا ہے، حفظ کی تعلیم پورے وقت اور اسکول جانے والے طلبہ کیلئے اور عربی کی تعلیم صحاح ستہ تک ہوتی ہے اور دعوہ اور قراءت کا شعبہ بھی ہے اور اسکے ماتحت دوسری جگہوں پر دوسرے ادارے بھی کام کر رہے ہیں، نیز مدرسہ رحمانیہ لوڈیم بھی آپ کی سرپرستی میں مختلف خدمات انجام دے رہا ہے، نیز آپ نے ۲۰۰۲ء میں مدرسہ دعوۃ الحق کی آزادول میں بنیاد ڈالی، جس میں فی الحال ۱۶۰ طلبہ وطالبات دینی و دنیوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان میں بہت سے یتیم بچے بھی ہیں اور ایسے بچے بھی ہیں جنکے والدین یا ان میں سے کوئی ایک غیر مسلم ہیں، انکی رہائش اور تعلیم و تربیت اور خوراک و پوشاک وغیرہ کے سب انتظامات مدرسہ کرتا ہے، انکے علاوہ بھی کئی اداروں کی سرپرستی اور معانت فرماتے ہیں .

دعوت و تبلیغ کے ساتھ بھی بہت گہرا تعلق ہے، مختلف ممالک کا سفر بھی برابر جاری رہتا ہے .

تصوف اور خانقاہ سے بھی تعلق ہے اولاً شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ سے بیعت ہوئے پھر آپ ہی کے حکم سے حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ سے اصلاحی تعلق ہوا، پھر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ سے تعلق ہوا اور خلافت سے نوازے گئے ، چنانچہ اصلاحی سلسلہ بھی جاری ہے .

تصانیف : آپکی تصانیف ورسائل بھی ۵۰ کے قریب ہونگی، چند یہ ہیں ۱۔ تاریخِ جامعہ ڈابھیل گجرات ہند ۲۔مقدمۂ بخاری ۳۔مقدمۂ ترمذی ۴۔مقدمۂ طحاوی ۵۔قومہ جلسہ میں اطمینان کا وجوب اور ان میں اذکار کا ثبوت ۶۔شبِ براءت کی حقیقت ۷۔عمامہ ٹوپی کرتا ۸۔صحیح اور مناسب تر مسافتِ قصر ۹۔۱۱۔ سوانح امام ابوحنیفہؒ وسوانح امام ابو یوسفؒ وسوانح امام محمدؒ ۱۲ و۱۳۔مقالات اعظمی اردو،عربی ۱۴۔۱۵۔ مقدمہ علم القراءات وتذکرہ ائمہ عشرہ اور انکے رُوات . اور دعوت و تبلیغ سے متعلق کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں .

تأثرات و اقوال علماء: عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد پرتا بگڈھیؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی، حضرت مولانا لیٹے ہوئے تھے آپ ادباً پاؤں کی طرف جا کر بیٹھ گئے تو حضرت مولاناؒ نے فوراً اپنا پاؤں سمیٹ لیا اور واپسی کے وقت دس روپے کا نیا نوٹ ہدیۃ عنایت فرمایا .

فرمایا آپکے شیخ حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتھم نے: آپکے مکتوبِ محبوب نے قلب کو مسرور کر کے روح پر وجد طاری کردیا ، ذوق عاشقی مبارک ... الخ .

فرمایا حضرت مفتی محمد فاروق میرٹھی مدظلہ خلیفۂ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے: اساتذہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمیؒ ہیں جو بخاری شریف کا درس دیتے ہیں جو جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں استاذ حدیث رہے، خاص طور سے قابل ذکر ہیں جنکو جبلِ علم کہنا مناسب ہے. (افریقہ اور خدمات فقیہ الامت ۱۶۱/۱)

مشہور مبلغ مولانا فاروق مکی صاحب مدظلہ نے آپکے درس میں شرکت فرمانے کے بعد اس طرح اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا: ایسا محققانہ اور دلچسپ درس تو مولانا بنوریؒ کا ہوا کرتا تھا ایسا درس آجکل ملنا مشکل ہے، آپکی ذات ساؤتھ افریقہ والوں کیلئے بہت بڑی نعمت ہے اگر آپ یہاں نہ ہوتے تو یہاں یہ دینی اور علمی جو فضاء ہے شاید نہ ہوتی اللہ تعالی ساؤتھ افریقہ والوں کو آپکی قدر دانی کی توفیق عطاء فرمائے ، تفصیلی حالات آپکی سوانح میں ملاحظہ ہوں

ایک بشارت : شیخ زہیر ناصر الناصر حلبی حنفی مقیم مدینہ منورہ نے اپنے لئے اور اپنی بیٹی اور داماد کیلئے رسالۃ الاوائل پڑھکر حدیث کی اجازت لی اور آپکے خدام سے فرمایا: **مثل هذا الشيخ نادر نادر** ، اور فرمایا: **التزموه ، أولا لايمانه ثم لمحبته النبى ﷺ ثم لعلمه** . ایک مرتبہ شیخ اور دیگر حضرات آپ سے حدیث کا درس لے رہے تھے مسجد نبوی کے اندر، شیخ کے صاحبزادہ نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری مسجد میں حدیث کا درس ہو رہا ہے اور آپ سو رہے ہیں؟ وہ بیدار ہو کر مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپکا درس جاری ہے....الخ